# النّظرُ

فی رسالة الامام حجّة الاسلام ابو حامد محمد الغزالی

المسمیٰ به

## التفرقة بین الاسلام والزندقة

---

طُبع فی المطبع فیض عام الکائن فی بلدۃ علی گڈھ

آواز آرہی تھی، اون کے مخلصین کا دل جلتا تھا، اور تڑپ تڑپ کر رہجاتے تھے۔ مگر
ایک مخلص نے جو کسی قدر جرأت رکھتا تھا امام سے اپنا سوز دل کہا، اور اوس کی
دوا چاہی، اوس پر امام نے یہ مختصر رسالہ لکھا ہے جو درحقیقت حرز جان کے قابل
ہی، اور ہم اوسی کا ریویو لکھنا چاہتے ہیں +

انسان کا دماغ کیسا ہی روشن ہوجاوے، اور وہ کیسی ہی دلی قوت اور نڈر جرأت
اور بیخوف ملامت اون تعلیمی اور تقلیدی اور تربیتی بندشوں کو توڑنا چاہے جنسے وہ اپنے
چھٹپن سے بندھا ہوا ہے، پھر بھی کوئی نہ کوئی بندش اوس کو باندھے رہتی ہی۔ ہمارے
ہاں کے علماء کا بھی جنہوں نے اون بندشوں کو توڑا اور میدان تحقیق میں بہادرانہ
قدم رکھا، اور جن کا سلسلہ حجۃ اللہ حضرت شاہ ولی اللہ پر ختم ہوتا ہے، یہی حال ہوا ہے،
اون کی تصانیف میں اون سخت بندشوں کے جا بجا گہرے نشان پائے جاتے
ہیں، نہایت عالی دماغی سے ایک عمدہ مضمون لکھتے چلے جاتے ہیں۔ جو مثل ایک
شفاف اور خوشگوار دریا کے بہتا چلا جاتا ہی۔ پھر جاکر اوسی بند میں بند ہوجاتا ہے،
اور سڑا ہوا پانی معلوم ہوتا ہی۔ اون کی تصانیف کے ایک صفحہ کو دیکھو تو الہام
ربانی معلوم ہوتا ہی، اور دوسرے صفحہ پر ایسا مضمون آجاتا ہی جسکو دیکھکر تعجب ہوتا
ہے۔ اگرچہ یہ رسالہ امام غزالی کا جسکا ہم ریویو لکھنا چاہتے ہیں بہت چھوٹا ہے،
مگر اوس میں نہایت عالی مضامین بھرے ہوئے ہیں جو بڑی بڑی کتابوں میں بھی
نہیں ہیں، بااینہمہ شتر گربہ سے خالی نہیں، اوس پر نظر ڈالنے اور اوس کا ریویو لکھنے
سے میرا مقصد یہ ہی کہ جہاں تک مجھسے ہوسکے اون دونوں قسم کے مضامین میں تمیز
کروں۔ اور اون کے رسالہ کا ماحصل بھی اوس ریویو میں لکھوں +

Ac 342 Ah

# النظر
# فی رسالۃ الامام حجۃ الاسلام ابو حامد محمد الغزالی رحمہ

## المسمی بالا

# التفرقۃ بین الاسلام والزندقہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جو لوگ کہ تقلید کی اندہا دہندی سے نکلے اور تحقیق کے میدان میں بہادرانہ قدم رکھا اون میں سے ایک امام غزالی بھی ہیں، عام خیالات سے علیحدہ ہونا، اور آنکھیں کھولکر رستہ چلنا، ہمیشہ اون لوگوں کے طعن و تشنیع کا باعث ہوا ہے جو کولھو کے بیل کی مانند آنکھوں پر پٹی باندہے چکر کھاتے رہتے ہیں، رات دن پھرے جاتے ہیں مگر جب دیکھو تو وہیں کے وہیں ہیں، اسی طرح امام غزالی پر بھی عام خیالات کے لوگوں نے بہت کچھ لعن و طعن کیا ہے۔ اون کے کفر کے فتوے دیے گئے، اُنکا قتل مباح کہا گیا۔ اون کی کتابوں کے جلانیکا حکم دیا گیا، گوکہ ایک زمانہ کے بعد وہ مقبول ہوئے، اور مقبول ہوئیں۔

جس زمانہ میں کہ اون پر کفر کی بوچھار ہو رہی تھی، اور ہر طرف سے لعنت لعنت

کہ 'اگر ہم تجھپر کاغذ پر لکھی ہوئی ایک کتاب اوتاریں اور وہ اپنے ہاتھوں سے اوس کو چھولیں تو جو لوگ منکر ہیں وہ کہیں سگے کیہ تو کہلا ہوا جادو ہے' اور ایک جگہ فرمایا ہے کہ' اگر ہم اون پر فرشتے بھیجتے اور مُردے اون سے باتیں کرتے اور اون کے پاس ہر ایک شے کو اکٹھا کر دیتے تو بھی وہ ایمان نہ لاتے۔

سمجھو کہ کفر اور ایمان کی حقیقت اور اون کی حد اور حق و ناحق کا بھید اون دلوں پر نہیں کھلتا جو جاہ و منزلت کی تلاش سے اور مال کی محبت سے میلے کچیلے اور ناپاک ہوگئے ہیں۔ بلکہ وہ ایسے دلوں پر کھلتا ہے جو اوّل تو دنیا کے میل کچیل سے پاک صاف ہو گئے ہیں' پھر کامل ریاضت سے اون کو جلا ہوگئی ہی' پھر خدا کی یاد سے منور ہو گئے ہیں پھر غور سوچ سمجھ سے اون میں حلاوت آگئی ہے' پھر شرع کی پابندی سے مزین ہو گئی ہیں' اور مشکواۃ نبوت سے اون پر نور کی شعاعیں پڑنے لگی ہیں' اور جلادار آئینہ کی مانند ہو گئے ہیں۔ اور اون کے ایمان کا چراغ بلور کی ہانڈیوں میں ہے' اور اون کے دل سے نور کے چمکارے نکلتے ہیں' بغیر آگ کے چھوئے اون کے دل کا چراغ روشن ہی۔ یہ اسرار ملکوت کسطرح ایسے لوگوں پر کھلسکتے ہیں جنکی خواہشیں اون کا خدا اور جنکے معبود سلاطین ہیں اور درہم و دنانیر اون کا قبلہ اور جاہ و منزلت اون کی شریعت اور ارادت ہی' دولتمندوں کی خدمت کرنا اون کی عبادت اور تمام وسواس اون کا ذکر اور حیلوں کا ڈھونڈنا اون کی حشمت ہے پھر ایسے لوگ کس طرح کفر کی ظلمت اور ایمان کی روشنی کو تمیز کر سکتے ہیں۔ کیا الہام ربانی سے؟ اون کا دل تو دنیا کی آلایش سے پاک ہوا ہی نہیں' اور کیا کمال علمی سے؟ اون کی پونجی علم کی تو صرف یہ ہے کہ نجاست دور کرنیکو زعفران کا لیپ بتاتے ہیں۔ اِن باتوں کا جاننا بہت دور ہے' پھر اے میرے دوست تو

یہ رسالہ درحقیقت ایک خط ہے، امام صاحب نے اُس کو اِسطرح پر شروع کیا ہی کہ" اے بھائی اور اے میرے دوست جب تم حاسدوں کے طعنے میری بعض کتابوں کی نسبت سنو جو میں نے اسرار علامات دین میں لکھی ہیں، اور جنکی نسبت طعنہ کرنیوالے سمجھتے ہیں کہ اون میں متقدمین علماء علم کلام کے مخالف باتیں ہیں، اور وہ مذہب اشاعرہ سے الگ ہونیکو گو کہ وہ بالشت ہی بھر کیوں نہو، اور اونکے خلاف کرنیکو گو کہ وہ ایک ذرہ سی چیز ہی میں کیوں نہو، گمراہی جانتے ہیں، تو اے میرے دوست دل تنگ مت ہوؤ، اور ایسے لوگوں کی باتوں پر صبر کرو، اور پوہ پوہ کر کے چھوڑ دو۔ اے میرے دوست جس شخص پر لوگ حسد نہ کریں اوس کو حقیر جان، اور جس کو کافر و گمراہ نہ کہیں اوسکو ناچیز سمجھ، سید المرسلین سے زیادہ کون شخص ہوگا اون کی باتوں کو بھی لوگوں نے اگلے زمانہ کے زٹل قافیے بتایا۔ پھر اون کی جھگڑے میں مت پڑو اور اون کو راہ پر لانیکی توقع مت رکھو، کیا تم نے نہیں سنا۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| کل العداوة ترجی سلامتها | | الا العداوة من اعداك عن حسد | |

اگر کوئی بھی ایسے لوگوں کو راہ پر لاسکتا تو اون سے بھی بڑوں کے حق میں خدا ایسی سخت آیتیں کیوں نازل فرماتا۔ کیا تم نے قرآن کی وہ آیت نہیں سنی جسمیں خدا نے فرمایا ہی" اگرچہ اون کا آنا کانی دنیا تجھکو گراں گذرتا ہو پھر اگر تجھ سے ہوسکے کہ زمین میں ایک سرنگ اور آسمان پر ایک سیڑھی ڈھونڈ نکالے اور اونکے لیے کوئی نشانی لے آوے" (تو بھی وہ راہ پر نہیں آئیں گے،) اور ایک جگہ یہ فرمایا ہے کہ" اگر ہم اون کے لئے ایک دروازہ آسمان میں کھولدیں اور وہ اوس میں چڑھنے لگیں تو کہیں گے ہماری آنکھوں پر ڈھٹ بندی ہوگئی ہے اور ہم لوگوں پر جادو کیا گیا ہی" اور ایک جگہ فرمایا ہے

اپنی حشمت چاہتے ہیں، زہد و تقوے، علم وافتا صبر و قناعت کے ذریعہ سے دنیا و آخرت میں تفوق کی خواہش اُنھوں نے ظاہر نہیں کی +

اونھوں نے ایمانیں سے لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر دل سے یقین کیا ہے وہ خدا کی ذات کو بے نقص اور رسول اللہ کو بے عیب سمجھتے ہیں، وہ کسی ایسی بات کو جس میں اون کی دانست میں خدا پر کوئی نقص آتا ہوا ور رسول پر کوئی عیب لگتا ہو نہیں مانتے، گو وہ کسی نے کہی ہو اور کسی نے لکھی ہو، اور گو کہنے والے اور لکھنے والے کے نزدیک اوس سے کوئی نقص نہ آتا ہو، اور عیب نہ لگتا ہو، اور گو بالفرض درحقیقت وہ بات کوئی نقص یا عیب کی نہ ہو مگر اِس وجہ سے کہ وہ اوس کے ناقص اور معیوب ہونے پر یقین رکھتے ہیں، گو کہ وہ غلطی پر ہوں خدا اور رسول کی شان سے اوس کو بعید سمجھتے ہیں، اور اِس لئے اوس پر یقین نہیں کرتے۔ غرض کہ اون کو خدا کے تقدس اور رسول کی منزلت پر ایسا یقین ہے کہ کسی دوسرے کی اوس کے سامنے کچھ حقیقت نہیں سمجھتے، پھر وہ کوئی کیوں نہ ہو +

اعمال میں سے فرائض کو حق سمجھنا، اور جس طرح پر ہو سکیں اون کو ٹوٹا پھوٹا مسلسل یا گنڈ بدار ادا کرنا، اور اوس میں کوتاہی کو اپنی شامت اعمال سمجھنا، اور اوس پر تاسف کرنا، دل کو بدی اور بدنیتی کینہ اور فساد و بغض و حسد سے پاک رکھنا، کسی کے ساتھ دغابازی نہ کرنا، کسی کا مال نہ مار رکھنا، کسیکو ایذا و تکلیف نہ پہنچانی، ہر ایک کے ساتھ سچی محبت سچی دوستی سے پیش آنا سب کی بھلائی چاہنا، سب کے ساتھ ایمانداری سے معاملہ کرنا اور رکھنا اختیار کیا ہے +

دنیا تو گویا اون کا مقصد ہی ہے، اون باتوں کے سوا اونھوں نے دنیا ہی

اپنے کام میں لگا رہ اور اپنی اوقات اون لوگوں کی باتوں میں خراب مت کر، جو لوگ ہم کو برا کہتے ہیں اون کا کچھہ خیال مت کر دنیا کی زندگی ہی کو وہ جانتے ہیں یہی اون کا علم ہی خدا اون کو بھی خوب جانتا ہے جو گمراہ ہیں اور اونکو بھی خوب جانتا ہے جو راہ پر ہیں

اِس مقام پر امام غزالی صاحب نے اون لوگوں کی نسبت جو اون کو کافر و مرتد وگمراہ بتاتے تھے خوب دل کے پھپولے پھوڑے ہیں اور اپنے مخلصین کو نہایت عمدہ نصیحت کی ہی اور بلاشبہہ ایسے شخص کے احباب کو ایسا ہی کرنا چاہئے، ایسے شخص کی مخالفوں سے تکرار اور مباحثہ محض بے سود ہے، ایسے مباحثوں سے مخالفین میں نادانی و ناسمجھی پر ضد و نفسانیت کی بیماری زیادہ بڑھہ جاتی ہی اور جو مرض علاج کے قابل ہوتا ہے وہ لا علاج ہو جاتا ہے، پس ایسے شخص کے مخلصین کو ضرور ہے کہ وہ معاندین کی باتوں پر صبر کریں اور یقین کریں کہ الحق یعلو ولا یعلیٰ، اور اِسی وقت کے آنیکے منتظر رہیں +

مگر اِس مقام پر امام غزالی صاحب نے دو قسم کے دلوں کا حال لکھا ہی ایک اون کا جو اسرار ملکوت اور کفر و ایمان کی حقیقت کے سمجھنے کے قابل ہیں اور دوسرے وہ جو نا قابل ہیں، اور اون دونوں دلوں کے اوصاف بیان کئے ہیں" مگر وہ مقام کسیقدر زیادہ تشریح کے قابل ہے +

اِس میں کچھہ شبہہ نہیں ہو سکتا کہ اِس مقام پر امام صاحب نے جن لوگوں کے حال سے بحث کی ہے اون میں وہ لوگ جو علانیہ اہل دنیا کہلاتے ہیں داخل نہیں ہیں، اہل دنیا سے میری مراد اون دنیا داروں سے نہیں ہے جنکو اہل دنیا بھی "الدالخصام" سمجھتے ہیں بلکہ اون سے مراد ہے جنھوں نے دنیا کو بغیر کسی بے ایمانی اور دغابازی کے اختیار کیا ہی، دنیا میں بحیثیت دنیا داری اپنی عزت، اپنا نام، اپنی شہرت، اپنا آرام،

دین ہی کا بچھونا بناتے ہیں، دنیاداروں نے جس قدر مختصر انچہ دین کے اختیار کئے تھے اون دینداروں نے اوسی قدر مختصر باتیں دنیا کی اختیار کی ہیں، اور جس قدر وہ دنیا کے حاصل کرنے میں مشغول تھے اوسی قدر وہ دین کے حاصل کرنے میں مشغول ہیں، گویا پہلے فرقہ کے بالکل برعکس ہیں، اسی مقدس فرقے کا (خدا اون سے پناہ میں رکھے) امام غزالی صاحب نے ذکر کیا ہے۔ بیشک جب یہ فرقہ کریلا اور نیم چڑھا ہو جاوے، یعنی ہوائے نفس کو اپنا خدا، اور سلاطین کو اپنا معبود، اور درہم و دنانیر کو اپنا قبلہ، اور حب و جاہ کو اپنی شریعت، اور اہل دول کی خدمت کو اپنی عبادت، قرار دے تو وہ کبھی کفر کی ظلمت اور ایمان کی روشنی کو تمیز نہیں کر سکتا فما قالہ الغزالی فھو حق لاریب فیہ +

مگر وہ دوسرا فرقہ بھی نہایت ہی خوفناک ہے جنکی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ اون کا دل دنیا کے میل کچیل سے پاک ہے، کامل ریاضت سے مجلّا ہے، خدا کی یاد سے منور ہے، فکر کی شیرینی سے شیریں ہے، شریعت کی پابندی سے مزین ہے، مشکوٰۃ نبوت سے روشنی لیتے ہیں، جلا دار آئینہ کی مانند ہیں، اون کا نور ایمان شیشہ کی ہانڈی میں بلی آگ کے سلگتا ہے نور کے چمکارے اون کے دل سے نکلتے ہیں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اس فرقے نے ہوائے نفس کو اپنا خدا اور سلاطین کو اپنا معبود اور درہم و دنانیر کو اپنا قبلہ نہیں بنایا، مگر خود ہوائے نفس نے اون کو اپنا خدا اور خود سلاطین نے اون کو اپنا معبود اور درہم و دنانیر نے اون کو اپنا قبلہ بنایا ہے پھر اون کو بنانے کی کیا حاجت تھی +

جس وقت کہ پیر صاحب یا مولوی صاحب کے گرد اون کے معتقدین کا

دنیا کو پکڑا ہے، روپیہ کے ایمانداری سے پیدا کرنے میں اپنی محنت و مشقت سے روٹی
کمانیمیں بے انتہا کوشش کرتے ہیں، روپیہ کماتے ہیں عمدہ عمدہ مکانات بناتی ہیں
دنیا میں عزت و ترقی حشمت حاصل کرتے ہیں، باغ بناتے ہیں اور اوس کے پھولوں
اور بیلوں کی سیر سی خوش ہوتے ہیں، میوے کھاتے ہیں، گھوڑوں پر چڑھتے ہیں،
عمدہ سے عمدہ کپڑا پہنتے ہیں، اور اچھے سی اچھے کھانے کھاتے ہیں، قالینوں کے فرش
کو جوتیوں کے تلے بچھاتے ہیں، تمام عیش و آرام جو کہ انسان عمدہ اخلاق اور شائستگی
کیساتھ کرسکتا ہی کرتے ہیں خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو جس لئے اوس نے پیدا کیا ہی
برتتے ہیں، اور کام میں لاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ خدا نے ہم کو دیا ہی ہم کیوں نہ برتیں
اور کیوں مصیبت بھگتیں، اگر خدا کو ان سے ہمارا عیش و آرام مقصود نہ تھا تو اون کو
پیدا ہی کیوں کیا تھا، پس ہمارا فرض ہی کہ ہم اون کو برتیں اور عیش اوڑاویں مگر
زیادتی نہ کریں کیونکہ جس طرح کے استعمال کے لئے وہ بنائی گئی ہیں اگر اوس طرح پر
استعمال نہ کریں تو نمکحرام اور چور ہوں گے نہ شریف دنیا دار۔ وہ نہ دعوی دینداری
کرتی ہیں، نہ کسی کے پیشوا بنا چاہتے ہیں، نہ اپنے تئیں تابع سنت کہوانا پسند کرتی ہیں
نہ پیر مرشد نہ ممبر پر واعظ بنا چاہتے ہیں، نہ استفتا کے مفتی، سیدھی طرح سے خدا کی بندی
رسول کی امت خدا کے دئے ہوئے عیش و آرام میں مست رہتے ہیں۔ پس ایسے
لوگ تو امام صاحب کی بحث سے خارج ہیں ؛

ہاں جو کچھ اِس مقام میں امام صاحب نے لکھا ہی وہ اون لوگوں کی نسبت
لکھا ہی جو جبہ و عمامہ دار ہیں، دنیا چھوڑ دین کی راہ پر چلتے ہیں۔ دن رات قال اللہ
و قال الرسل میں بسر کرتے ہیں، دین ہی دین پکارتے ہیں، دین ہی کا اوڑھنا

دل کے پھولنے سے جو مزہ اِس فرقہ کو آتا ہے نہ کسی دنیا دار کو میسر ہوتا ہی نہ کسی دولت مند کو، اور نہ کسی صاحب تخت و سلطنت کو، پس اس فرقہ سے بھی کفر کی ظلمت اور ایمان کی روشنی کو تمیز کرنے کی توقع نہیں ہے الا ماشاء اللہ۔ کوئی آفت انسان کیلئے اِس سے زیادہ نہیں ہی جبکہ وہ سمجھتا ہی کہ میں نیک ہوں۔ کوئی گمراہی انسان کے لئے اوس سے زیادہ نہیں ہے جب وہ جانتا ہے کہ میں پابند شریعت ہوں، وہ زبان سے اپنے تئیں گنہگار کہتا ہے مگر اوس کا دل اوس کو جھٹلاتا رہتا ہے اِس کہنے کو بھی وہ ایک نیکی اور تعلی سمجھتا ہے، اپنی چال ڈھال شریعت کے موافق بناتا ہی، مگر اوس کا دل روز بروز سیاہ ہوتا جاتا ہی۔ اِزار کے دو انگل نیچے ہونے ڈاڑھی کے لمبی یا یکمشت دو انگشت ہونے، کپڑے کو نجاست سے پاک کرنے پانی کے پاک ناپاک ہونے پر دن رات بحث کرتا ہی، لمبے لمبے فتوے لکھتا ہے مگر دل کو نجاستوں سے پاک کرنیکا خیال بھی نہیں کرتا، اکل حلال و صدق مقال پر لمبے لمبے وعظ کرتا ہی، مگر جب کوئی لقمہ تر آجاوے تو جھپ نگلجاتا ہی، اور اگر کبھی اوگل دیتا ہے تو اِس اُمید پر کہ اِس سے بھی زیادہ لقمہ تر بتر آویگا یہی باتیں تھیں جنکے سبب حضرت عیسٰیؑ نے فروسیوں اور صدوقیوں کو یعنی شریعت پہ چلنے والے یہودیوں کو ملامت کی، یہی لوگ اِس کے مصداق ہیں کہ یلعنہم اللہ و یلعنہم اللاعنون، عمدہ زندگی وہی ہے جو سیدھی سادی ایک دنیا دار کیسی ہو، پھر خواہ وہ دوزخ میں جاوے یا بہشت میں فقال رسول اللہ صلعم "لا اعلم ما یفعل بی ولا بکم۔"

اسکے بعد امام صاحب اپنے دوست کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ "اگر تو اپنے دل کا اور اون کے دل کا کانٹا نکالنا چاہتا ہی جنکو حاسدوں کے بہکانے نے

حلقہ ہوتا ہی اور حجر اسود کی مانند اون کے دست مبارک کے بوسہ دینے کو لوگ دوڑتے ہیں تو اون کا دست مبارک یمین الرحمن سے بھی بالا دست ہوجاتا ہی، مولویصاحب حضرت صاحب کی آواز کا چاروں طرف سے اون کے کان میں آنا چادشان کسرا وکیقباد کی آواز سے بھی قوی اثر اونکے دل پر ڈالتا ہی مسکینی اور انکسار اون کو آسمان پر چڑھاتی جاتی ہے اِس لئے وہ اور زیادہ مسکین اور منکسر ہوتے جاتے ہیں، سادہ وضعی پر لوگ فریفتہ ہوتے ہیں اِس لئے وہ اور سادہ بنتے جاتے ہیں، دنیا سے نفرت اون کو دنیا دلاتی ہے اور اسلئے دنیا سے زیادہ نفرت کرتے جاتے ہیں، بے طمعی حاجت سے زیادہ بغیر محنت کے درہم و دنانیر لادیتی ہی اور اِس لئے وہ زیادہ بے طمع ہوتے جاتے ہیں۔ اون کی ہر ایک بات کو لوگ امنّا وصدقنا کہتے ہیں اس لئے دوسرے کی بات کی حقارت جمتی جاتی ہی۔ ہاتھوں کو چموانے چموا تے، پاؤں کو چھوانے چھواتے، ہر ایک مشکل کے حل کو دعائیں منگوانے منگواتے، ہر ایک مسئلہ کا فتوے دیتے دیتے، ایک اور بری معلوم چیز اون میں پیدا ہوجاتی ہے جس کے سبب بھلائی برائی، دوزخ وبہشت کفر و ایمان کی کنجی وہ اپنے ہاتھ میں سمجھنے لگتے ہیں۔ کسی کو کافر بنا دیتے ہیں، اور کسی کو مرتد، کسی کو جہنم دیتے ہیں اور کسیکو بہشت، کبھی خازن جنت ہیں اور کبھی مالک جہنم، خدا کے نور کے دل میں بھڑکنے کے خیال سے ظلمت پر ظلمت میں پڑے جاتے ہیں۔ یہ تمام باتیں مل ملا کر حضرت کو ایک ایسا شخص بنا دیتی ہیں جو پھول پھلا کر کپا ہوجاتا ہے نہ کان رہتے ہیں جو کچھ سنیں، نہ آنکھیں رہتی ہیں جو کچھ دیکھیں، نہ منہ رہتا ہے کہ حق بات کہیں، جو سرور اور دلی آسایش، اور

مخالفت کرنے کی اجازت دیتا ہی تواوروں کو کیوں منع کرتا ہی اور باقلانی اور کرابیسی اور قلانسی اور اور لوگوں میں کیا فرق نکالتا ہی، اور اِس تخصیص کی کیا وجہ بتاتا ہے، اور اگر وہ یہ گمان کرتا ہی جیسے کہ بعض متعصبوں نے کیا ہی کہ باقلانی اور اشعری میں صرف لفظی اختلاف ہی اور دوام وجود میں دونوں موافق ہیں، اور یہ بات کہ صفت بقا عین ذات ہی یا ذات میں قایم ہے قریب قریب ہے، اور اِس اختلاف پر تشدد کی ضرورت نہیں ہے، تو وہ معتزلی پر یقین صفات باری میں کیوں تشدّد کرتا ہی کیونکہ وہ بھی تو اِس بات کے معترف ہیں کہ خدا عالم اور محیط جمیع معلومات پر قادر ہی، اور اشعری سے صرف اسی بات میں اختلاف ہی کہ وہ عالم بالذات ہی یا بصفتہ قایمتہ فی الذات، پھر ان اختلافوں میں کیا فرق ہے۔ اگر وہ یہ کہے کہ ہم معتزلی کو اِس لئے کافر بتاتے ہیں کہ وہ یہ کہتا ہے کہ خدا ذات واحد ہے اور اوسی ذات واحد سے علم و قدرت وحیات ہی، اور یہ مختلف صفتیں مختلف حقایق ہیں، اور حقایق مختلفہ کو ذات واحد کہنا یا سب کو ذات واحد ٹھہرانا ناممکن ہے، تو وہ کیوں اشعری کے اِس قول کو مستبعد نہیں سمجھتا جبکہ وہ کہتا ہی کہ کلام ایک صفت ہے جو ذات باری میں قائم ہی، باوجودیکہ ذات باری واحد ہے اور کلام مختلف ہیں جیسیکہ توریت و انجیل و قرآن اور آمر و نہی، خبر دینا اور خبر چاہنا، اور یہ سب حقائق مختلفہ ہیں خبر کسطرح حقیقت واحدہ ہوسکتی ہے، جب کہ اوس پر صادق اور کاذب ہونیکا اطلاق ہوسکے اور جس پر نہ ہوسکے وہ کیونکر حقیقت واحدہ ہوسکتی ہیں، پھر وہ نفی و اثبات دونوں کو ذات واحد میں جمع کرتا ہی۔ پھر اگر وہ اوس کا جواب اٹ کاسٹ دینے لگے اور اوس کی حقیقت نہ بتا سکے تو جان لے کہ وہ محقق نہیں ہی نرا مقلد ہے، اوس کو چپ رہنا

نہیں اوبھارا اور تقلید نے اون کو قید نہیں کیا' بلکہ وہ اصل حقیقت کو جاننا چاہتی ہیں اور اوسی کے پیاسے ہیں' تو خود اپنے آپ سے اور اون سے پوچھ کہ کفر کی حد کیا ہی؟ پہر اگر وہ یہ کہیں کہ مذہب مشہورہ سے مخالفت کرنی کفر ہی' ایسے شخص کو تو محض کودن سمجھ' کہ اوس کو تقلید نے قید کر رکھا ہی' اور نپٹ اندہا ہی' اوس کے راہ پر لانیکو اپنی اوقات مت ضایع کر' اوس کے لئے تو یہی کافی ہی کہ اوسی کیسی بات سے جو اوس کا مخالف کہتا ہی اوس کو قایل کیا جا ے' کیونکہ وہ اپنے میں اور دیگر مذاہب کے مقلدوں میں جو اوس کے مذہب کے برخلاف ہیں کچھہ فضیلت نہیں پاتا - ایک شخص تمام مذہبوں میں سے اشعری کے مذہب کو مانتا ہے اور سمجھتا ہی کہ جو باتیں اشعری کے مذہب میں ہیں اون کی مخالفت کفر ہے' اوس سے پوچھو کہ تو نے کیونکر جانا کہ اشعری ہی کا مذہب حق ہی جس کی مخالفت کے سبب باقلانی کو کافر بتاتا ہی جس نے اللہ تعالی کی صفت بقا کی نسبت اشعری کی مخالفت کی ہی اور یہ سمجھا ہی کہ صفت بقا ذات باری سے کچھہ علیحدہ نہیں بلکہ عین ذات ہے' اور کیوں اوس نے اشعری کی مخالفت سے باقلانی کو کافر بتایا اور اشعری کو باقلانی کی مخالفت سے کیوں نہ کافر سمجھا اور کس لئے اوس نے اون میں سے ایک کو مذہب حق پر اور دوسرے کو باطل پہ مانا' اگر اس لئے کہ اشعری باقلانی سے پہلے تھا تو اشعری سے پہلے معتزلی اور اور لوگ تھے تو چاہئے کہ وہی حق پر ہوں' اور اگر علم اور سمجھ کی زیادتی سے' تو کس ترازو اور کس پیمانے سے اوس نے اون کے علم کے درجوں کو تولا اور ناپا ہی جس سے اوس کو معلوم ہوا کہ جس کا وہ مُقلد ہے' اوس سے بڑھکر کوئی نہیں ہے' اور اگر وہ باقلانی کو

اور اوس پر جو کچھ ہم نے لکھا اوس کو لوگ نہیں سمجھے اور سمجھے تو کفر و ارتداد اور نیچریت بمعنی دہریت سمجھے اگرچہ موقع تھا کہ ہم بھی وہی کہیں جو امام صاحب نے کہا مگر ہمکو ایسی جرأت نہیں ہے اور ہم صرف اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ ان ربی ھو اعلم بمن ضل عن سبیلہ وھو اعلم بمن اھتدی۔

اِس کے بعد ایک نہایت عمدہ اور سچا فقرہ امام صاحب نے لکھا ہے ا فرماتے ہیں کہ "جو شخص صرف کسی ایک ہی محقق پر راہِ حق کو منحصر کرتا ہی وہی کفر اور تناقض کے قریب ہوتا ہی کفر کے قریب تو اِس لئے ہوتا ہی کہ اوس نے اوس محقق کو ایسے نبی معصوم کا درجہ دیدیا ہی جس کی اتباع پر اسلام منحصر ہے اور جس کی مخالفت سے کفر لازم آتا ہی (اسی مطلب کو ہم نے اپنی تحریروں میں شرک فی النبوۃ سے تعبیر کیا ہی) اور تناقض کے قریب اِس لئے ہوتا ہے کہ ہر ایک محقق کو تحقیق لازم ہی اور تقلید اوس پر حرام ہے پھر کیونکر تحقیق و تقلید ساتھ ہو سکتی ہے، یہ تو ایسی بات ہے جیسیکہ کوئی کہے کہ تجھکو دیکھنا واجب ہے مگر جو بتایا گیا ہی اوس کے سوا کچھ مت دیکھ اور اوسی کو تحقیق سمجھ، اور جو چیز تجھکو مشتبہ بتائی گئی ہے اوسکو مشتبہ یقین کر پھر کیا فرق ہے اوس شخص میں جو کہتا ہے کہ صرف میرے مذہب کی پیروی کرو اور اوس شخص میں جو کہتا ہے کہ میرے مذہب اور میری دلیل دونوں کی پیروی کرو، اور یہ تناقض نہیں ہے تو اور کیا ہے"۔

اِس کے بعد امام صاحب اپنے دوست کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں کہ "اگر تو کفر کی حد جاننی چاہے تو میں تجھکو اوس کی صحیح نشانی جو سب جگہ اور ہر طرح ٹھیک آوے بتا دوں تاکہ تو لوگوں کو جبتک کہ وہ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر یقین رکھتے ہیں

اور اوس کے جواب میں بھی خاموش رہنا چاہیے کیونکہ مقلد کے سامنے دلیل کا لانا اور اوس کو سمجھانا بیفائدہ آہن سرد کوفتن ہے۔

یہ تقریر امام صاحب کی نہایت عمدہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، مگر اونہوں نے اوس کو نہایت محدود خیال کیا ہی، یہ تو ایک بڑا مضمون ہے صرف اشعری و باقلانی اور معتزلی ہی پر محدود نہیں ہے بلکہ ادیان مختلفہ سے بھی متعلق ہے، یہودی و عیسائی و مسلمان و مجوسی و برہمی سب کی نسبت یہی بحث ہی، ایک مسلمان کیوں صرف اپنے مذہب کو حق اور اپنے ہی کو ناجی اور سب مذہبوں کو باطل اور اون کے پیروں کو کافر بناتا ہی، اوس کا سبب بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ وہ اپنے متبوع پر اور اوس کے کلام پر پورا اعتقاد رکھتا ہی، مگر یہودی و عیسائی و مجوسی و برہمی بھی اسی طرح اپنے متبوع پر اعتقاد رکھتا ہی، جو دلیلیں ایک مذہب والا اپنے متبوع کے قابل اتباع ہونے کی اپنے ہی گروہ کی سند پر پیش کرتا ہے، وہی دلیلیں دوسرے مذہب والا اپنے ہی گروہ کی سند پر اپنے متبوع کے واجب الاتباع ہونیکی لاتا ہے، خواہ وہ دلیلیں اوس متبوع کی ذاتی عمدگی اور اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ رکھنے سے متعلق ہوں یا ذات باری سے تعلق خاص ثابت کرنے سے علاقہ رکھتی ہوں، خواہ ظہور معجزات و خرق عادات اور اظہار عجائبات پر مبنی ہوں، یہی سب سے بڑا مرحلہ ہے جو ہر ایک مذہب والے کو جو صرف اپنے ہی مذہب کے حق ہونیکا دعویدار ہے طے کرنا ہی۔ امام صاحب کو اس رسالہ میں صرف مذہب معین ہی کے فرق متعددہ سے بحث کرنی تھی اس لئے اونہوں نے اس بحث کو وسعت نہیں دی، ہماری کوشش اس میں ہے کہ ادیان مختلفہ میں سے مذہب حق کی تمیز کرنیکا طریقہ ظاہر کریں

نہیں ہے، کفر شرعی اور کفر مطلق دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں جنمیں عموم خصوص من وجہہ کی نسبت ہی، اور خلود فی النار صرف کفر مطلق کا نتیجہ ہے، اور وہ کفر صرف شرک حقیقی سے خواہ ذات میں ہو خواہ صفات میں خواہ عبادت میں متحقق ہوتا ہے نہ کسی دوسری چیز سے لانہ یغفر ما دون ذلك، فافہم۔

اِس کے بعد امام صاحب نے جو کچھہ لکھا ہی در حقیقت الہام ربانی معلوم ہوتا ہے، اور تحقیق کا ایک دریائے عمیق و شفاف دکھائی دیتا ہی، جو نہایت دلفریبی سے بہتا چلا آتا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ "جو بات ہمنے بیان کی وہ نہایت غور کے لایق ہے، ہر ایک فرقہ دوسرے فرقہ کی تکفیر کرتا ہے، اور اوس پر رسول کی تکذیب کی تہمت دھرتا ہی، حنبلی اشعری کو کافر کہتا ہے، اور یہ خیال کرتا ہی کہ اوس نے جو خدا کے لئے اوپر کی جہتہ ثابت کی ہے اور عرش پر خدا کا بٹھنا مانا ہے تو اوس نے رسول کی تکذیب کی ہے، اور اشعری حنبلی کو کافر کہتا ہے، اور خیال کرتا ہے کہ وہ خدا کی تشبیہہ کا قائل ہے، اور رسول نے تو کہا ہے لیس کمثلہ شئی اِس لئے وہ رسول کی تکذیب کرتا ہی، اور اشعری معتزلی کو اِس خیال سے کافر بتاتا ہے، کہ اوس نے خدا کے دیدار ہونے اور خدا میں علم اور قدرت اور دیگر صفات کے قایم فی الذات ہونے سے انکار کرنے میں رسول کی تکذیب کی ہے، اور معتزلی اشعری کو اِس خیال سے کافر بتاتا ہے، کہ صفات کو عین ذات نہ ماننا تکثیر فی الذات ہے، اور توحید ذات باری میں تکذیب رسول کی ہے۔ پس اِن جھگڑوں سے نکلنا جبتک کہ تکذیب و تصدیق کی حقیقت نہ سمجھی جاوے مشکل ہے"۔

ناحق کافر نہ کہے، اور اہل اسلام کے حق میں زبان درازی نہ کرے، گو کہ اون کے طریقے کیسے ہی مختلف ہوں - پس سمجھ لے کہ کفر، رسول اللہ صلعم کی تکذیب ہی۔ اور جو کچھ اون پر نازل ہوا ہے اوس کو جھٹلانا ہی- یہودی اور عیسائیوں کو کافر اسلئے کہتے ہیں کہ وہ رسول اللہ کی تکذیب کرتے ہیں اور برہمی اسلئے کافر ہیں کہ تمام رسولونکو جھٹلاتے ہیں، اور دہریہ بھی کافر ہیں کہ وہ رسولوں کو نہیں مانتے، کفر ایک حکم شرعی ہی جس کا مطلب خلود فی النار ہے، اور اوس کی پہچان بھی شرعی ہی کہ نص صریح یا قیاس سے جو نص پر مبنی ہو پہچانا جاتا ہی، یہود و نصارٰی کے حق میں نص موجود ہے، براہمہ و بت پرست اور زندیق اور دہریہ اونہی کے ساتھ ہیں، کیونکہ وہ رسول کی تکذیب کرتے ہیں اور جو رسول کی تکذیب کرتا ہی وہ کافر ہے، یہی عام علامت ہی جو الٹ پلٹ کر سب طرح ٹھیک آتی ہے ✦

اِس مقام پر امام صاحب نے بات کو خلط ملط کر دیا ہی، یہ ٹھیک ہی کہ کفر ایک شرعی حکم ہے اور منکر یا مکذبِ رسول کافر ہے، مگر شرعی کافر، پس ایک موحد جو پورا پورا ٹھیک طور پر کامل موحد ہی، مگر وہ نفس رسالت ہی کا منکر ہی اور اِس لئے کسی رسول کو نہیں مانتا اوس کا کفر بھی شرعی کفر ہے، مگر اوس پر خلود فی النار کا حکم دینا جیسا کہ اِس مقام پر امام صاحب نے بیان کیا ہی صحیح نہیں - موحد کے کفر پر کوئی نص وارد نہیں ہے، بلکہ برخلاف اوس کے نص آئی ہے، قیاس بھی جو نص پر مبنی ہو بلکہ مطلق قیاس بھی موجود نہیں ہے، انبیاء صرف خدا کی وحدانیت یقین دلانے کو اور اوسی کی عبادت کی ہدایت کرنیکو مبعوث ہوئے ہیں، اور موحد اوس پر کامل یقین رکھتا ہے - پھر اوس کے کفر مطلق پر قیاس بھی موجود

وحی والہام پہونچتا ہی جیسکہ حضرت مریم کو ایک آدمی کی صورت دکھائی دی تھی جسکی نسبت خدا نے فرمایا ہی "فتمثل لھا بشرا سویا" اور جیسکہ انحضرت صلعم نے جبرئیل کو بہت طرح کی صورتوں میں دیکھا ہی اور اصلی صورت میں صرف دو ہی دفعہ دیکھا ہے، اور جب کہ مختلف صورتوں میں دیکھا تہا تو صرف مثالی صورت تھی۔ اور جیسکہ کوئی انحضرت صلعم کو خواب میں دیکھتا ہے، آنحضرت نے فرمایا ہی کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو اوس نے مجھی کو دیکھا کیونکہ شیطان میری شبیہ نہیں بنتا۔ اور آنحضرت کے دیکھنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپکا جسم مطہر روضۂ مبارک سے نکلکر خواب دیکھنے والے کے پاس جاتا ہی اور اوس کو دکھائی دیتا ہی۔ بلکہ وہ دیکھنا اوس صورت کا ہی جو خواب دیکھنے والے کی حس میں ہی، باقی تحقیق اس حدیث کی اور کتابوں میں لکھی گئی ہے۔ اور اگر تجھکو ان باتوں پر یقین نہو تو خود اپنی آنکھ پر تجربہ کر کے یقین کر لے آگ کی ایک چنگاری ایک نقطہ کی برابر لے اور زور سے ہلا وہ تجھکو ایک آتشیں لمبا خط دکھائی دیگی، اوس کو چکر دے تو وہ ایک گول آتشیں دائرہ معلوم ہوگی حالانکہ نہ خط موجود فی الخارج ہے نہ دائرہ بلکہ صرف تیرے حس میں ہے، اور موجود فی الخارج تو صرف وہ نقطہ ہے۔

وجود خیالی۔ ان محسوس چیزوں کی صورت ہے جو ہمکو دکھائی دیتی ہیں جبکہ وہ ہمارے سامنے موجود نہوں، تم آنکھیں بند کیے ہی ہاتھی اور گھوڑے کی صورت اپنے خیال میں پیدا کر سکتے ہو گویا کہ تم اوس کو دیکھ رہے ہو اور وہ ہوبہو پوری صورت و شکل کا تمہارے سامنے موجود ہی، مگر موجود فی الخارج کچھ بھی نہیں ✤

وجود عقلی۔ ہر ایک چیز کی ایک حقیقت اور اوس کے لئے کوئی معنی یعنی غایت ہے۔ پس جبکہ عقل اوس شے کی غایت و مقصد کیطرف بلالحاظ اوس کی صورت ذاتی یا خیالی یا حسی کے منتقل ہوتی ہے تو اوس شے کا وجود وجود عقلی ہوتا ہے، مثلاً ہاتھ اوسکی ایک تو

اِس کے بعد امام صاحب تکذیب و تصدیق کی حقیقت اِس طرح پر تبلاتے ہیں
کہ کسی خبر کی تصدیق صرف اوس خبر ہی تک نہیں ٹھیرتی بلکہ مخبر تک پہنچتی ہے" اور
اوس کی حقیقت اوس چیز کے وجود کو تسلیم کرنا ہے جسکے وجود کی خبر رسول نے دی ہے
لیکن وجود کے پانچ درجے ہیں اور اونہی کے نہ جاننے سے ایک فرقہ دوسرے فرقے
کو کافر بتاتا ہے" اور وجود کے پانچ درجے یہ ہیں (۱) وجود ذاتی (۲) وجود حسی (۳) وجود خیالی
(۴) وجود عقلی (۵) وجود شبھی (شین اور بے کے فتح یعنی زبر سے) پس جس چیز کے وجود
کی رسول نے خبر دی ہے" اور جس نے اوس کے وجود کو اِن پانچوں قسموں میں سے
کسی قسم کے وجود سے تسلیم کیا ہے تو وہ اوس کی تصدیق کرتا ہے نہ تکذیب" اور اوس
کی تشریح مثالوں میں بتائی جاوے گی +

وجود ذاتی - حقیقی وجود ہوتا ہے جو خارج میں موجود ہو اور حس اور عقل اوس سے
اوس کو سمجھے جیسے کہ آسمان اور زمین اور جانور اور نباتات کا وجود ہے جو حقیقتاً موجود ہے
اور سب جانتے ہیں بلکہ اکثر اون سے بجز اونکے وجود کے اور کوئی معنی ہی نہیں سمجھتے +

وجود حسی - ایسا وجود ہوتا ہے جو آنکھ میں محسوس ہوتا ہے مگر خارج میں اوس کا وجود
نہیں ہوتا اوس کا وجود صرف حس ہی میں ہوتا ہے اور حس کرنیوالا ہی اوس کو دیکھتا ہے
اور کوئی دوسرا شخص اوسکو نہیں دیکھتا جیسے کہ مریض جاگتے میں بعض دفعہ طرح
بطرح کی صورتوں کو اسی طرح دیکھتا ہے جیسیکہ وہ اور تمام موجودات خارجی کو وجود
حقیقی رکھتے ہیں دیکھتا ہے حالانکہ اون کا وجود خارج میں کچھ نہیں ہوتا - بلکہ کبھی
انبیا اور اولیا اللہ کو صحت کیحالت میں اور جاگتے میں ایک خوبصورت شکل جو
فرشتہ کی خیال کیجاتی ہے دکھائی دیتی ہے - اور اوس کے ذریعہ سے اون تک

رکھا تھا کہ اون کی تعداد کا بھی اون کو ایسا ہی یقین تھا جیسا کہ زمین کا، اور جو کہ یہ غلط یقین کی ہوئی چیزیں نہ اون کو دکھائی دیتی تھیں نہ محسوس ہوتی تھیں اِس لئے کہدیا کہ "أدرکت بالحس والخیال اولم تدرک" اور یہ نہ سمجھے کہ جو چیز نہ ظاہرا دکھائی دیتی ہو نہ حس و خیال سے معلوم ہوتی ہو تو اوس کا وجود ذاتی مع التشخص کیونکر مانا جا سکتا ہے اور وہ شے کیونکر وجود ذاتی کی اون معنوں میں جو خود اونہوں نے بیان کئے ہیں مثال ہو سکتی ہے۔

وجود ذاتی کی نسبت زمین کی مثال بالکل صحیح ہے۔ سموات کے لفظ سے اگر یہی نیلا نیلا گنبد جو ہم کو دکھائی دیتا ہے مراد ہو گو اوس کی ماہیت کچھ ہی ہو تو بھی وجود ذاتی کی مثال دینے میں چنداں مقام تامل نہیں ہے، لیکن اگر اوس سے آگے بڑھو اور آسمان کا جسم یا جرم ایسا مانو جیسا کہ حکماء یونانی نے مانا ہے اور علماء اسلام نے بھی اوس کو تسلیم کر کر غلطی سے وہی مطلب قرآن کا بھی قرار دیا ہے تو اس میں کلام ہے، اور پھر کسی طرح سموات وجود ذاتی کی مثال نہیں ہو سکتی، اور اون کے ساتھ عدد کو بھی وجود ذاتی کی مثال میں داخل کرنا تعجب پر تعجب ہوتا ہے۔

عرش و کرسی کی تعریف یا اون کی صورت یا اون کے جسم کی حالت یا اونکی ماہیت خدا نے نہیں بتائی، اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ اون کے وجود کو وجود عقلی سے خارج کر کے وجود ذاتی کی مثال میں داخل کیا جاوے، پس یہ وہی گندا پانی ہے جو اس شفاف دریا میں ملگیا ہے۔

وجود حسی کی امام صاحب نے دو عمدہ مثالیں دی ہیں۔ پہلی مثال رسول خدا صلعم کا موت کی نسبت یہ فرمانا ہے کہ قیامت کے دن ابلق مینڈھے کی صورت میں موت لائی جاویگی اور دوزخ و بہشت کے بیچ میں ذبح کر ڈالی جاویگی، اِس پر امام صاحب

صورت موجودہ فی الخارج ہے جو اوس کا وجود ذاتی ہے۔ اور ایک اوس کا وجود حسی ہے اور ایک وجود خیالی ہے جس کی تفصیل اوپر بیان ہوئی، مگر اوسکے سوا ہاتھ کے لئے ایک معنے بھی ہیں جو درحقیقت اوس کی حقیقت ہی، اور وہ کیا ہی پکڑنی کی قدرت، اور یہی عقلی ہاتھ ہی، اور مثلاً قلم، اوس کی ایک صورت ہے مگر اوس کیلئے ایک معنی بھی ہیں، اور وہ کیا ہیں علوم کو نقش کر دینا، اور اِس امر کو بغیر اِس کے کہ قلم کو لکڑی یا نیزہ یا پریا اسٹیل کیصورت پر خیال کیا جاوے عقل تسلیم کرلیتی ہے، اور یہی اوس کا وجود عقلی ہے۔

وجود شبہی۔ (بفتح شین وبائے موحدہ) وہ ہی کہ نفس شے موجود نہو، نہ حقیقت میں اور نہ فی الخارج اور نہ فی الحس اور نہ فی الخیال اور نہ فی العقل، بلکہ ایک ایسی چیز موجود ہو جو اوسکی کسی خاصیت یا صفت میں مشابہ ہو۔ یہ ذرا دقیق بات ہی آیندہ مثال میں یہ بخوبی سمجھہ میں آویگی +

اِن پانچوں اقسام وجود کے بیان کے بعد امام صاحب اون کی مثالیں بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وجود ذاتی تو کچھہ تاویل کا محتاج نہیں ہی اوس سے تو یہی ظاہری وجود مراد ہوتا ہے اور اوس کی مثال میں فرماتے ہیں جیسے عرش وکرسی وسبع سماوات، جنکی خبر رسول صلعم نے دی ہے اور اون کے وجود سے اون کا ظاہری وجود مراد ہی اسلئے کہ یہ چیزیں فی نفسہ موجود ہیں خواہ وہ حس سے اور خیال سے جانی جاویں یا نہ جانی جاویں +

یہ اخیر فقرہ امام صاحب کا اور جو تمثیل کہ امام صاحب نے اِس مقام پر دی ہے یہ وہی تعلیمی اور تربیتی بندش ہے جو ٹوٹ نہیں سکی، تعلیم نے جو ابتدا سے اون کے دل پر آسمان کے جسم کا ایسا ہی یقین بٹھلا دیا تھا جیسیکہ زمین کا اِس لئے اونھوں نے مثال دینے میں آسمان اور زمین میں کچھہ امتیاز نہیں کیا۔ یونانیوں کی ہئیت نے اون کے سات عدد ہونیکا اور آٹھویں فلک ثوابت اور نویں فلک اطلس کا ایسا یقین دلا

ہیں وہ لبیک کہتا ہے اور پہاڑ اوس کو جواب دیتے ہیں اور خدا کہتا ہی لبیک ای یونس"
انحضرت صلعم کا ایسا فرمانا اسی پر مبنی ہے کہ حضرت کے خیال میں یہ صورت بندھگئی
تھی اسلئے کہ اس حالت کا وجود انحضرت صلعم کے وجود سے پہلے تھا اور وہ معدوم ہوگیا
تھا اور اوس وقت موجود نہ تھا +

اور یہ بھی ہوسکتا ہی کہ حضرت کی حس میں یہ حالت اسطرح پر آئی تھی کہ اوس کو دیکھتے
تھے جیسیکہ خواب دیکھنے والا صورتیں دیکھتا ہی لیکن یہ فرمانا کہ گویا میں دیکھتا ہوں اس
بات کا اشارہ کہ حقیقت میں دیکھنا نہ تھا اور اس سے غرض صرف مثال سے مطلب کا
سمجھانا ہی نہ خاص اس صورت کا ہونا بہرحال جو چیز خیال میں بندھ جاتی ہے وہ
دیکھنے ہی کی جگہ ہوجاتی ہے اور اس لئے وہ دیکھنا ہی ہوجاتا ہے +

وجود عقلی کی امام صاحب نے دو مثالیں دی ہیں۔ پہلی مثال رسول خدا صلعم کا
یہ فرمانا ہے کہ جو شخص سب سے اخیر کو دوزخ میں سے نکالا جاوے گا اوس کو دنیا سے
دس گنی جنت ملیگی۔ ظاہر میں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے عرض وطول سی
دس گنی جنت ملیگی اور یہ تفاوت حسی وخیالی ہے اور جب اس بات کا تعجب ہوتا ہی کہ
کیونکر دنیا سے باعتبار مساحت کے دس گنی ہوسکتی ہے' کیونکہ جنت تو آسمان پر ہی
جیسیکہ روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے' پھر آسمان میں دس گنی دنیا سے کیونکر جنت
سما سکتی ہے اسلئے کہ آسمان بھی تو دنیا ہی میں داخل ہے تو تاویل کرنیوالا اس تعجب کو
اس طرح دور کرتا ہی کہ اس تفاوت سے تفاوت معنوی اور عقلی مراد ہے نہ حسی وخیالی'
جیسیکہ کہتے ہیں کہ یہ موتی تو گھوڑے سے دس گنا ہے یعنی مالیت وقیمت میں جو عقلی
تفاوت ہی نہ گھوڑے کے قد وقامت سے جو حسی وخیالی تفاوت ہے۔

فرماتے ہیں کہ جو یہ دلیل لاتا ہی کہ موت عرض ہے، یا عدم عرض ہے، یعنی یا تو خود علیحدہ موجود نہیں ہے بلکہ مردہ میں پائی جاتی ہے یا زندہ میں جو حیات موجود ہوتی ہے اوسکے نہونیکا نام موت ہے، پس جبکہ وہ علیحدہ کوئی چیز نہیں ہے تو اوس کا مینڈھے کی صورت میں لایا جانا محال ہے، تو وہ شخص اِس حدیث کا مطلب یہ قرار دیتا ہی کہ قیامت میں لوگ ایسا ہوتا دیکھیں گے، اور اوس مینڈھے کیصورت کو جو وہ دیکھیں گے موت سمجھیں گے، اور یہ صرف اون کی حس میں موجود ہوگا نہ موجود فی الخارج - اور جو شخص اوس دلیل کو تسلیم نہیں کرتا وہ سمجھتا ہی کہ درحقیقت موت ہی مینڈھے کی صورت بنجاویگی اور وہی ذبح کیجاوے گی +

دوسری مثال وجود حسی کی رسول خدا صلعم کا جنّت کی نسبت یہ فرمانا ہے کہ مجھکو اِس چار دیواری کے چوڑان کے اندر جنّت دکھلائی گئی، پس جو شخص یہ دلیل لاتا ہے کہ تداخل اجسام محال ہے اور چھوٹی چیز کے اندر بڑی چیز نہیں سما سکتی، وہ اِس کے معنے یہ کہتا ہے کہ خود جنّت اوس چار دیواری میں نہیں چلی آئی تھی لیکن حس میں جنّت کی صورت بنگئی تھی گویا کہ وہ دکھائی دیتی ہے، اور بڑی چیز کا چھوٹی چیز میں دکھائی دینا غیر ممکن نہیں ہے جس طرح آسمان چھوٹے سے آئینہ میں دکھائی دیتا ہے اور اسطرح کا دکھلانا صرف خیال میں آنیسے بالکل جدا چیز ہے اور یہ تفرقہ اوس وقت سمجھ میں آجاتا ہے جبکہ آسمان کو آئینہ میں دیکھو اور جبکہ آنکھ بند کر کے اوس کا خیال کرو تو آئینہ میں آسمانکی صورت تخیّل کیصورت سے دوسری طرح پاؤگے +

وجود خیالی کی مثال امام صاحب نے رسول خدا صلعم کے اِس قول سے دی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ "گویا میں یونس ابن متی کو دیکھتا ہوں اوس پر دو قطوانی عبائیں

میں تناقض ہوتا ہے - ایک شے کے مختلف حیثیتوں سے متعدد نام ہوسکتے ہیں عقل کا نام عقل باعتبار اوسکی ذات کے' اور ملک بلحاظ اوس نسبت کے جو اوسکو خدا کیساتھ ہے اور خدا میں اور خلق میں واسطہ ہے' اور قلم اس لحاظ سے کہ اوسکے سبب الہام اور وحی سے علوم کا دلوں پر نقش ہوتا ہے نام رکھا جاسکتا ہے' اور یہ ایک ہی شے کے تین نام مختلف حیثیتوں کے لحاظ سے ہوئے' جیسیکہ جبریل کا نام باعتبار اوس کی ذات کے روح اور بلحاظ اون اسرار کے جو اوس کے سپرد کئے جاتے ہیں امین' اور بلحاظ اوس کی قدرت کے ذو مرۃ' اور باعتبار اوسکی قوت کے شدید القوی' اور باعتبار قرب ایسے اللہ کے مکین عند ذی العرش' اور مطاع اس لحاظ سے کہ بعض ملائکہ کا متبوع ہے کہا جاتا ہے - جو شخص کہ اس طرح پر قایل ہے اوس نے قلم اور ہاتھ کا عقلی وجود ثابت کیا ہے نہ حسی وخیالی - اسیطرح جو شخص اس بات کا قایل ہے کہ ہاتھ سے مراد صفات باری کی صفتوں میں سے ایک صفت ہے خواہ اوس سے اوس نے صفت قدرت مراد لی ہو یا اور کوئی وہ بھی عقلی ہاتھ کا مثبت ہے ٭

وجود شبہی (بفتح الشین والباء الموحدہ) کی مثال امام صاحب نے خدا کیطرف غصہ اور شوق اور خوشی اور صبر اور اسیطرح کی باتوں کی نسبت کرنیکی دی ہے' وہ فرماتے ہیں کہ مثلاً غضب اوسکی حقیقت دل میں خون کا جوش مارنا ہے اس مقصد سے کہ غصہ کر کے تسکین حاصل ہو اور یہ بات نقصان اور رنج سے خالی نہیں' پھر جس شخص کے نزدیک خدا کی نسبت ذاتی یا خیالی یا حسی یا عقلی طور پر غضب کو منسوب کرنا دلیل سے محال ثابت ہوا ہے تو وہ اوس سے ایک اور صفت کو مراد لیتا ہے جو غضب پر مبنی ہوتی جیسے ارادہ عقاب' اور ارادۂ عقاب اور چیز ہے اور غضب اور چیز ہے' لیکن اوسکی صفات میں سے ایک صفت کی قریب قریب ہے اور ایک اثر ہے جو غضب سے صادر ہوتا ہے' اور وہ خدا کی شان کے نامناسب نہیں ہے

اِس مثال میں تو امام صاحب نے صرف ملاّنا پن ہی برتا ہے، اونہوں نے بلا تنقیح اِس بات کے کہ فوق کے اور آسمان کے اور جنت کے اور دوزخ کے وجود سے منجملہ اقسام وجود کے جو اونہوں نے بیان کئے ہیں کونسا وجود متحقق ہے اِس حدیث کو مثال میں پیش کر دیا ہے، اور اوسی تعلیمی و تربیتی بندش سے بہشت اور دوزخ کے وجود کو منوا مالی کے باغ اور کلوا لوہار کی بھٹی کی مانند تسلیم کر لیا ہی فلیتعجب کل العجب۔

دوسری مثال رسول خدا صلعم کا یہ فرمانا ہے کہ چالیس دن تک خدا نے اپنے ہاتھ سے آدم کی مٹی کو گوندھا ہے جس سے خدا کے ہاتھ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ پس جس شخص کے نزدیک دلیل سے ثابت ہوا ہے کہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ ہونا محال ہے جو ایک عضو محسوسہ اور متخیلہ ہے تو وہ شخص اللہ کے لئے عقلی ہاتھ ثابت کرتا ہے یعنی جو حقیقت اور غایت ہاتھ کی ہے وہ خدا میں ثابت کرتا ہے نہ ہاتھ کی صورت، اور ہاتھ کی حقیقت کیا ہے؟ پکڑنا، اوس سے کام کرنا، دینا، چھین لینا، جو بواسطہ ملائکہ ہوتے ہیں، رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ خدا نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا اور کہا کہ تیرے واسطے سے دونگا اور نہ دونگا، اور اِس سے عقل کا عرض ہونا یعنی ذی عقل میں قایم ہونا نہیں پایا جاتا جیسا کہ متکلمین نے خیال کیا ہی کیونکہ ممکن نہیں ہے کہ عرض یعنی وہ چیز جو ایک دوسری چیز میں قایم ہو سب سے اوّل مخلوق ہو بلکہ اوس سے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ مراد ہو سکتا ہے جس کا نام عقل ہے اِس حیثیت سے کہ وہ اشیاء کی ذاتی باتونکو بغیر سکھائے جانتا ہی۔ اور اوسیکا نام قلم ہے اِس حیثیت سے کہ وہ انبیاء اور اولیا اللہ اور تمام ملائکہ کے لوح دل پر حقایق علوم کو وحی و الہام سے نقش کر دیتا ہی۔ ایک اور حدیث میں آیا ہی کہ سب سے پہلے قلم کو خدا نے پیدا کیا، پس اگر عقل و قلم کو ایک نہ مانا جاوے تو دونوں حدیثوں

بلا انتہا دریا اسی قسم کی مثالون کا اس چشمہ سے جس کو امام صاحب نے کھولا ہی بہہ سکتا ہی +
مگر اخیر کے دو لفظ امام صاحب کے سخت گرفت کے قابل ہیں، اور صرف گرفت ہی کے قابل نہیں
ہیں بلکہ غلط بھی ہیں ۔ وہ اسطرح پر معنی قرار دینیکو جس طرح پر بیان ہوا تاویل کہتے ہیں، تاویل کے
معنی اونہوں نے نہیں بیان کئے، مگر اونکے سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہی کہ جن الفاظ کے ظاہری
معنے بدلیل مستحکم درست نہ ٹہیر سکتے ہوں تو اوسکے دوسرے معنی لئے جاویں اور تاویل کیجاوے
تاکہ قول قایل صحیح ہوجاوے، جسکا منشا یہ نکلتا ہی کہ بغرض تصحیح قول قایل وہ تاویل کیگئی ہی،
اگر یہی مطلب امام صاحب کا ہو تو یقینی غلط ہے اور خدا و خدا کے رسول کے کلام کو ایسا
سمجھنا مساوی تکذیب کے ہی جسکو اونہوں نے کفر اور ہم نے کفر شرعی قرار دیا ہی ۔ تاویل کے
معنے اگر صرف عن الظاہر کیلئے جاویں تو میں اوسکو تسلیم کرتا ہوں، اور اگر اوسکے معنی صرف
عما قال القایل کیلئے جاویں تو میں اوسکو کفر شرعی سمجھتا ہوں ۔ ایک شخص نے کہا کہ زید اسد
اور لفظ اسد سے قایل کی مراد تھی کہ زید شجاع ہی، تو اب ہم جو اسد کے معنی شجاع کے لیتے ہیں
وہ درحقیقت تاویل نہیں ہی، کیونکہ ہم نے وہی معنے لئے ہیں جسکے لئے قایل نے یہ لفظ بولا
تھا، اور اسطرح پر معنے لینے کو تاویل کہنا حماقت میں داخل ہی، کیا فرق ہی اس میں کہ ایک
شخص نے شجاع کیلئے اسد کا لفظ اختیار کیا ہی اور ایک شخص نے شمس کا اپنے بیٹے کے لئے،
شمس سے تو حیوان ناطق مع ہذا لتشخص مراد لینا تاویل نہ ہوا اور اسد سے شجاع مراد لینا تاویل ہو،
ہم جو خدا اور خدا کے رسول کے کلام کے معنی بیان کرتے ہیں بیقین کامل سکتے ہیں
کہ خدا و خدا کے رسول نے اونھی معنوں میں وہ الفاظ بولے ہیں، اور موافق او مخالف
دونوں کو دلیل سے اوسکا ثبوت دیتے ہیں ۔ موافق یعنی اہل اسلام سے صرف اسی قدر کہتے
ہیں کہ تم خدا اور رسول کو برحق اور اون کے کلام کو سچ اور غلطی سے پاک بیقین کرتے ہو

اِن پانچوں قسم کی وجود کے بیان کرنیکے بعد امام صاحب فرماتے ہیں کہ جس شخص نے شارع کی اقوال کو اِن قسموں میں سے کسی قسم پر تسلیم کیا تو وہ شارع کے قول کا تصدیق کرنیوالا ہی نہ تکذیب کرنیوالا، تکذیب جب ہی ہوگی جب وہ اِن سب قسم کی معانی و مرادسی انکار کرے اور یہ گمان رکھے کہ جو کہا ہی اوس کے کچہہ معنے نہیں ہیں اور وہ کذب محض ہے اور قایل کی غرض دھوکہ دینا ہی یا دنیاوی مصلحت اور یہ محض کفر اور زندقہ ہے۔ اور تاویل کرنیوالوں کو جبتک کہ قانون تاویل کو پکڑے ہوئے ہیں جس کا ہم آگے بیان کریں گے کفر لازم نہیں ہوتا۔

اب ہم پوچھتے ہیں کہ بموجب اس تشریح کے جو امام صاحب نے بیان کی کیا وجہ ہی کہ جو لوگ اثبات کا اقرار کرتے ہیں کہ "الاخبار من الجنۃ والنار حق" مگر اونکی نزدیک دلیل سے ثابت ہوا ہی کہ جنّت و دوزخ منوا مالی کا سا باغ اور کلو الوہار کیسی بھٹی نہیں ہوسکتی اور اِس لئے وہ اوسکا وجود شبہی قرار دیتے ہیں، پھر وہ کیوں کافر ہیں ؟

وہ لوگ جنکے نزدیک کسی دوسرے جسم غیر مرئی و غیر محسوس کا مغوی للانسان یا ہادی الانسان ہونا محال ثابت ہوا ہی۔ اور اِسلیئے وہ شیطان یا ملایک کے وجود خارجی کے منکر ہوکر اوسکا وجود فی نفس الانسان تسلیم کرتے ہیں، اور بعوض اسکے کہ عورت کے رحم میں ایک مصور فرشتہ گھسا ہوا سمجہیں قوت مصورہ ہی پر ملک کا اطلاق کرتے ہیں کیوں کافر ہیں ؟

جو لوگ کہ لوح محفوظ کو لڑکوں کیسی تختی اور قلم کو نیزہ یا پھٹیرے کا قلم نہیں سمجھتے بلکہ اوسکا وجود عقلی تسلیم کرتے ہیں۔ وہ کیوں کافر ہیں ؟

جو لوگ کہ وحی من اللہ میں کسی دوسرے کیواسطے کو بدلائل محال سمجھتے ہیں اور وہ اوسی قوت کو جو انبیا میں ہی جس کے سبب اون پر نزول وحی ہوتا ہے اور جسکو ملکہ نبوت سی بھی تعبیر کیا جاتا ہی، جبریل امین تسلیم کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ الجبریل حق وہ کیوں کافر ہیں ؟ علاوہ اسکے

جب تک ہمارے مسائل کا یا ہمارے مذہب کا پابند رہیگا اوسوقت تک اوسپر کفر لازم نہوگا لیکن
فرق ہی اشعری و معتزلی و حنبلی کی مخالفت کو گو کہ وہ ذات و صفات خدا ہی میں کیوں نہ ہو جب کفر
قرار نہیں دیا تو امام صاحب کے بنائے ہوئے قانون تاویل کی مخالفت سے کیوں کفر لازم آویگا پس یہ
وہی مثل ہوئی کہ فر من المطر و وقع تحت المیزاب کوئی شخص جسکو امام صاحب نے مؤول کہا ہے
جبتک کہ وہ تاویل کرتا ہی اور تکذیب نہیں کرتا کافر نہیں کہلایا جاسکتا گو کہ اوس کی تاویل کیسی ہی
غلط ہو۔ کیا کہو گے حضرت امام محی الدین ابن عربی کو جنکی تفسیر ایسی رکیک تاویلوں سے بھری ہوئی
ہے جسکے لئے کوئی قانون ہی نہیں، ھل ھو کافر نعوذ باللہ منہا۔

اسکے بعد امام صاحب فرماتے ہیں کہ مؤول کی تکفیر کیونکر ہو سکتی اہل اسلام کا کوئی فرقہ بھی
ایسا نہیں ہے جو تاویل کا محتاج نہوا ہو سب سے زیادہ تاویل سی پرہیز کرنیوالے امام احمد بن حنبل ہیں
اور اقسام تاویل سی سب سے بعید تاویل جس سے کلام اپنی حقیقت سے خارج ہو کر صرف مجاز و استعارہ ہی
رہجاتا ہی وہ وجود عقلی و شبہی سے تاویل کرنا ہے امام احمد بن حنبل ایسی بعید تاویل کرنے پر بھی مجبور
ہوئے ہیں، میں نے بغداد میں نہایت معتبر علماء حنبلی سے سنا ہی کہ امام احمد حنبل نے بالتصریح تین
حدیثوں کی تاویل کی ہے۔ پہلی حدیث یہ ہی الحجر الاسود یمین اللہ فی الارض اور دوسری یہ ہی۔ انی
لاجد نفس الرحمن من قبل الیمن (اور تیسری حدیث یہ ہی قلب المومن فی اصبعین من اصابع الرحمن)
اب دیکھو کہ امام احمد حنبل نے اون میں کیسی تاویل کی ہی جب اون کے نزدیک ان حدیثوں کے
ظاہری معنوں کے محال ہونے پر دلیل قایم ہوئی تو اونھوں نے فرمایا کہ بزرگوں کا عادتاً داہنا
ہاتھ چوما جاتا ہی اور حجر اسود کا بھی تقرباً الی اللہ بوسہ لیا جاتا ہے، تو وہ داہنے ہاتھ کی مانند ہوا نہ کہ
حقیقت میں داہاں ہاتھ ہی اور اسی مناسبت سے اوسکو خدا کا داہاں ہاتھ کہا گیا اور یہ تاویل وہی ہے
جسکو ہم نے وجود شبہی بتایا ہی اور جو تاویلوں میں بعید سے بعید تاویل ہی اب دیکھو کہ جو شخص سب سے زیادہ تاویل سے

پس اگر اِن الفاظ کے یہ معنی و مراد نہوں اور خدا اور رسول نے اون معنی و مراد میں انکا استعمال نہ کیا ہو تو دلیل مستحکم سے اون کا غلط اور جھوٹ ہونا ثابت ہوتا ہی جو تمہاری تسلیم کے برخلاف ہے، اِس لئے ضرور ہے کہ وہی معنے اور مراد خدا اور رسول کی ہی جو صحیح اور سچ ہی۔ مخالف کو یعنی اوس کو جو مذہب اسلام کو تسلیم نہیں کرتا دلیل سے، اور مقتضائے کلام انسانی سے، اور خود خدا و خدا کے رسول کے کلام کے سیاق سے، یا اوسی کی مثل دوسرے کلام سے ثابت کرتے ہیں کہ ان الفاظ کے یہی معنی خدا و خدا کے رسول نے لئے ہیں، ہم اوس کی تاویل نہیں کرتے بلکہ انہی معنوں و مراد میں خدا و رسول نے اون الفاظ کو استعمال کیا ہے۔ جب وہ کہتا ہی کہ تیرہ سو برس تک اور کسی نے بھی یہ معنی سمجھے ہیں تو ہم اوس کو "غیر بلید" کہتے ہیں، کیونکہ بالفرض ہزاروں برس تک کسی کلام کے صحیح معنوں پر کسی اسباب سے لوگوں کا غور نہ کرنا یا پے نہ لیجانا دوسری چیز ہے، اور کلام کا فی نفسہ صحیح ہونا دوسری چیز ہے۔ اِس کیلئے سیدھی راہ یہ ہی کہ اون لوگوں کے پے نہ لیجانیکے اسباب کو تفتیش کرے نہ یہ کہ کلام کے صحیح معنوں کو تسلیم نہ کرے، ولا ینجی احد من ھذہ الظلمات الا من شرح اللہ صدرہ للکمالات ۔

دوسرا لفظ وہ ہے جس سے امام صاحب نے قانون تاویل کیطرف اشارہ کیا ہی اور اوس قانون کو آگے بیان کیا ہے، ہم اوس قانون تاویل کے صحیح نہ ہونے پر بحث نہیں کرتے بلکہ امام صاحب نے جو شرط عدم کفر کو اِس قانون پر مشروط کیا ہی اوس پر بحث کرتے ہیں، ہم پوچھتے ہیں کہ وہ قانون تاویل بنانیوالا کون ہے ؟ امام صاحب ؟ اگر وہی ہیں یا اور کوئی انسان تو اِس بات کے کہنے میں کہ جبتک تاویل کرنیوالا ہمارے قانون تاویل کا پابند رہیگا اوس وقت تک اوس پر کفر لازم نہیں ہوگا۔ اور اسبات کے کہنے میں کہ جو شخص

اجسام ہیں جنمیں حساب لکھا جاتا ہی اور بطور اصطلاح کے اعمال کے لفظ سے اوسپر استدلال کیا ہے جو عرض ہیں یعنی اوس میں لکھے گئے ہیں پس اس صورتمیں اعمال کا وزن نہو گا بلکہ اوس چیز کا وزن ہو گا جسمیں اعمال لکھے گئے ہیں معتزلی میزانکی تاویل کرتے ہیں اور اوسکو ایسے سبب کا کنایہ قرار دیتے ہیں جس سے ہر ایک شخص کے اعمالکی مقدار ظاہر ہو جاوے اور یہ تاویل اعمال کو صحائف سے تاویل کرنیسے بھی زیادہ بعید ہی اس مقام پر یہ غرض نہیں ہے کہ ان تاویلوں میں سے کونسی صحیح ہی بلکہ اس بیانسے غرض یہ ہی کہ ہر فرقہ کو وہ کیسا ہی ظواہر آیات کا پابند رہا ہو اوس کو بھی تاویل کی ضرورت پڑتی ہے۔ صرف وہی شخص جو حد سے زیادہ جاہل و غبی ہو تاویل کرنا نچاہیگا اور کہیگا کہ حجر اسود حقیقتاً خدا کا داہنا ہاتھ دنیا میں ہے اور موت گو کہ وہ عرض ہو وہ سچ مچ کا مینڈھا بنجاویگی اور اعمال اگرچہ عرض ہیں اور معدوم بھی ہو گئے ہیں مگر وہ پھر ترازو میں آویں گے اور باوجود اون کے خود عرض ہونیکے اون میں اعراض مثل وزن وغیرہ کے پیدا ہونگے پھر جو شخص کہ جہالت کی اس حد کو پہنچ جاوے تو اوسکی نسبت کہنا چاہی کہ وہ عقل سے خارج ہو گیا۔

اسکے بعد امام صاحب قانون تاویل کو جسکا اوپر وعدہ کیا تھا بتاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تو نے جان لیا کہ یہ پانچ درجے تاویل کے جو بیان ہوئے اوسپر تمام فرقے متفق ہیں اور اون میں کوئی سی تاویل کرنی تکذیب رسول نہیں ہے اور اوسپر بھی اتفاق ہے کہ ان تاویلوں کا جائز ہونا اون کی ظاہری معنونکی دلیل سے محال ثابت ہونے پر موقوف ہی اور ظاہری معنی ہر ایک چیز کے جسکی خبر دیگئی ہے وجود ذاتی ماننا ہے جبکہ اوس کا وجود ذاتی ماننا متعذر ہو تو وجود حسی تسلیم کرنا ہے اور جبکہ اوس کا تسلیم کرنا بھی متعذر ہو تو وجود خیالی اور عقلی کا تسلیم کرنا ہی اگر اسکا تسلیم کرنا بھی متعذر ہو تو وجود شبہی و مجازی کا تسلیم کرنا ہی۔ ایک درجہ سے دوسرے درجہ میں تنزل کی جبتک کہ بوجہ دلیل نہو اجازت نہیں ہے ایسی حالت میں جو اختلاف ہوگا دلیل کے ٹھیک اور ناٹھیک ہونیکی نسبت ہو گا حنبلی کہیگا کہ ذات باری کو جہت فوق کے مخصوص کرنیمیں کوئی محال لازم نہیں آتا اشعری کہے گا

پرہیز کرتا تھا کسی بعید سے بعید تاویل پر مجبور ہوا۔ اسیطرح جب اون کے نزدیک خدا کیلئے حسّی انگلیوں کا ہونا محال ثابت ہوا تو اونکو انگلیوں کے مقصد سے تاویل کیا، اور یہ وہی تاویل ہی جسکو وجود عقلی بتایا ہی۔ انگلیوں سے وہ چیز مقصود ہی جس سے اشیاء کا اولٹ پلٹ کردینا ہوسکے انسان کا دل جس سے اولٹ پلٹ ہوجاتا ہے اوس کو کنایتاً خدا کی انگلیوں سے تعبیر کیا۔ اب دیکھو کہ امام احمد حنبل نے کس طرح ان تین حدیثوں کی تاویل کی، اون کے نزدیک ان تین حدیثوں کے سوا اور کسی حدیث میں استحالہ لازم نہیں آتا، وہ کچھ زیادہ غور کرنیوالے نہ تھے اگر زیادہ غور کرتے تو اون کو معلوم ہوجاتا کہ خدا کو فوق کیساتھ مخصوص کرنے اور اور چیزوں میں بھی جنکی وہ تاویل نہیں کرتے استحالہ لازم آتا ہی۔

جو کتاب ہمارے پاس موجود ہی اس مقام پر اوس میں غالباً کچھ عبارت ساقط ہوگئی ہی اسلئے کہ اوس میں صرف دو ہی حدیثیں ہیں تیسری حدیث نہیں ہی اور جسکو دوسری حدیث لکھا ہی اوس کی تاویل کا بیان نہیں ہی پس یقینی اس مقام سے کچھ عبارت ساقط ہوگئی ہی دوسرا نسخہ ہمارے پاس نہیں ہے جس سے مقابلہ کریں +

اس کے بعد امام صاحب لکھتے ہیں کہ قیامت سے متعلق امور میں اشعری تاویل نہ کرنے میں حنبلی کے قریب قریب ہیں، اونہوں نے سوائے چند کے اور سب امور قیامت کو اوس کے ظاہری معنوں میں قرار دیا ہی مگر معتزلہ سب زیادہ تاویل کرنیوالوں میں ہیں۔ باوجود اس کے اشعری بھی قیامت کے امور میں تاویل کے محتاج ہوئے ہیں جیسیکہ موت کے مینڈھے کیصورت میں لاکر ذبح کرنیکی مثال میں بیان ہوا۔ اعمال کے تولے جانے میں بھی اشعریوں نے تاویل کی ہے، اور کہا کہ صحایف اعمال تولے جاوینگے اور اللہ تعالیٰ اونمیں بمناسبت اعمال کے وزن پیدا کردیگا اور یہ تاویل وجود ذاتی کو وجود شبہی قرار دینا ہے جو ابعد التاویلات ہے کیونکہ صحایف تو ایسے

اوس کو دُرّوں سے ٹھونکدیا، اور ایک روایت میں ہے کہ امام مالک سے خدا کی استوا علی العرش سے سوال کیا گیا اونہوں نے کہا کہ استوا کے معنی معلوم ہیں، اور اوس پر ایمان لانا واجب ہے، اور اوس کی کیفیت لامعلوم ہے اور اوس سے سوال بدعت ہے ❖

یہ جو کچھ امام صاحب نے بیان کیا رکاکت سے خالی نہیں، قانون جو اونہوں نے بتایا عمدہ وسنجیدہ ہے مگر خدا و خدا کے رسول کے کلام کیلئے ایسا قانون قرار دینا ٹھیک نہیں ہے، اِس قانون کے تو یہ معنی ہیں کہ ہمکو خواہ مخواہ ایک شخص کے کلام کو درست کرنا اور صحیح بتانا ہے، پس اگر اوس کے ایک معنی نہیں بنتے تو دوسرے معنی لیتے ہیں، جب دوسری نہیں بنتی تو تیسرے معنی لیتے ہیں، اور علی ہذا القیاس، خدا و رسول کی کلام کیلئے ایسا قانون بنانا تو ایک ایسے نوکر کی مثال ہے جو اپنے آقا کی ہر غلط اور دور از قیاس بات کو صحیح پہلو پر ثابت کرنیکی کوشش کرتا تھا - خدا اور رسول کے کلام کے لئے تو خود اونہی کے کلام سے، اونہی کے منشاء و مراد سے اون ہی کے سیاق کلام سے، اونہی کی سیاق عبارت سے، اونہی کے اصول مقررہ سے، اونہی کے کلام کی تفسیر و مراد سے، اونہی کے کلام سے دلیل و برہان قایم کرکے، اسبات کا تحقیق کرنا ہے کہ اون الفاظ کے کیا معنی اور اونسے کیا مراد ہے، حقیقی یا مجازی یا استعارہ ذاتی یا حسی یا خیالی یا عقلی یا شبہی، پس جو تحقیق ہو وہی اوس کے حقیقی معنی یعنی مراد قایل ہے بلا تاویل و بلا رد و قدح کے، پس یہی اصلی قانون ہے جو پاک کلام سے متعلق ہو سکتا ہے ❖

العجب ثم العجب کہ امام صاحب نے ایسے شخص کو جو اس قسم کی بحثیں کرتا ہے ضال و مبتدع کہنا پسند کیا ہے، ضال یعنی گمراہ اوس کی نسبت اطلاق کیا جاتا ہے جو راہ حق سے گمراہ ہو گیا ہو، مگر ابھی تک اوس شخص میں اور اوس کے مخالف میں اس بات کا تصفیہ ہی نہیں ہوا کہ حق کسکی طرف ہے، اور اس لئے اُن دونوں میں سے کسی کو گمراہ کہنا صحیح و درست نہیں ہے ❖

کہ خدا کی رویت ہونے میں کوئی محال نہیں ہوتا، اور اون کے مخالف جو دلیلیں ونکے محال ہونیکی
پیش کرتے ہیں اونکو وہ دلیل کافی اور برہان قطعی نہیں سمجھتے خیر جو کچھ کہ ہو مگر یہ بات کیونکر لائق ہے
کہ ایک فریق دوسرے فریق کو کافر بتاوے باوجودیکہ اوس کو دلیل کے سبب سے غلطی میں پڑنا تسلیم
کرتا ہے۔ ہاں یہ بات ممکن ہے کہ اوس کو گمراہ اور مبتدع کہے۔ گمراہ اسلئے کہ جو راہ اوس کی نزدیک تھی
اوس سے بھٹک گیا۔ مبتدع اسلئے کہ اوس نے ایک بات نکالی کہ سلف سے اوسکی تصریح کرنیکا دستور
نہ تھا، کیونکہ سلف سے یہ بات مشہور ہے کہ خدا دکھائی دیگا پس یہ کہنا کہ نہیں دکھائی دیگا بدعت ہے
اور تاویل کرنا رویت کا بھی بدعت ہے۔ بلکہ جس شخص کے نزدیک یہ بات تحقیق ہو کہ رویت سے مشاہدۂ
قلبی مراد ہے تو اوس کو لازم ہے کہ اوس کا ذکر کسی سے نہ کرے اور کسی سے نہ کہے کیونکہ سلف نے اسکا
کبھی ذکر نہیں کیا مگر اس کہنے پر حنبلی کہیگا کہ خدا کا فوق پر ہونا سلف سے مشہور ہے اور اون
میں سے کسی نے نہیں کہا کہ خالق عالم نہ عالم سے ملا ہوا ہے اور نہ عالم سے جدا ہے اور نہ عالم کے
اندر ہے اور نہ عالم کے باہر ہے اور چھیوں طرفیں اوس سے خالی ہیں یعنی جہت سے مستغنی ہے،
اور اوس کی نسبت فوق کے ساتھ ایسی ہے جیسیکہ تحت کے ساتھ تو یہ کہنا بھی بدعت ہے
کیونکہ بدعت کے معنی نئی بات نکالنے کے ہیں جو سلف سے ماثور نہیں ہے۔ اِس بحث سے
تجھکو معلوم ہوا ہوگا کہ اِن باتوں کے لئے دو مقام ہیں ایک تو عوام خلق کا درجہ و مقام ہے،
ونکے لئے تو یہی بہتر ہے کہ جو کچھ ہے اوس کو مانیں، اور جو ظاہری معنی لفظ کے ہیں اوس کے
تغیر و تبدل سے قطعاً باز رہیں، اور اوس کی تصریح اور نئی تاویل سے جسکی تصریح صحابہ نے
نہیں کی باز رہیں، اور باب سوالات کو بالکل بند کردیں، اور اوس میں خوض کرنیسے ڈانٹ
دئے جاویں، اور کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ میں جو متشابہات ہیں اون کی متابعت
کریں۔ روایت ہے کہ حضرت عمرؓ سے کسی نے دو متعارض آیتوں کی نسبت پوچھا اونہوں نے

ہزاروں لاکھوں کروڑوں مسلمان ایسے ہیں جنکو حقیقت استوا اور حقیقت حشر و میزان و وزن اعمال معلوم نہیں مگر وہ اون سب پر دل سے یقین رکھتے ہیں اور نہایت عمدہ اور سچے اور سیدھے مسلمان ہیں، یہی حال استوا کے مسئلہ میں امام مالک کا ہوگا بحث اس میں ہے کہ جب مخالفین اس پر معترض ہوں یا خود کسی کے دل میں اسکی نسبت شبہ پیدا ہو تو اوس سے بھی یہ کہا جا سکتا ہو کہ والکیفیۃ مجہولۃ والایمان بہ واجب حاشا وکلا۔

عوام کی تعریف امام صاحب نے کچھ نہیں فرمائی۔ امام صاحب کے زمانہ میں معدودے چند لوگ ہوں گے جو دارالعلوم بغداد میں پڑھکر ملا کہاتے ہونگے اور اونہوں نے بھی صرف عربی لٹریچر اور فلسفہ یونانیہ میں کمال حاصل کیا ہوگا جو خود بہت سی غلط باتوں پر مبنی ہی باقی لوگ وہ ہونگے جو الف کے نام سے بھی نہیں جانتے ہونگے مگر ہمارے زمانہ کا حال ایسا نہیں ہی، عربی لٹریچر کا تنزل جہانتک کہو تسلیم کیا جا سکتا ہی مگر علوم کسی خاص زبان ہی میں مقید نہیں ہیں، اس زمانہ میں علوم کی ترقی اس درجہ پر پہنچگئی ہی کہ عوام کے لفظ کا اطلاق مشکل پڑگیا ہی، علوم حکمیہ اور ریاضیہ وطبعیہ نئے نئے پیدا ہو گئے، گلی کوچوں میں پھیل گئے، بے مبالغہ لاکھوں آدمی ہیں جو ہندسہ کو اقلیدس سے بہت زیادہ جانتے ہیں، لاکھوں آدمی ہیں جو فن تشریح کو بو علی سینا سے بہت بہتر جانتے ہیں، علوم طبعیہ نے ہزاروں چیزوں کی حقیقت کو ظاہر کر دیا ہی جو پہلے معلوم نہ تھیں، تمام دنیا کے مذہبوں کے امتحان کو بڑے بڑے لوگوں کے اقوال کے جانچنے کو کسوٹیاں موجود ہوگئی ہیں۔ پس اس زمانہ میں نہ وہ ذرہ کام آسکتا ہے اور نہ "والکیفیۃ مجہولۃ" کہنا۔ اس زمانہ میں جو شخص کسی باتکے سچ ہونیکا دعوی کرتا ہی گو کہ وہ مذہب ہی کیوں نہ ہو جبتک کہ اوس کا سچ ہونا ثابت نکردے سچ نہیں مانا جاتا۔ پس جو لوگ کہ اسلام کے طرفدار ہیں اونکا فرض ہے کہ اوس کو اون کسوٹیوں پر امتحان کے لئے حاضر کریں اور کامل امتحان اور علوم کی

مبتدع کہنا اوس سے بہی زیادہ تعجب کی بات ہی جو شخص کہ کسی امر کے حق ہونیکا دعوی کرتا ہے اور لوگوں کو اوس کا قبول کرنا اور یقین دلانا چاہتا ہی اوس کا فرض ہی کہ اپنے دعوے کے حق ہونیکو ثابت کرے، خدا نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا ہی قرآن مجید میں اون کے لئے جنکو مذہب اسلام کی دعوت کی ہی اور منکرین اور معترضین کے اسکات کیلئے اول سے آخر تک دلیلیں بھری پڑی ہیں، جسکے دلمیں خود خدشات پیدا ہوئے ہیں اوسکو خود اپنی تسکین کرنی واجب ہی پس ایسا امر جو خود خدا نے اختیار کیا ہی اور جس کے بغیر چارہ نہیں کسطرح بدعت ہو سکتا ہی +

حقیقت میں بھی بدعت کا اطلاق اِس پر نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کی نظیر خدا کی کلام میں موجود ہی، ہاں بہت سے امور ایسے ہیں جنپر اوس زمانہ میں بحث نہیں ہوئی کیونکہ پیش نہیں آئی تھی، اب کہ وہ پیش آئی ہیں اوسی نظیر سے اوس پر بحث کرنی ضرور ہے،

عوام کو امام صاحب اس بحث سے منع کرتے ہیں اور زجر و توبیخ فرماتے ہیں کہ چپ رہو اور اوسی پر یقین رکھو۔ اوّل تو یہی غلطی ہی کہ اون کو کہا جاتا ہی کہ اوسی پر یقین رکھو، یقین کرنا تصدیق قلبی کا نام ہے، پس جس شخص کو کسی بات میں شبہ ہے جبتک کہ اوس کا وہ شبہ نہ نکلجاوے، اوس کو تصدیق قلبی ہو کیونکر سکتی ہے حضرت عمر کی نسبت جو روایت لکھی ہے اوّل تو وہ یقین کے لایق نہیں ہے، اسلئے کہ اوسکے سچ ہونے کا ثبوت نہیں، اور اگر اوس کو واقعی تسلیم کیا جاوے تو امام مالک کیطرح ہم بھی اوسکی نسبت کہیں گے "والکیفیة مجهولة" کیونکہ حضرت عمر کے کسی فعل کی کیفیت کا مجہول ہونا ایمان میں کچھ نقصان نہیں لاتا، برخلاف اِس کے کہ عقائد اسلام میں سے کسی عقیدہ کا یقین تو لازمی اور ضروری بتایا جاوے اور اوسکی کیفیت کی نسبت کہا جاوے کہ "مجہولة" امام مالک نے کیفیت استوا کو مجہول بتایا اون کو معلوم نہوگی، اور اونکو باوجود اوسکی کیفیت نہ معلوم ہونیکی استوا پر یقین ہوگا۔ اِس زمانہ میں

سمجھنے میں اوس نے غلطی کی ہے نہیں ہوسکتی، کیونکہ یہ بات آسان نہیں ہے، برہان کیسی ہی ہو اور انصاف ہی سے لوگ اوسپر غور کریں، مگر تاہم اختلاف ہونا ممکن نہیں ہے، خواہ تو اس وجہ سے کہ بعضوں نے اوس کے تمام شرائط پر لحاظ نہیں کیا، یا بغیر کامل غور کے اور میزان برہان میں وزن کرنیکے صرف اپنی طبیعت ہی پر بھروسہ کرلیا ہے، جیسے کہ کسی شاعر نے عروض تو پڑھ لی ہو مگر اشعار وزن نہ کرے اور صرف طبیعت کے بھروسہ پر رہنے دے تو کچھ عجب نہیں کہ کبھی غلطی میں پڑجاوے، یا اون علوم کے اختلاف کے سبب سے جو برہان کیلئے بطور مقدمات کے ہیں، اسلئے کہ جو علوم برہان کیلئے بطور مقدمات کے ہیں کچھ تو اون میں سے تجربیہ ہیں اور کچھ تواتر یہ وغیرہ اور لوگوں کو تجربیات اور تواتر دونوں میں اختلاف ہوتا ہے۔ ایک کے نزدیک تو اوس میں تواتر ہوتا ہے اور دوسرے کے نزدیک نہیں ہوتا۔ ایک شخص تجربہ کرکے ایک بات کو مانتا ہے اور دوسرے کا تجربہ اوس کو نہیں مانتا۔ یا بوجہ مشتبہ ہوجانے قیاسی امر کے وہمی امر سے، یا بوجہ التباس کلمات مشہورہ کے اختلاف ہوتا ہے ✦

یہ تصریح امام صاحب کی بالکل سچ و برحق ہے۔ اور اہل اسلام کو ایک دوسرے کی تکفیر سے عمدگی سے منع کیا ہے اسکے بعد وہ فرماتے ہیں کہ بعض آدمی بغیر برہان کے اپنے گمان و وہم کے غلبہ سے تاویل کر بیٹھتے ہیں، مگر ہر جگہ اونکی بھی تکفیر لازم نہیں ہے، بلکہ دیکھنا چاہئے کہ کس چیز میں وہ تاویل کرتا ہے، اگر وہ تاویل مہمات عقائد سے متعلق نہو تو اوس کی تکفیر کرنی نہیں چاہئے جیسے کہ بعض صوفیہ کا قول ہے کہ حضرت ابراہیم کا چاند و سورج کو دیکھنا اور یہ کہنا کہ یہ میرا خدا ہے اون سے ہی چاند و سورج مراد نہیں ہیں، بلکہ اونہوں نے ملکوت کی چیزیں دیکھی تھیں، اور اون کی نورانیت عقلی تھی نہ حسی، اور بسبب تفاوت درجات کمال کے حضرت ابراہیم نے اونکو کواکب و شمس و قمر سے تعبیر کیا تھا، اور اوس کی دلیل یہ لاتے ہیں کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی شان سے بعید ہے کہ کسی جسم میں خدا ہونیکا اعتقاد کریں جبتک کہ اون کا غروب ہوجانا نہ دیکھ لیں، جسکا نتیجہ یہ ہے کہ

مقابلہ میں اوس کا حق ہونا ثابت کردیں و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

ہاں اتنی بات بیشک ہے کہ سایل کے فہم کے موافق جواب دیا جاوے اور اوسکی تسکین کیجاوے خدانے بھی بہت جگہ قرآن مجید میں ایسا ہی کیا ہی مگر یہ امر مجیب کی لیاقت سے علاقہ رکھتا ہی نہ سائل سے ایک دفعہ جناب مولانا مولوی محمد اسمعیل صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے وعظ میں جسمیں اونھوں نے اولیاء اور انبیاء سب سے نفی علم غیب کی تھی ایک شخص نے کہا کہ آپ تو فرماتے ہیں کہ اولیاء کو علم غیب نہیں ہوتا اور فلاں اولیاء اللہ نے لکھا ہی کہ اگر ساتوں زمین پر چیونٹی چلتی ہی تو مجھ خبر ہوجاتی ہے۔ مولانا نے اوس کی فہم کا اندازہ کرکے اوس کو جواب دیا کہ میاں کبھی اوتھوں نے اپنی بیوی سے یہ بھی پوچھا ہوگا کہ کھانا کیا پکا ہی' اسی سے معلوم ہوتا ہی کہ اون کو علم غیب نہ تھا۔

ایک دفعہ مولانا مرحوم سے ایک شخص نے حافظ کے اس شعر کے معنی پوچھے ۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| آں تلخ وش کہ صوفی ام الخبائثش خواند | | اشھی لنا و احلی من قبلۃ العذار | |

اور کہا کہ شراب کو ام الخبائث تو آنحضرت صلعم نے فرمایا ہی پس صوفی سے یہاں کیا مطلب ہی۔ مولانا نے جواب دیا کہ میاں ایک شاعر کا شعر ہے کچھ قرآن و حدیث تو نہیں ہے جسکی صحت کی فکر میں پڑے ہوجان لو اور سمجھ لو کہ بیجا کہا ہی۔ ہماری غرض یہ ہی کہ عامی ہو یا عالم اوسکے دل کا شبہہ مٹانا یا اوسکو اپنے دل کا شبہہ مٹانا واجب ہی' اور بغیر اس کے اوسکو تصدیق قلبی نہیں ہوسکتی اور جنکے دل میں کوئی شبہ نہیں ہے خواہ وہ عامی ہوں یا عالم اون سے کچھ بحث نہیں ہے ۔

اسکے بعد امام صاحب نے دوسرے درجہ کے لوگونکی نسبت نہایت عمدہ بحث لکھی ہی۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب اہل تحقیق کے عقائد ماثورہ اور مرویہ ڈگمگانے لگیں تو اون کو بقدر ضرورت بحث کرنے اور برہان قاطع کے سبب ظاہری معنوں کو ترک کردینا لایق ہی۔ لیکن ایک دوسرے کی تکفیر اس وجہ پر کہ جس امر کو اوس نے برہان قاطع سمجھکر ظاہری معنوں کو ترک کیا ہی اوسکے برہان

تو اون تاویل کرنیوالوں کی تکفیر لازم ہے جیسیکہ منکرین حشر اجساد و منکرین عقوبات حسیہ نے
اپنی ظنوں واوہام سے بغیر برہان قاطع کے اوسکو مستبعد سمجھا ہی پس اون کی تکفیر قطعاً واجب ہے
کیونکہ ارواح کے اجساد میں پھر آنیکی محال ہونے پر کوئی برہان قاطع نہیں ہی اور اوس پر بحث
کرنی دین میں نقصان عظیم ڈالتی ہے پس اون کی تکفیر واجب ہی +

اسی طرح اوس شخص کی بھی تکفیر واجب ہے جو کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ بجز اپنے آپے کی اور کچھہ
نہیں جانتا اس لئے کہ وہ بجز کلیات کے جزئیات کو جو اشخاص سے متعلق ہیں نہیں جانتا
ایسے شخص کی تکفیر اس لئے واجب ہے کہ اوس سے قطعاً تکذیب رسول صلعم لازم آتی ہی اور یہ
اوس قسم کی تاویلات میں سے نہیں ہی جنکا ہم نے ذکر کیا ہی کیونکہ قرآن اور حدیث کی دلیلیں تعمیم
حشر اجساد اور تعمیم علم باری پر نسبت ہر ایک بات کے جو ہوتی ہے حد سے متجاوز ہیں جنمیں کوئی
تاویل نہیں ہو سکتی اور وہ لوگ بھی اپنے اس قول کو تاویل نہیں کہتے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ معاد
عقلی کے سمجھنے کی عقل لوگوں میں عموماً نہیں ہے اور اس لئے خلق کی اصلاح اسی میں ہے
کہ لوگ حشر اجساد پر اعتقاد رکھیں اور یہ بھی یقین کریں کہ جو کچھہ ہوتا ہی خدا اوس کو جانتا ہی
اور اون کا نگہبان ہے تاکہ اس اعتقاد سے اون کے دل میں رغبت و ڈر پیدا ہو اور رسول
خدا صلعم کو اس طرح پر سمجھانا جائز ہے اور اگر کوئی شخص کسی کی بھلائی کیلئے خلاف واقع کوئی بات
کہے تو وہ کاذب نہیں ہے۔ مگر اسطرح پر کہنا بالکل غلط ہے کیونکہ وہ صریح جھوٹا کہنا ہی۔ اور جو
دلیل بیان کی ہے وہ اس بات کا بیان ہے کہ کیوں جھوٹ بولا ہی اور ایسی خصلت سے مطلق
منصب نبوت میں خلل لازم آتا ہی اور زندیق ہونیکا پہلا درجہ ہے۔ اور اعتزال اور زندقہ کے
بیچ بیچ میں ہی کیونکہ معتزلیونکی دلیلیں فلسفیونکی دلیلوں کیطرح پر ہیں بجز اس کے کہ معتزلی ایسے
عذر کے سبب سے رسول پر کذب جائز نہیں رکھتے بلکہ وہ ظاہری معنونکی جہاں اوس کے برخلاف

کہ اگر وہ غروب نہ ہوتی تو وہ اونہی کو خدا سمجھے رہتے اگر وہ خدا کو جسم میں ہونا محال نہ سمجھتے اور یہ دلیل بھی لاتے ہیں کہ پہلے ہی پہل اسی چاند و سورج و کواکب کو دیکھنا کیونکر کہا جا سکتا ہی اور جو کچھہ اونہوں نے دیکھا تھا وہ تو وہ چیز تھی جسکو پہلے ہی پہل اونہوں نے دیکھا تھا +

اِس کے بعد امام صاحب صوفیہ کے استدلال کی غلطی بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم کی نشان سے ایسے اعتقاد کو بعید قرار دینا ٹھیک نہیں ہی اس لئے کہ اونہوں نے چھٹ پن میں کواکب و شمس و قمر کو دیکھکر ایسا خیال کیا تھا اور چھٹ پن کے زمانہ میں ایسی شخص کے دلیں جو نبی ہونیوالا ہو ایسے خیالات کا آنا کچھہ بعید نہیں ہی خصوصاً جبکہ وہ فی الفور زائل ہو گئے ہوں اور کیا عجب ہی کہ اون کا غروب ہونا اونکے نزدیک اونکے حادث ہونے پر بہ نسبت اونکی جسمیت و مقدار کے زیادہ تر واضح دلیل ہو اور اونکا پہلے ہی پہل اونکا دیکھنا اوس روایت پر مبنی ہو سکتا ہے جسمیں بیان کیا گیا ہی کہ حضرت ابراہیم چھٹپن کے زمانہ میں ایک بھنرے میں مقید تھے اور آنکو وہیں سے نکلے تھے +

امام صاحب کی دلیلونکی رکاکت و لغویت اور مہمل قصوں پر اون کا مبنی ہونا اور ایسے بڑے عالم کا اِسطرح پر تعلیمی و تربیتی گڑھوں میں گر پڑنا خود اون کی دلیلوں سے ظاہر ہوتا ہی گو کہ صوفیہ کا استدلال بھی ایک بے معنی استدلال ہی و تجد تحقیق ھذا المقام فی تفسیر القرآن انشاء اللہ تعالی بہر حال امام صاحب اس قسم کی تاویلات کو اور جو تاویل کہ صوفیہ نے "اخلع نعلیک" "والق ما فی یمینک" کی نسبت نعلین و عصائے موسیٰ کے کی ہی اور جو تاویل کہ صوفیہ نے عجل سامری کی کی ہی اوس کو مہمات عقائد سے خیال نہیں کرتے اور اون کے استدلال کو ظنون و اوہام قرار دیتے ہیں تو برہان مگر اون کی تکفیر سے اِس لئے منع کرتے ہیں کہ وہ تاویل مہمات عقاید سے متعلق نہیں ہی +

اِس کے بعد امام صاحب نے کفر کا دروازہ کھولا ہے اور فرماتے ہیں کہ مگر اِس قسم کی تاویلیں جو اصول عقائد مہمہ کی نسبت کیجاویں اور ظاہری معنوں کو بغیر برہان قاطع کے تغیر کیا جائے

اجسام معدوم میں محال نہ ہو مگر جس شخص کے نزدیک اوس کا محال ہونا برہان سے ثابت ہوا ہو اور گو کہ برہان میں اوس سے غلطی ہوئی ہو اوس کی تکفیر کیوں واجب ہی *

حشر اجساد پر بحث کرنیکو جو اونہوں نے ضرر عظیم فی الدین قرار دیا ہے یہ بھی اون کی غلطی ہے بلکہ بحث نہ کرنا اور اوس کو درجہ تحقیق پر نہ پہونچانا ضرر عظیم فی الدین ہے۔ دنیا میں ایسے لوگ ہیں جو حشر اجساد و نعیم جنت و عذاب دوزخ پر جن لفظوں سے کہ وہ وارد ہیں یقین رکھتے ہیں وہ لوگ تو ضرور مباحثہ سے خارج و غیر متعلق ہیں انکے سوا دو قسم کے اور لوگ ہیں ایک وہ جو مسلمان نہیں ہیں اور خواہ اِس ارادہ سے کہ بعد تحقیق کے مسلمان ہوں یا اِس ارادہ سے کہ مذہب اسلام کا مہمل و غلط ہونا ثابت کریں مباحثہ کرتے ہیں دوسرے وہ لوگ جو مسلمان ہیں اور بسبب شیوع علوم حکمیہ و تحقیقات علوم طبعیہ کے جو امام صاحب کی زمانہ سے اب بہت اعلیٰ درجہ پر پہنچگئی ہے اور حد استدلال سے خارج ہوکر مشاہدہ عینی کے درجہ تک ثابت ہوگئی ہے اور ایسی سہل و عام ہوگئی ہے کہ جن لوگوں کو امام صاحب عوام کہتے ہیں وہ بھی اون کے عالم ہوگئے ہیں اور اون مسلمانوں کے دل میں حشر اجساد اور آلام ولذائذ معاد کی نسبت شبہات پیدا ہوئے ہیں اور وہ اعادہ ارواح کو اجسام معدوم میں محال سمجھتے ہیں اور معاد میں آلام ولذائذ کا ایسا ہی ہونا جیسا کہ دنیا میں آلام ولذائذ ہوتے ہیں محال قرار دیتے ہیں پس اون کے لئے اِن امور پر مباحثہ اور اوس کی حقیقت کو بیان کرنا نفع عظیم للدین ہی یا ضرر عظیم فی الدین۔ ایک کافر مسلمان ہونا چاہتا ہی بشرطیکہ اوس کو سمجھا دو کہ اسلام میں حشر اجساد اور آلام ولذائذ معاد کیونکر ہو سکتے ہیں۔ امام صاحب جواب دیتے ہیں کہ چپ بحث مت کرو اوس سے ضرر عظیم فی الدین ہی جن لفظوں سے آیا ہے اوسی پر یقین کرو۔ سید احمد کہتا ہی کہ کوئی لفظ اسلام کا ایسا نہیں ہے جسپر بحث سے کچھ اندیشہ ہو اور ہیچ تین

اون کو برہان ملتی ہے تاویل کر دیتے ہیں اور فلسفی جن چیزوں کی تاویل بعید یا قریب ہو سکتی ہی تاویل کردیتا ہی۔ زندیق مطلق اصل معاد کا عقلی ہو یا حسی منکر ہوتا ہے اور صانع عالم کو بھی سرے سے نہیں مانتا۔ مگر معاد عقلی کا ثابت کرنا اور آلام و لذات حسی کا نہ ماننا اور صانع کے وجود کا تسلیم کرنا اور اوسکے علم تفصیلی سے انکار کرنا وہ ایک مقید زندقہ ہی جسمیں ایک نوع تصدیق انبیاء کی پائی جاتی ہی*

اِس کے بعد امام صاحب لکھتے ہیں کہ جس حدیث میں یہ آیا ہی کہ" ستفترق امتی سبعًا و سبعین فرقۃ کلھم فی الجنۃ الا الزنادقۃ تو ظاہر اس حدیث سے امت محمدیہ کا یہی فرقہ مراد ہی کیونکہ حضرت نے امتی کا لفظ فرمایا ہی اور جو شخص کہ حضرت کی نبوت کا قایل ہی نہو اوس پر امتی کے لفظ کا اطلاق ہی نہیں ہو سکتا اور جو لوگ اصل معاد اور صانع کے منکر ہیں وہ نبوت کے بھی قایل نہیں ہیں بلکہ وہ سمجھتے ہیں کہ موت عدم محض کا نام ہی اور عالم بنفسہ بغیر صانع کے موجود ہی اور ہمیشہ چلا جاوے گا اور نہ خدا پر یقین کرتے ہیں اور نہ قیامت پر اور انبیاء کو دھوکہ دینے والا بتاتے ہیں ان پر تو امتی کا اطلاق ہو ہی نہیں سکتا پس اس امت کے زنادقہ کا مصداق بجز اون کے جنکا اوپر ذکر ہوا اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا*

یہی مقام ہے جہاں امام صاحب اپنی تقلیدی و تعلیمی و تربیتی بندشوں کو توڑ نہیں سکے اور اپنے کلام کے اختلاف کو بھی خیال میں نہ رکھ سکے۔ اونہوں نے فرمایا ہی کہ جو شخص مہمات عقاید میں بغیر برہان قاطع تاویل کرے اوس کی تکفیر واجب ہی اور اوس کی مثال حشر اجساد اور عقوبات کے ظاہری معنوں کے تاویل کی دی ہے*

برہان قاطع کی اونہوں نے اِس مقام پر بھی شرط لگائی ہے ورنہ خود لکھ آئے ہیں کہ برہان کو برہان قرار دینے میں بہت سے اسباب سے اختلاف رائے ہو سکتا ہی اور برہان کی غلطی کے سبب تکفیر نہیں چاہئے۔ پس اب یہ سوال ہے کہ گو امام صاحب کے نزدیک اعادہ ارواح

مہیا نہ کر سکینگے اور اگر اونہوں نے کیا بھی تو خبر احاد سے زیادہ رتبہ اوس کا نہ ہوگا۔ اور پھر اوس میں جو لفظ زنادقہ کا واقع ہوا ہے اوس سے مراد صرف امام صاحب کے خیال پر اور امتی کی لفظ سے استدلال کرنے پر جو امت دعوت اور امت اجابت دونوں پر اطلاق ہوسکتا ہی مبنی ہوگی اور ایسی ضعیف و مہمل و قیاسی بلکہ وہمی استدلال پر ایک شخص کو جو لا الہ اللہ محمد رسول اللہ پر یقین رکھتا ہے اور کہتا ہے الحشر حق وعلم اللہ حق وما جاء بہ رسول اللہ صلعم حق وان اختلف فی مرادہ کافر کہدیا جاوے گا" وما ھذا الا اثر من اثار التقلید ورجحان الطبیعۃ الی ما بلغنا من تعلیم دون التنقید"۔

اصل یہ ہے کہ جس شخص نے لا الہ الا اللہ پر یقین کیا اوس نے ذات باری کو جامع جمیع صفات و بری جمیع نقصانات سے یقین کیا ہے اور جس شخص نے محمد رسول اللہ پر یقین کیا اوسنے اون کو نبی صادق تسلیم کیا ہی اور ما جاء بہ کو حق مانا ہی پس اوس کے کسی قول سے اپنے قیاس کے مطابق ایک امر کا استنباط کرنا اور کہنا کہ اس سے تکذیب رسول لازم آتی ہے تفسیر القول بما لا یرضی بہ قایلہ ہے اور اوس تفسیر سے جسکو خود قایل قبول نہیں کرتا اوس کی تکفیر بہت بڑی غلطی اور نادانی ہے۔ ممکن ہے کہ اوس کی تمام تاویلوں کو اور تمام دلائل و براہین کو ظن و وہم و سفسطہ کہا جاوے مگر اوس کو کافر نہیں کہا جاسکتا پس کسی کلمہ گو کو کافر کہنا سخت گمراہی ہے "لا تکفر اھل القبلۃ" صحیح اور ٹھیک مذہب ہے۔

اس کے بعد امام صاحب نے تکفیر کے معاملہ میں ایک وصیت کی ہی اور ایک قانون بتایا ہے۔ وصیت تو یہ ہی کہ جہانتک ہوسکے اہل قبلہ کی تکفیر سے زبان بند رکھی جاوی جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قایل ہوں "غیر مناقضین لہا" مگر ہم اس آخیر فقرہ پر چند لفظ اضافہ کرتے ہیں کہ "غیر مناقضین لہا فی زعمھم لا فی زعم غیرھم مناقضت کے معنی

یہی خوبی ہے کہ اوسکو بحث سے اندیشہ نہیں ان دونوں میں کون شخص دین کو مضرت پہنچاتا ہے اور کون منفعت
ایک مسلمان اسلام کو تہرک کہتا ہے اس لئے کہ حشر اجساد اور آلام ولذایذ معاد جو اسلام میں ہیں
اوس کے نزدیک اون کا محال ہونا ثابت ہوتا ہے امام صاحب فرماتے ہیں کہ خاموش ایسی باتونسے
ضرر عظیم دین میں ہوتا ہے، سید احمد اوس کی حقیقت اور ماہیت سمجہانے کو مستعد ہوتا ہے پہر ان دونو
میں سے کون اسلام کی حقانیت پر زیادہ یقین رکھتا ہے +

سب سے مشکل مثال جو امام صاحب نے اس مقام پر دی ہے وہ نفی علم جزئیات کی ذات باری سے
ہے میں یہ نہیں کہتا کہ یہ اعتقاد صحیح ہے نہ میں اس مقام پر اوس کی حقیقت بیان کرنی چاہتا ہوں
مگر میں یہ پوچہتا ہوں کہ جن آیات واخبار سے امام صاحب قرار دیتے ہیں کہ خدا کو علم جزئیات کا ہونا
اون سے علانیہ ظاہر ہے آیا وہ بہی اون سے علانیہ ظاہر ہونیکا قایل ہے یا نہیں اگر ہے اور پہر
اوس سے انکار کرتا ہے تو بلاشبہ تکذیب رسول لازم آتی ہے اور اگر وہ قایل نہیں ہے اور ان
آیات واخبار سے اوس کے نزدیک خدا کو علم جزئیات ہونا ظاہر نہیں ہے گو کہ وہ اوس میں
غلطی پر ہو تو اوس کی طرف تکذیب رسول کیونکر منسوب کیجا سکتی ہے +

اس سے بہی زیادہ سخت اوس شخص کی مثال ہے جو رسول کو ترغیباً و ترہیباً بے سمجھ لوگوں کے
لئے معاد عقلی کو یا علم کلیات ذات باری کو، معاد جسمانی کے پیرایہ اور علم جزئیات کے طور پر بیان
کرنا جائز قرار دیتا ہے، اور باوجود اس کے رسول کیطرف کذب کی نسبت نہیں کرتا گو اوسکا
سمجہنا فی نفسہ غلط ہو مگر اوس کی طرف کیونکر خلاف اوس کے قول ویقین کے تکذیب رسول کی
نسبت کیجا سکتی ہے +

حدیث جو امام صاحب نے پیش کی ہے جسکی اور جسکے مانند اور حدیثوں کے الفاظ
مضطرب واقع ہوئے ہیں اوّل تو اوس کا ثبوت امام صاحب سے طلب کیا جاتا ہے جسکو

اوس کے انکار سے تکفیر کرنہیں تامل ہے کیونکہ یہ مسئلہ کہ اجماع حجت ہے مختلف فیہ ہے *

جس زمانہ میں کہ امام غزالی صاحب تھے اوس زمانہ کے اور اوسکے بعد کے زمانہ کے لوگوں پر یہ آفت چھائی تھی کہ لوگوں کے اقوال پر کفر کے فتوے دیتے تھے اور اونکے اقوال کا مطلب خود قرار دے لیتے تھے جو درحقیقت اوس قولکے قایل کا وہ مطلب نہیں ہوتا تھا۔ یہی آفت ہمارے زمانہ کے لوگوں پر بھی ہے اسی آفت کا نتیجہ ہے کہ لوگوں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی حضرت امام محی الدین ابن العربی حضرت شیخ احمد سرہندی اور اور بزرگ مسلمانوں کے اور خود امام غزالی کی تکفیر کے فتوے دے ہیں۔ اوسی تقلید میں امام غزالی بھی پھنسے ہوئے ہیں اور لوگوں کے اقوال کے الفاظ لیکر اور اونکا مطلب خود قرار دیکر تکفیر کو لازم قرار دیتے ہیں۔ کسی شخص کے قول پر گو ظاہر میں وہ کیسا ہی صریح ہو جبتک کہ خود قایل سے نہ پوچھا جاوے کہ اس قول سے تیرا مطلب کیا ہے ایا تو تکذیب رسول کرتا ہے ؟ اوسوقت تک اوس پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔ یہی مثالیں جو امام صاحب نے فرمائی ہیں اور جن کی نسبت اونھوں نے یقین کرلیا ہے کہ تکذیب شہادت رسول اور قرآن ہے اسی میں اونھوں نے کسقدر غلطی کی ہے۔ اب فرض کرو کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ خانہ کعبہ جو مکہ میں ہے وہ کعبہ نہیں ہے جسکے حج کا قرآن میں حکم ہے۔ وہ طلب کیا گیا اور اوس سے پوچھا گیا کہ اس قول سے تیرا مطلب کیا ہے اوس نے جواب دیا کہ میرا مطلب یہ ہے کہ جو خانہ کعبہ آنحضرت صلعم کے وقت میں تہا وہ نہیں رہا عبداللہ ابن زبیر کیوقت میں جلگیا پھر جب ابن زبیر نے بنایا اوسکو حجاج نے ڈھا دیا اب یہ خانہ کعبہ وہ نہیں ہے۔ پس اگر وہ اپنے قول کا یہ مطلب بیان کرے تو اوس کے قول سے انکار شہادت رسول جسپر بنائے تکفیر امام صاحب نے قایم کی ہے لازم نہیں آتی پھر کسطرح مجرد قول پر امام صاحب تکفیر کو لازم ٹہیراتے ہیں۔ دوسری مثال میں اگر وہ مجرم یہ بیان کرے کہ آیات قرآنی حضرت عائیشہ صدیقہ کے حق میں نازل نہیں ہوئیں گو کہ وہ اوس میں غلطی

امام صاحب نے تکذیب رسول کے بتلائی ہیں خواہ وہ تکذیب کسی عذر کے سبب سے ہو یا بغیر عذر کے اسی لئے ہمنے یہ قید بڑھائی کہ وہ سمجھتے ہوں کہ اِس میں تکذیب رسول ہوتی ہے اور اگر اونکا یہ یقین ہو کہ اوسمیں تکذیب رسول نہیں ہے تو اونکی تکفیر نہیں ہوسکتی +

قانون تکفیر امام صاحب یہ بتلاتے ہیں کہ جن باتوں میں غور و فکر کی ضرورت ہوتی ہو وہ دو قسم ہیں - ایک تو اصول عقاید سے متعلق ہیں - اور دوسری فروع سے اور اصول ایمان کے تین ہیں ' ایمان باللہ و برسولہ و بالیوم الآخر' اور اوس کے سوا سب فروع ہیں - امامت کے معاملہ کو بھی اونہوں نے فروع میں داخل کیا ہے اور لکھا ہی کہ اوس کا انکار کوئی چیز نہیں ہے ابن کیسان اصل وجوب امامت کے منکر تھے اون کی تکفیر نہیں ہوسکتی اور وہ لوگ بھی جو امامت کو جزو ایمان قرار دیتے ہیں التفات کے لائق نہیں ہیں - لیکن اگر فروعات ہی میں کوئی شخص ایسی بات کہے جس سے تکذیب رسول لازم آتی ہو تو تکفیر لازم ہے - اسکی دو مثالیں اونہوں نے دی ہیں - پہلی مثال یہ ہی کہ اگر کوئی شخص کہے کہ خانہ کعبہ جو مکہ میں ہے وہ وہ کعبہ نہیں ہی جسکے حج کا خدا نے حکم دیا ہی تو یہ کہنا کفر ہی کیونکہ بتواتر رسول خدا صلعم سے اوس کے قول کے برخلاف ثابت ہوا ہے اور اگر وہ اوسپر رسول کی شہادت ہونیسے انکار کرے تو اوس کا انکار کچھ مفید نہیں ہے بشرطیکہ وہ نو مسلم نہو اور اوس کے نزدیک اوسکی ثبوت پر تواتر نہوا ہو

دوسری مثال اونہوں نے حضرت عایشہ پر بہتان کی دی ہے جو باوجودیکہ اوس بہتان کے غلط ہونے پر قرآن نازل ہو چکا ہی تو ایسا شخص بھی کافر ہے کیونکہ یہ ایسی باتیں ہیں کہ تکذیب اور انکار و تواتر اونکو لازم ہے - اور جو چیز کہ تواتر سے ثابت ہوتی ہے اوس سے انسان زبان سے تو انکار کرتا ہے مگر اوس کا یقین دل سے دور نہیں کرسکتا - ہاں یہ بات ہے کہ جو چیز خبر احاد سے ثابت ہوتی ہے اوس کے انکار سے تکفیر لازم نہیں ہے - اور جو چیز کہ اجماع سے ثابت ہوتی ہے

کہ کسیکے نزدیک) لیکن اگر عوام میں بیان کرنے سے اون کی کم فہمی کے سبب ضرر کا احتمال ہو تو اوسکا بیان کرنا بدعت ہی (لیکن اگر عوام ہی کے دلمیں وہ شبہات ہوں تو کیا کرنا چاہیئے) اور اگر برہان قاطع نہو اور دین میں ضرر نہو جیسیکہ معتزلی کا خدا کے دیدار سے انکار کرنا تو وہ بدعت ہی اور کفر نہیں ہے' اور اگر اوس میں ضرر ہو تو وہ اجتہاد کی محتاج ہے' ممکن ہے کہ تکفیر کیجاوے اور ممکن ہے کہ نہ کیجاوے' اور اسی قسم سے اون صوفیہ کا حال ہے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اون میں اور خدا میں ایسا درجہ تقرب پہنچ گیا ہے کہ نماز کا حکم اون پر سے ساقط ہوگیا ہے' اور مسکرات اور گناہ کی باتیں اور بادشاہ کا مال مار لینا اون کو حلال ہوگیا ہے' تو کچھ شک نہیں ہی کہ ایسا شخص قتل کر ڈالا جاوے' اگرچہ اوسکی نسبت خلود فی النار کے فتوے دینے میں تامل ہی' ایسے شخص کا مارنا سو کافر کے قتل سے بہتر ہی کیونکہ ایسے شخص سے بہ نسبت کافر کے ضرر فی الدین زیادہ ہے' +

اِس مقام پر تو امام صاحب نے اپنی تمام فضیلت اور امامت کو ڈبو دیا اور محض جاہلوں اور متعصبوں کیسی باتیں لکھی ہیں - خدا نے تو قتل انسان کی صرف قصاص میں یا مقاتلہ کی لڑائی میں اجازت دی ہی' امام صاحب نے کہاں سے اون کے قتل کا حکم نکال لیا ہی' ممکن ہی کہ ایسے صوفی کا جسکا ذکر امام صاحب نے کیا ہی (اگر کوئی ہو) تو مجنوں و مرفوع القلم تصور کیا جاوے یا پاگلخانہ میں بھیجدیا جاوے' قتل چہ معنی دارد -

اس کے بعد امام صاحب ایک قاعدہ بیان فرماتے ہیں اور گویا ہمارے شبہات کا جو ہم نے اوپر بیان کئے ہیں جواب ہے' اور ہم نہایت دل سے اوس پر متوجہ ہوتے ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ بعضی دفعہ کوئی شخص نص متواتر سے مخالفت کرتا ہی اور یہ گمان کرتا ہی کہ میں تاویل کرتا ہوں' لیکن جو تاویل کہ وہ کرتا ہی وہ زبان عرب میں نہیں ہے نہ بطور تاویل قریب کے نہ تاویل بعید کے' اور ایسی تاویل کفر ہے' اگرچہ تاویل کرنیوالا سمجھے کہ میں تاویل کرتا ہوں اور اوس کی مثال صوفیہ باطنیہ کا یہ کلام ہے کہ اللہ واحد ہی اس معنی کر کہ وحدۃ کو دیتا ہے اور پیدا کرتا ہے' اور عالم ہے اس معنی کر کہ علم کو دیتا ہے اور دوسرے میں

پر ہو مگر اوس پر الزام انکار قرآن کیونکر لازم آتا ہے +

ایک مجلس علماء میں جناب مولوی اسمٰعیل صاحب مرحوم کی تکفیر کی نسبت گفتگو ہورہی تہی، ایک صاحب نے اونکی کتاب تقویۃ الایمان کے چند مقام پڑھے اور فرمایا کہ اس سے تحقیر واہانت رسول لازم آتی ہے، مینے عرض کیا کہ لازم آتی ہے یا اونہوں نے کی ہے، مولانا نے فرمایا جبکہ الفاظ اہانت پر دال ہیں تو قایل نے اہانت کی ہے اونکی مدلولات سے عدول کی کوئی وجہ نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ وجہ تو یہی کہ قایل ان الفاظ کا محمد رسول اللہ کا قایل ہے جسکی تصدیق تحقیر واہانت کی منافی ہے، پس قایل نے تو یقینی تحقیر واہانت نہیں کی مگر آپ اوس سے لازم گردانتے ہیں "وھذا فعلکم لیس فعل القایل" جو شخص کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تصدیق کرتا ہے اور اوس کے کسی قول سے انکار شہادت رسول یا انکار قرآن یا تکذیب رسول قرار دینا نہایت جہالت و محض نادانی ہے

اسکے بعد امام صاحب اون تین اصولوں کا ذکر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جس میں فی نفسہ تاویل نہیں ہوسکتی اور جو متواتر منقول ہے اور اوس کے خلاف پر برہان کا قایم ہونا متصور نہیں ہے اوسکی مخالفت محض تکذیب ہے جسکی مثال ہم نے حشر اجساد و جنت و نار و علم جزئیات باری کی دی ہے +

مگر یہ فیصلہ امام صاحب کا بہی صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ فی نفسہ تاویل کا نہو سکنا اور متواتر منقول ماننا اور اوس کے برخلاف برہان کا قایم نہو سکنا اختلاف رائے پر مبنی ہے۔ ممکن ہے کہ امام صاحب کے نزدیک کوئی امر ایسا ہو جسمیں فی نفسہ تاویل نہ ہوسکتی ہو دوسرے کے نزدیک ایسا نہو، اون کی نزدیک ایک امر متواتر نقل ثابت ہو دوسرے کے نزدیک نہو۔ اون کے نزدیک ایک امر کے برخلاف برہان کا قایم ہونا متصور نہو دوسرے کے نزدیک ہو، پس کسطرح ایک فریق دوسرے فریق کی تکفیر کرسکتا ہے +

اس کے بعد امام صاحب ارقام فرماتے ہیں کہ جس میں تاویل کا احتمال ہے گو کہ مجاز بعید سے ہو تو اوس کی برہان پر نظر ڈالنی چاہئے اگر وہ برہان قاطع ہو تو اوس کو ماننا چاہئے (یہاں بہی نہیں فرمایا

مگر تواتر کے جو معنی بیان کئے جاتے ہیں اور جو مثالیں دی جاتی ہیں اون میں کسی قدر تسامح ہوتا ہی امام صاحب نے بھی اوس تسامح کو رفع نہیں کیا۔ تواتر دو قسم پر منقسم ہو سکتا ہے ایک تواتر عام اور ایک تواتر خاص۔ تواتر عام وہ ہے کہ اوس کا متواتر ہونا کسی فرقہ یا قوم یا مذہب پر منحصر نہو جیسے وجود بلاد مشہورہ کا یا کسی شخص کا بحیثیت اوس کے ہونیکے اور تواتر خاص وہ ہے جو کسی فرقہ خاص سے متعلق ہو جیسے کسی شخص کا نبی ہونا یا قرآن کا قرآن ہونا۔ پس جو لوگ کہ تواتر سے استدلال کرتے ہیں وہ یہ نہیں کر سکتے کہ اپنے فرقہ کی تواتر کو تواتر تسلیم کریں اور دوسرے فرقہ میں جو بات تواتر سے ثابت ہوئی ہے اوس سے انکار کریں، پس تواتر خاص فرقۂ خاص کیلئے دلیل ہو سکتی ہے نہ عام کے لئے

پھر امام صاحب لکھتے ہیں کہ اجماع کو جاننا سب سے زیادہ مشکل ہے کیونکہ اوس کی شرط یہ ہی کہ اہل حل و عقد (جنکے معنی امام صاحب نے کچھ نہیں بتانے) ایک جگہ جمع ہو کر ایک بات پر صریح الفاظ سے اتفاق کریں اور پھر اوسی پر قایم رہیں اور تمام اقطار ارض سے اوسی پر بالفاظ صریح ہیں فتوے ہو جاویں اس درجہ تک کہ اوسکے بعد اوس سے اختلاف ممتنع ہو جاوے اسکے بعد یہ دیکھنا ہی کہ جو شخص ان تمام باتوں کے بعد اوس سے اختلاف کرے تو اوس کی تکفیر کیجاوے یا نہیں ؟

اگرچہ ایسے اجماع کا ثبوت جسکا ذکر امام صاحب نے کیا ہے نہایت مشکل قریب ناممکن کے ہی لیکن اس درجہ کا اجماع بھی جبکہ اجماع اوّل کے بعد اجماع ثانی برخلاف اوسکے ناجائز نہیں ہو سکتا، تو درحقیقت اجماع فی نفسہ کوئی حجت نہیں ہے اور نہ اوس سے کوئی مسئلہ شرعی قایم یا پیدا ہو سکتا ہے۔

اجماع مجموعہ آرا کا نام ہے اور جبکہ اوس کی افراد میں غلطی ہونے کا احتمال ہے

پیدا کرتا ہی اور موجود ہے اس معنی کر کہ اوس کے سوا بھی موجود ہیں، اور یہ معنی کہ فی نفسہ واحد اور موجود اور عالم کے اوصاف سے موصوف ہی نہیں ہیں، اور یہ صریح کفر ہے، کیونکہ لغت و کلام عرب میں ان لفظوں سے یہ معنی نہیں لئے جا سکتے، پس حقیقت میں یہ تکذیب ہی نہ تاویل +

ہم کو اس بات سی اس مقام پر بحث نہیں ہی کہ یہ تاویل صوفیہ کی صحیح ہے یا نہیں، بلکہ امام صاحب نے جو فتویٰ کفر دیا ہی اوس سے بحث ہی۔ کفر کے فتوے کی بنیاد اونہوں نے صرف اس بات پر رکھی ہی کہ لغت و کلام عرب میں ان لفظوں کے یہ معنی نہیں ہوسکتے مگر وہ اس بات کو بھول گئے ہیں کہ جو لغات عرب بطور نقل ہم تک پہنچے ہیں وہ خود ظنی ہیں اور فرا، و سیبویہ وغیرہ کی نقل سے پہنچے ہیں جسکی بحث مستوعب قاضی ابو الولید سے ہمنے اپنی تفسیر میں نقل کی ہے، پس ایسے امور ظنی پر تکفیر ایسے شخص کی جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتا ہی کیونکر کیجا سکتی ہے، بلا شبہ کہا جا سکتا ہی کہ اوسکا قول غلط ہی، جو تاویل وہ کرتا ہے اوس کے مساعد لغت عرب پایا نہیں گیا، مگر تکفیر کا حکم کیونکر ہو سکتا ہی، +

اسکے بعد امام صاحب ارقام فرماتے ہیں کہ تکفیر کرنیمیں چند باتوں کو دیکھنا چاہئے۔ اوّل یہ کہ جس نص شرعی کے ظاہری معنی چھوڑے گئے ہیں اوسمیں تاویل ہوسکتی ہی یا نہیں (کس کے نزدیک امام صاحب کے یا تاویل کرنیوالیکے) اور اگر تاویل ہوسکتی ہے تو وہ تاویل قریب ہی یا بعید اِس بات کا جاننا کہ کس میں تاویل ہوسکتی ہے اور کس میں نہیں ہوسکتی آسان نہیں ہی۔ اوس میں بجز اوس کے جو لغت عرب اور اصول لغت کا ماہر ہو اور عرب کے استعارات اور مجازات کے استعمال کو اور مثالوں کے طریقوں کو جانتا ہو اور کسیکو نہ پڑھنا چاہئے +

دوسرے یہ کہ۔ جو نص کہ چھوڑی گئی ہے وہ تواتر سے ثابت تھی یا احاد سے یا اجماع مجرد سے، اور اگر تواتر سے ثابت تھی تو شروط تواتر اوس میں تھیں یا نہیں، اور تواتر وہ ہے جس میں شک کرنا ممکن نہو جیسیکہ انبیاء کا ہونا اور مشہور شہروں کا ہونا۔

پانا چاہتا ہے غور کرنا فرض کفایہ ہے اور خود شکک کو شبہ مٹا لینا
یں نے اور کسی طرح اوس کا شبہہ دل سے نہ مٹ سکے ۔ ۔
رحمت بہت وسیع ہے اور تمام اُمت محمدیہ کو شامل ہوگی بلکہ
تعالیٰ رحمت سے محروم نہ رہیں گی گو کہ ایک لحظہ یا ایک
کے لئے آگ میں ڈالی جاویں ۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے زمانہ
ر ترک جو ملک روم اور ترک کی انتہا پر رہتے ہیں اور اون تک
م نہیں پہونچی وہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ رحمت خدا میں شامل ہونگے
یک تو وہ ہیں جنہوں نے محمد صلعم کا نام تک نہیں سنا وہ تو
یں جنہوں نے آنحضرت صلعم کا نام اور آنحضرت کی تعریف اور
کا حال سنا ہے اور بلاد اسلام کے قریب رہتے ہیں اور مسلمانوں نے
دوزخ میں رہیں گے ۔ تیسرے وہ لوگ ہیں جو ان دونوں
ون نے آنحضرت صلعم کا نام تو سنا ہے مگر آنحضرت کے اوصاف
ں سنا ہے کہ ایک جھوٹا مکار شخص جسکا نام ✝ تھا پیدا ہوا
بوت کیا تھا ۔ جس طرح کہ ہمارے بچے ابن مقنع کا نام سنتے ہیں
وت کا کیا تھا ۔ تو یہ لوگ قسم اوّل میں (امام صاحب کے نزدیک)
)
ب اس فرقہ کا ذکر کرتے ہیں جو مخلد فی النار ہوگا اور کہتے ہیں کہ اِس
مخلد فی النار ہوگا جس نے تکذیب رسول کی ہے یا رسول اللہ

✝ غالباً کے لبعد آنحضرت کا نام لکھدیا ہے مگر ہم نے ادباً نام نہیں لکھا ۔

تو اوس کا مجموعہ احتمال غلطی سے خالی نہیں ہوسکتا۔ اور جبکہ اجماع اول کے برخلاف اجماع ثانی ہوسکتا ہے تو اوّل اختلاف کرنیوالا کوئی ایک فرد ہوگا اور اسی فرد واحد کو اختلاف کرنا جائز ہو جاتا ہے، اور اجماع کا حجت ہونا قایم نہیں رہ سکتا، فافہم +

تیسری بات امام صاحب یہ لکھتے ہیں کہ اوس تاویل کرنیوالے کی نسبت دیکھنا چاہئے کہ اوسکے نزدیک بھی اوس امر میں تواتر ہے یا اوسکو تواتر کا ہونا معلوم ہوا ہی یا نہیں، اگر نہیں تو اجماع کی مخالفت کرنیوالا جاہل وخاطی ہی نہ تکذیب کرنیوالا، پس اوسکی تکفیر نہیں ہوسکتی۔

چوتھی بات یہ ہی کہ اوس برہان پر غور کیجاوے جسکے سبب سے وہ ظاہری معنوں کی تاویل کرنی چاہتا ہی، اگر برہان قاطع ہو (اسکا فیصلہ کون کرے ?) تو تاویل کی اجازت دی جاوے اگرچہ تاویل بعید ہی کیوں نہ ہو، اور اگر قاطع نہ ہو تو بجز تاویل قریب کے اجازت نہ دی جاوے۔

پانچویں یہ بات ہی کہ اوسکی بات پر غور کیجاوے، اگر وہ ایسی بات کہتا ہو کہ جس سے ضرر عظیم دین میں نہ ہوتا ہو بلکہ محض لغو وصریح البطلان ہو تو بھی تکفیر نہ کیجاوے +

یہ تمام امور جو امام صاحب نے بیان کئے ہیں بودی بودی باتوں پر مبنی ہیں، تکفیر کرنی یا نکرنی اس لایق نہیں ہے جسکی بنیاد ایسی باتوں پر مبنی ہو، بلکہ اوس کی بنیاد نہایت صریح اور مستحکم امور پر ہونی لازم ہے، اور وہ امر یا بالتصریح اقرار وحدانیت وتصدیق رسالت ہے یا انکار۔

اس کے بعد امام صاحب نے لکھا ہے کہ متکلمین کا یہ کہنا کہ جو لوگ عقاید شرعیہ کو معہ دلایل کے نہیں جانتے وہ کافر ہیں اون کا یہ کہنا محض غلط ہی، بلکہ جو لوگ اس قسم کی دلیلوں اور بحثوں کو نہیں جانتے اون کا ایمان اور یقین زیادہ مستحکم ہوتا ہے ہاں اس قدر صحیح ہے کہ دلایل مذہب پر اوس شخص کو جو ایمان پر مستحکم ہے اور اور ونکا شبہ مٹانا

جاہل ہوں یا عالم مہذب ہوں یا نامہذب لا الہ الا اللہ پر ایمان لانے کو مکلف کیا ہے اور
خلود فی النار صرف شرک حقیقی پر منحصر کیا ہے اور اوس کا سبب یعنی وجہ مکلف ہونے کی
ہر ایک انسان میں از روے فطرت کے ودیعت کی ہے جسکو ہم عقل سے تعبیر کرتے ہیں
اور ہمارے پرانے متقنن نے شجرۃ العلم سے اوس کو تعبیر کیا ہے مگر یہ ودیعت ہر ایک کو مساوی
ودیعت نہیں ہوئی اور اسی لئے ہر ایک کیلئے مکلف ہونیکے درجات بھی مختلف ہیں ایک
گروہ وہ ہے جس کے پاس یہ ودیعت اِس قدر قلیل ہے یا قلیل ہو جاتی ہے جو مکلف ہونے
سے بری اور مرفوع القلم ہونے میں داخل ہو جاتے ہیں - اور اِن کے سوا وہ ہیں جو بمقدار
اوس ودیعت کے مکلف ہونیکے درجات میں داخل رہتے ہیں *

تمام انسانوں کے حالات پر غور کرنے سے جو اب تک معلوم ہوئے ہیں ایسا ثابت ہوتا ہے
کہ اِن سب میں خدا نے ایک قوت رکھی ہے جو اپنی فطرت سے اور اون چیزون کے
اثر سے جو اون کے گردپیش ہیں اور اون واقعات سے جو اون پر گذرتے ہیں ایک قوی
اور سب سے برتر وجود کے وجود کا خیال اون کے دل میں پیدا ہوتا ہے اور اپنی بھلائی
و بُرائی اوس کے ہاتھ میں سمجھتے ہیں *

اِس لامعلوم وجود کے قرار دینے میں بھی درجات انسانوں کے از روے فطرت کے
مختلف ہوتے ہیں ایک گروہ ایسا ہوتا ہے کہ اوس لامعلوم وجود کے خیال کے سوا اور
کچھ اون کی سمجھ میں نہیں آتا اور اِس لئے وہ کسی اپنے سے اعلیٰ شخص کی بغیر اپنے اجتہاد
و سمجھ کی متابعت کرتے ہیں اور وہ ایسا کرنے میں مجبور ہیں کیونکہ اون کی سمجھ اوس لامعلوم
وجود کے اپنی فہم و فراست اور اجتہاد سے قرار دینے یا مختلف رائے کے اشخاص کی
رایوں میں تمیز کرنے سے فطرتاً معذور ہے اور آیندہ کی نسلیں جنکی خلقت فطرتاً اسی حد تک

کو بمصلحت جھوٹ بات کہنی جائز قرار دی ہے، اور باقی لوگوں میں سے جو مختلف اقوام و مذاہب کے ہیں اوس فرقہ کو مخلد فی النار تجویز کیا ہے جس نے آنحضرت صلعم کا نبی مبعوث ہونا اور آپ کے اوصاف اور معجزات اور خارق عادات مثل معجزہ شق قمر اور سنگریزوں کے سبحان اللہ پڑھنے کے، اور حضرت کی انگلیوں سے پانی بہ نکلنے کے، اور قران کے معجزہ کی جسکی مانند اہل فصاحت کہنے سے عاجز ہو گئے' بتواتر سنا ہے اور اوس پر متوجہ نہیں ہوا تو وہ فرقہ کافر مخلد فی النار ہے' مگر فرماتے ہیں کہ اوس میں اکثر اہل روم اور ترک جو بلاد اسلام سے نہایت دور رہتے ہیں داخل نہیں ہیں اور جو شخص ان باتوں کو سنکر تحقیق و دریافت میں بخوبی متوجہ ہوا اور قبل تمام ہونے تحقیق کے مر گیا تو وہ بھی مغفور اور رحمت اللہ علیہ میں داخل ہے۔

اِس مقام پر امام صاحب نے نہایت ملا پن برتا ہے اور عام ملانوں کی سی باتیں کی ہیں' جن کو دوزخی بنایا ہے اون میں بھی غلطی کی ہے اور جن کو بہشتی قرار دیا ہے اون میں بھی غلطی کی ہے۔ جن معجزات کا اونھوں نے ذکر کیا ہے اوّل تو اون کا خود اہل اسلام میں بتواتر ثابت ہونا ثابت کیا ہوتا۔ پھر دوسرے مذہب والے کے نزدیک اون کے بتواتر ثابت ہونیکے طریقہ کو بتایا ہوتا۔ پھر معجزہ فصاحت قرآن مجید کو اون اقوام پر جن کی اصلی زبان عربی نہیں ہے حجت ہونا ثابت کیا ہوتا' تب شاید ایک حصہ اونکی دلیل کا صحیح ہو سکتا تھا۔ اہل روم و ترک کے فرقہ اوّل و سویم کو جس دلیل سے بہشت میں داخل کیا ہے اُسکی کوئی وجہ ثبوت دی ہوتی تاکہ معلوم ہوتا کہ کس کنجی سے اون کیلئے بہشت کے دروازہ کا قفل کھولا ہے' ہم اون کی اِس تمام تقریر کو بودا اور محض نکما سمجھتے ہیں۔

ہمارے نزدیک خدا نے تمام جن و انس کو یعنی تمام انسانوں کو وحشی ہوں یا شہری

ہوئی ہے گو کہ بعد کو لوگوں نے اوس ذات واحد کے ماسوا کی پرستش اختیار کی ہو اور
کسی دوسری شے میں الوہیت کا یقین کیا ہو جو شرک حقیقی کے لوازم ذاتی میں سے ہے تو
ایسے فرقے کو میں خدا کی رحمت میں باوجودیکہ اوس کے بے انتہا وسیع ہونیکا مجھے
یقین ہے داخل نہیں کرسکتا۔

اِن ہی لوگوں میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جنکی قوت مدرکہ بچپن سے اور ابتداے عمر
سے ایسی تعلیم و تربیت کے بوجھ میں دب گئی ہے، یا معاشرت کی بندشوں میں بندھ گئی ہے،
جو ایمان باللہ اور اوس کی توحید فی الذات و فی الصفات و فی العبادت کے منافی ہے اور
اوس کے سبب سے اون کے دلمیں اوس لامعلوم وجود کے بتانیوالے کی یا اوس کے
یاد دلانیوالے کی بات نہیں سمانی یا سماتی ہے پر مانی نہیں جاتی۔ یا لاعلمی و ناسمجھی کے سہارے
اوسکے سمجھنے کی اور جو سمجھے ہیں اوس کے بوجھنے کی اور جو کرتے ہیں اوس کے کئے جانیکی معذرت
کیجاتی ہے، بلاشبہہ وہ قوت اون اسباب سے ضعیف ہوگئی ہے پر معدوم نہیں ہوئی، اور
اون میں فطرت نے ایک ایسی قوت دی ہے جو اوس بوجھ کو اوٹھا سکتی ہے اور اون
بندشوں کو توڑ سکتی ہے، اور اوس قوت مدرکہ کو اوس لامعلوم وجود بتانیوالے یا اوس کی
یاد دلانیوالے کی بات کے سمجھنے کے لایق کرسکتی ہے۔ پس اس فرقہ کو بھی میں خدا کی
رحمت میں باوجود اوس کے بے انتہا وسیع ہونیکے جگہ نہیں دیسکتا۔ شاید خدا کی رحمت اس سے
بھی وسیع ہو اور اون کو جگہ نہ دینا صرف میری ہی کم ظرفی ہو۔

ایک گروہ گو اوس کی تعداد کتنی ہی قلیل ہو ایسا ہوتا ہے کہ خود اپنے فہم و فراست اور
اجتہاد سے اوس لامعلوم وجود پر پہنچ سکتا ہے، اور کوئی منزل مقصود تک پہنچتا ہی کوئی
رستہ میں رہجاتا ہے، اور کوئی رستہ بھولجاتا ہے۔ مگر ان پچھلے دونوں فرقوں میں

کی ہے اوسی طریقہ میں اپنی زندگی بسر کرتی جاتی ہیں جس میں اونہوں نے اپنی پیشینیوں کو پایا تہا میں کچہہ شک نہیں کرتا کہ خدا کی رحمت انشاء اللہ تعالی اونکے حال پر ضرور شامل ہوگی اور جسقدر کہ فطرت نے اونکو دیا ہے اوس سے زیادہ کا محصول اُنسے طلب نکیا جاویگا۔

ایک گروہ ایسا ہے جو خود اپنی فہم و فراست و اجتہاد سے اوس لامعلوم وجود پر پے نہیں لیجا سکتا مگر اوس میں فطرتاً ایسا امر ودیعت ہوا ہے کہ وہ دوسرے کے سمجہانے اور بتانے سے اوس لامعلوم وجود کی طرف پے لیجا سکتے ہیں اور مختلف رائے کے اشخاص کی رایوں کو جو اوس لامعلوم وجود کی نسبت ہوں تمیز کر سکتے ہیں یہ قوت اکثر خارجی اسباب سے جیسے کسی فرقہ میں پیدا ہونے اور اونہی میں پرورش پانے اور بچپن سے اونہی خیالات کے سچ سمجہنے یا باہمی معاشرت کے اثر یا اشخاص خاص کے اعتقاد و غلو سے دبجاتی ہے مگر معدوم نہیں ہوتی۔ یہ فرقہ بلاشبہ ایسا ہے کہ اگر اونمیں کوئی ایسا شخص جو اوس لامعلوم وجود کو بتادے پیدا نہوا ہو اور نہ کسی نے اون کو اوس لامعلوم ہستی کو بتایا ہو تو میں کچہہ شبہہ نہیں کرتا کہ خدا کی رحمت انشاء اللہ تعالی اون کے حال پر بہی شامل ہوگی ✦

مگر یہ بات تسلیم نہیں کیجا سکتی کہ ایسے لوگوں میں کوئی شخص اوس لامعلوم وجود کا بتانیوالا پیدا نہوا ہو یا کسی نے نہ بتایا ہو اگر خدا نے اونکو ایمان باللہ پر مکلف کیا ہے اور فطرت ایسی دی ہے کہ بغیر کسی کے سمجہانے وہ اوسپر ایمان نہیں لا سکتے تو ضرور ہے کہ اون میں کوئی اوس بات کا سمجہانیوالا بہی ہوا ہو اور مناسب اوقات میں اوس سمجہانے والے کی تعلیم کو یاد دلانیوالے بہی ہوتے رہے ہوں۔ اس کا ثبوت مذہبی و تاریخی تحقیقات سے پایا جاتا ہے خدا نے فرمایا ہے کہ " لکل قوم ھاد " اور تاریخی تحقیقات سے ثابت ہے کہ ہر قوم میں کوئی نہ کوئی رفارمر یا پیغمبر گذرا ہے جسکی تعلیم کی بنیاد وحدانیت ذات باری پر قایم

ور موحد غیر مصدق رسالت کو مخلد فی النار نہیں کہتے

اِس قسم کی تقریر پر جو ہم نے کی امام صاحب نے ایک اعتراض کیا ہی کہ کفر و ایمان کی نسبت ایسی گفتگو کرنا گویا یہ کہنا ہے کہ ماخذ تکفیر عقل ہے نہ شرع' اور جاہل باللہ کافر ہے اور عارف باللہ مومن - مگر خون کا مباح ہونا اور خلود فی النار حکم شرعی ہے' اور قبل شرع اوس کے حکم شرعی ہونیکے کوئی معنے نہیں ہیں - اور اگر یہ مطلب ہو کہ شارع کے کلام سے یہ مطلب نکلتا ہی کہ صرف جاہل باللہ کافر ہے - تو صرف اسی امر میں کفر کا حصر کرنا ممکن نہیں - کیونکہ جاہل بالرسول اور بالیوم الآخرۃ بھی کافر ہے - اور جاہل باللہ سے اگر صرف اوس کے وجود وحدانیت کا انکار قرار دیا جاوے اور صفات کو علیحدہ کر دیا جاوے تو بھی غلط ہے - اور اگر صفات میں بھی خطا کرنیوالیکو جاہل باللہ و کافر کہا جاوے تو صفتہ بقا و صفتہ قدم اور کلام کو وصف زاید علی العلم اور سمع و بصر اور جواز رویت وغیرہ صفات کے نہ ماننے والے کو بھی کافر کہا جاویگا ؛

مگر اس مقام پر بھی امام صاحب نے اسطرح پر جیسے کوئی کھسیانا شخص لاجواب ہو کر خلط مبحث کر دیتا ہے خلط مبحث کر دیا ہے - یہ بات کہ کفر حکم شرعی ہے یا عقلی نہایت لغو اعتراض ہے - یہ ایک جدا بحث ہے کہ شرع مظہر حقایق اشیا ہے یا موجد حقایق اشیاء اور اس امر کو کفر و ایمان سے کچھ تعلق نہیں ہے - قایل کا قول نہایت صاف ہے اور وہ یہ کہتا ہے کہ تمام انبیاء نے مدار ایمان یا مدار نجات خدا کے ماننے اور اوس کے ساتھ شریک نہ کرنے پر منحصر کیا ہے' پس جو شخص اوس پر ایمان رکھتا ہے وہ مومن ہے' رسول کا انکار کفر شرعی ہے' کفر مطلق نہیں' اوس کے شریک نہ کرنیکا بھی سیدھا وصاف مطلب ہے کہ اوس کی مانند کوئی دوسرا وجود نہیں ہے' نہ ذات میں نہ صفت میں

وہ امر جس سے وہ اوس اول فرقے والے کی بات کو سمجھ سکیں اور اپنے خیالات سے اوسکا مقابلہ کریں ضرور موجود ہوتی ہے، پس ایسا نہ کرنے سے وہ خود اپنے تئیں خدا کی رحمت سے دور رکھنا اور اوس کی وسعت کو تنگ کرنا چاہتے ہیں، مگر پہلا فرقہ منجملہ خدا کی رحمت میں غریق ہونے والا ہے۔ اسی فرقہ کے اعلی درجہ کے لوگ وہ ہیں جنکو فہم و فراست واجتہاد کے سوا ایک اور چیز عنایت ہوتی ہے جسکو جبرئیل امیں یا ملکہ نبوت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ وہی لوگ ہیں جو دنیا میں انبیاء ہوئے ہیں۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ اون کو جو کچھ حاصل ہوا ہے وہ کسبی ہے اور انبیاء کو وہبی، بغیر اوس فن کے حاصل کئے اوس فن میں کامل ہوتے ہیں، خود اون کے دل میں وہ بات پیدا ہوتی ہے جس کو وہ وحی والہام قرار دیتے ہیں، کیونکہ بن جانے جانی جاتی ہے اور بن بلائے آتی ہے۔ یہ ایک فطرتی مناسبت ہے جو ہر ایک کام کے ساتھ انسانوں کو ہوسکتی ہے، جعفر زٹلی کو زٹل کے ساتھ، ایک شاعر کو شعر کے ساتھ، ایک نیچری کو نیچر کے ساتھ، مگر جس انسان کو یہ فطرتی مناسبت روحانی تربیت کے ساتھ ہوتی ہے اوسکو پیغمبر کہتے ہیں اور اوروں کو زٹلی اور شاعر اور نیچری، غرضکہ نبوت ایک فطری قوت ہے جو انبیا کے ساتھ پیدا ہوتی ہے جسکی تصدیق اس قول سے ہوتی ہے کہ "انا نبی وآدم بین الماء والطین۔

ہمارے کلام کے اور امام صاحب کے کلام کے مقصد میں بجز طرز بیان کے اور ایک آدہ بات کے چنداں فرق نہیں ہے، صرف ما بہ الافتراق یہ ہے کہ وہ مشرکین کو بھی جنکو نبی آخر الزمان صلعم کی خبر نہیں پہنچی یا بصحت نہیں پہنچی رحمت میں شامل کرتے ہیں اور جنکو پہنچی اور اونہوں نے تصدیق نہیں کی اونکو مخلد فی النار بتاتے ہیں، مگر ہم شرک سے کسی کی مغفرت خواہ اوس کو نبی آخر الزمان کی خبر پہنچی ہو یا نہ پہنچی ہو قرار نہیں دیتے

# معرفت ذات اللہ

نہ استحقاق عبادت میں، اور اِس اعتقاد سے یہ بحثیں کہ وہ ذاتؐ صفات کیسی ہیں، اوصفت بقا و قدم وغیرہ عین ذات ہیں یا ذات میں قایم ہیں، اور اوسکی صفت کلام وسمع وبصر وروئیت وغیرہ کی کیا حقیقت ہے، کچھ متعلق نہیں ہیں وہ ایک زائد و فضول مباحث ہیں اون کا بیان یا اون کی تاویل کسی طرح اور کسی معنی پر معہ اوس یقین کے کیجاوے نہ مخل ایمان ہے، اور نہ کوئی بیان اور کوئی تاویل باعث کفر اونکے بیان وتاویل میں جو اختلاف واقع ہو اوسکا نتیجہ صرف یہی ہے کہ باہم علماء ایک دوسرے کی تکفیر کیا کریں، مگر خدا اون میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتا، وھذا آخر کلامی وعلی اللہ اعتمادی۔
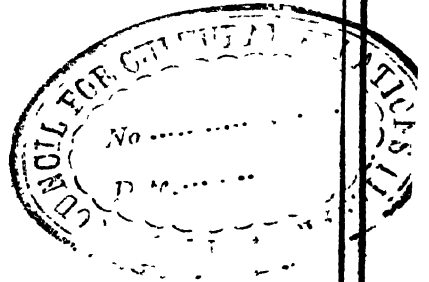
امام صاحب کے مذکورۂ بالا کلام میں ہیولیٰ اور صورت کا لفظ آیا ہے فلسفہ کی کتابوں میں ہیولیٰ
ور صورت کی بحث کو اِسقدر بڑھا دیا ہے کہ اونکے پڑھنے اور سمجھنے سے جی اوکتا جاتا ہے ہم مناسب
سمجھتے ہیں کہ مختصر طور پر اوس کو یہاں بیان کر دیں +

جسم دو چیزوں سے مرکب ہے ایک مادّہ سے دوسرے صورت سے۔ صورت مادہ کے
اتّصال یعنی اکٹھا ہوجانے سے بنجاتی ہے جس کو صورت طبعی کہتے ہیں اور جب اوس اکٹھا ہوئے
مادہ کے ٹکڑے کر دو جبکو فلاسفہ انفصال کہتے ہیں یا اور طرح پر توڑ مروڑ دو تو دوسری صورت پیدا ہوجاتی
ہے۔ پس اوسی مادّہ کا نام ہیولیٰ ہے اور اوسکی اتّصال کا نام صورت ہے اور چونکہ اتصال یا انفصال
کا محل وہی مادہ ہے پس مادہ بغیر صورت کے نہیں ہوتا اور صورت بغیر مادہ کے نہیں ہوتی +

(۴) وہ ایسا بھی نہ ہو کہ اوس کا وجود اوس کی ماہیت سے مغائر ہو بلکہ اوس کا وجود ہی
اوس کی ماہیت اور اوس کی ماہیت ہی اوس کا وجود ہو +

امام صاحب کے اِس کلام کی تشریح یہ ہے کہ علم فلسفہ میں یہ بات ٹھہر گئی ہے کہ جسقدر ممکنات
یعنی مخلوق یعنی پیدا کی گئی ہیں اونکا وجود جس کا نام فلاسفہ انیّتہ رکھتے ہیں جدا چیز ہے اور اونکی ماہیت جدا چیز
ہے۔ مگر واجب الوجود میں ایسا نہ ہونا چاہیے بلکہ اوسکی انیّتہ اور ماہیّتہ دونو کا متحد ہونا لازم ہے۔

(۵) اوس کا تعلق کسی دوسری چیز کے ساتھ اِس طرح پر نہ ہو کہ ویسا ہی تعلق اوس چیز کو
بھی اوس کے ساتھ ہو +

واضح ہو کہ یہ مسئلہ جو امام صاحب نے بیان کیا ہے بہت صاف ہے مگر پیچیدہ لفظوں میں بیان
کیا جاتا ہے مطلب یہ ہی کہ خدا کو اپنی مخلوق کے ساتھ اور مخلوق کو خدا کے ساتھ ایک تعلق تو ہے
مگر جسطرح کا تعلق خدا کو مخلوق کے ساتھ ہے اوس طرح کا تعلق مخلوق کو خدا کے ساتھ نہیں ہی کیونکہ
خدا کو تو تعلق خالق ہونیکا یا یوں کہو کہ علت ہونیکا ہی اور مخلوق کو تعلق مخلوق ہونے یا یوں کہو کہ معلول

# الامام الغزالی

## وقوله فی معرفت ذات اللہ تعالی کما صرح بہ فی کتابہ المسمی بالمضنون بہ علی اہلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام صاحب فرماتے ہیں کہ جو چیز کہ ہے اور اوسکا ہونا کسی دوسری چیز سے اسطرح پر کہ اگر وہ ہو تو یہ بھی ہو اور اگر وہ نہ ہو تو یہ بھی نہ ہو یا تعلق رکھتا ہے یا نہیں رکھتا۔ اگر ایسا تعلق رکھتا ہے تو اوسکو امام صاحب ممکن کہتے ہیں اور اگر ایسا تعلق نہیں رکھتا تو اوس کو امام صاحب واجب بذاتہ کہتے ہیں۔ پھر اون کا قول ہے کہ واجب میں بارہ چیزیں ہونی ضرور ہیں +

(۱) وہ عرض نہ ہو یعنی اوس کا ہونا دوسرے کے ہونے پر موقوف نہ ہو +

(۲) وہ جسم نہو۔ کیونکہ اگر جسم ہوگا تو بہت سے جزؤں سے مل کر ہوگا اور اوس کا ہونا اوس کے جزوں سے ایسا تعلق رکھتا ہوگا کہ اگر جزو ہوں تو وہ بھی ہو اور اگر جزو نہ ہوں تو وہ بھی نہ ہو +

(۳) وہ کوئی صورت یعنی شکل بھی نہ رکھتا ہو کیونکہ شکل کو ہیولیٰ سے ایسا تعلق ہوتا ہے کہ اگر وہ نہ ہو تو شکل بھی نہ ہوگی اور وہ ہیولیٰ کی مانند بھی نہ ہوگا کیونکہ ہیولیٰ صورت یعنی شکل کے ساتھ ہوتا ہے اگر صورت نہ ہو تو ہیولیٰ بھی موجود نہیں ہوتا +

امام صاحب نے اِس مقام پر اِس مسئلہ کو اِس طرح پر لکھا ہے کہ گویا اون کے نزدیک یہ مسئلہ محققہ ہے فلاسفہ بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ الواحد لا یصدر منہ الا شئ واحد بغیر واسطۃ وانما یصدر منہ اشیاء کثیرۃ علی الترتیب بوسایطہ مگر ہم جنکو اِس زمانہ کے فلاسفہ المصیین سے تعبیر کرتے ہیں وہ اِس مسئلہ کو نہیں مانتے۔ فلاسفہ اور علماء متکلمین اور صوفیہ کرام سب نے اِس مسئلہ کی تائید یا تردید میں بحثیں کی ہیں۔ مگر اون لوگوں کا خیال جنکو ہم اِس زمانہ کے فلاسفہ المصیین سے تعبیر کرتے ہیں اِس مسئلہ کی عدم تسلیم میں اون سب سے جدا ہے اور ہم اس مقام پر اوسی کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں +

اون کا خیال یہ ہے کہ تمام محالات عقلی دراصل محسوسات ہی اخذ کئے گئے ہیں مثلاً ہم ایک چیز کو موجود دیکھتے ہیں اور اوس کا موجود نہ ہونا اوس کے برخلاف سمجھتے ہیں اور اِس مسئلہ عقلی کو اوس سے اخذ کرتے ہیں کہ یہ بات نہیں ہوسکتی کہ کوئی چیز آن واحد میں اور حیثیت واحد میں موجود بھی ہو اور معدوم بھی ہو +

یا مثلاً ہم نے ایک چیز کو دیکھا اور دو چیزوں کو بھی دیکھا اون کو مغایر پایا اون سے یہ عقلی مسئلہ اخذ کیا کہ ایک دو نہیں ہوسکتا اور دو ایک نہیں ہوسکتے +

اب ایک مفہوم وحدت اور تعدد کا ہمارے خیال میں آیا اور ہم اِس طرف کو گئے کہ وہ شے واحد جس کو ہم نے صورتاً ایک مانا تھا اپنے وجود میں بھی ایک ہے یا متعدد یعنی مرکب اور اس امر نے ہمارے دل میں ایک خیال بسیط و مرکب ہونے کا پیدا کیا اور اسی کے ساتھ ہمارے خیال وحدت کو ترقی ہوئی کہ جس شے کو ہم نے واحد فی الوجود قرار دیا تھا آیا وہ واحد فی الماھیۃ یا واحد فی الا نانیۃ بھی ہے یا نہیں۔

ہم نے بہت سی واحد فی الصورۃ کو آن واحد میں متعدد کام کرتے ہوئے دیکھا مثلاً ایک آدمی

ہونے کا ہے بس دونوں کا تعلق ایک طرح کا نہیں ہے ✦

(۶) اوس کا تعلق کسی دوسرے کے ساتھ نسبتی تعلق نہ ہو جسکو فلاسفہ کی اصطلاح میں "تضایف" کہتے ہیں۔ جیسیکہ دو بھائیوں میں نسبت ہوتی ہے کہ ایک کا بھائی ہونا دوسرے پر اور دوسرے کا بھائی ہونا اوس پر منحصر ہوتا ہے ✦

(۷) دو ایسے وجودوں کا ہونا جو دونو واجب الوجود ہوں اور ہر ایک جدا جدا فی نفسہ مستقل ہو اور ایک کو دوسرے سے کچھ علاقہ نہ ہونا جائز یعنی محال ہے ۔ ولا شک ان اللہ واحد احد صمد لا شریک لہ ولا ند

(۸) کوئی صفت واجب الوجود کی ذات پر زائد نہیں ہے یعنی اوس صفت سے اوس کی ذات پر کچھ زیادتی نہیں ہوتی ✦

امام صاحب کا یہ قول اس مسئلہ میں مشتبہ ہے کہ آیا وہ ذات وصفات باری کی عینیت کے قایل ہیں یا نہیں کیونکہ وہ ایک جگہ اسی کتاب میں فرماتے ہیں کہ ان علمہ بذاتہ لیس زایدا علی ذاتہ حتی یوجب کثرۃ بل ھو ذاتہ یعنی واجب الوجود کا علم اپنی ذات پر اوسکی ذات پر کوئی زیادتی نہیں ہے بلکہ وہ اوس کی ذات ہی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اونہوں نے معلوم کی حیثیت سے کہا کہ بل ہو ذاتہ مگر وہ جنکو ہم اس زمانہ کی فلاسفہ اہین سے تعبیر کرتے ہیں وہ ذات و صفات باری کی عینیت کے قایل ہیں ✦

(۹) واجب الوجود میں تغیر محال ہے کیونکہ تغیر کیلئے کسی نئی چیز کا پیدا ہونا ضرور ہے اور اگر واجب الوجود میں کوئی نئی چیز پیدا ہو تو وہ اوس کے پیدا ہونیکے سبب کا محتاج ہوگا اور اوس کی ذات اوس کا سبب نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ تو پہلے ہی سے تھی پس اوسکی ذات کے سوا دوسری کوئی چیز ہوگی اور جب واجب الوجود کسی دوسری چیز کا محتاج ہوا تو واجب الوجود نہ رہا ✦

(۱۰) واجب الوجود سے بجز ایک کام کے اور کوئی کام بغیر واسطے کے نہیں ہوسکتا ✦

مثلاً ہم نے اور اکثر فلاسفہ نے اور تمام صوفیہ کرام نے تسلیم کیا ہی کہ خدا ہی تھا اور خدا کیساتھ کوئی چیز نہ تھی کان اللہ ولم یکن معہ شئ مسلمہ مسئلہ ہے کیونکہ اگر کوئی چیز ہوتی تو وہ بھی مثل خدا کے واجب الوجود ہوتی اور بالفرض اگر ہوتی تو بھی کچھہ فائدہ نہ دیتی پس اوس سے کسی ایک فعل کا صادر ہونا بھی ایسا ہی محال ہے جیسا کہ متعدد فعلونکا کیونکہ ایسی ذات سے کسی ایسی ایک مخلوق کا بھی خواہ وہ عقل اوّل ہو یا عماء پیدا کرنا محال ہے۔ جو نہ اوسکی عین ہو اور نہ اوس کی جزو۔ مگر برخلاف اِس کے ہم بے انتہا اور مختلف اجناس وانواع کی مخلوق کو دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کان اللہ ولم یکن معہ شئ لکنہ خلق الخلق ولا تعلم کیف خلق پس اوسکے افعال صادرہ اولیہ پر بقیاس ایسی چیزوں کے جو اوس کی ماہیتہ وانانیتہ اور اوس کی صفات کی غیر ہیں کوئی حکم تفصیلی نفیاً و اثباتاً صادر نہیں کرسکتے کیونکہ وہ قیاس صحیح نہیں ہے بلکہ قیاس مع الفارق ہے۔ اور کہتے ہیں کہ فلاسفہ کا یہ مسئلہ کہ الواحد لا یصدر منہ الا شئ واحد نسبت واجب الوجود کے قیاس غلط پر مبنی ہے والحق انہ مریدفعال مطلقاً بل ھو مطلق ایضاً عن قید الاطلاق فاذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون۔ وھذا اعتقادی ومذہبی ودیدنی و الیٰ اسئل اللہ تعالیٰ ان یکون خاتمتی وخاتمۃ من احبہ علی ذالک ونصلی علی رسولہ الکریم۔

(۱۱) امام صاحب فرماتے ہیں کہ واجب الوجود کو جس طرح عرض نہیں کہا جاتا اوسیطرح اوسکو موافق اوس اصطلاح کے جو فلاسفہ نے مقرر کی جوہر بھی نہیں کہا جاسکتا کیونکہ جوہر کا اطلاق ایک حقیقتہ و ماہیتہ پر کیا جاتا ہے اور اوس میں شبہ رہتا ہے کہ وہ فی الحال موجود ہے یا نہیں اور جب اوس کو وجود عارض ہوتا ہے تو وہ لا مکان میں عارض ہوتا ہی نتیجہ اس کا یہ ہی کہ اوس کی ماہیتہ اوس کی انیتہ سے جدا ہوتی ہے اور جسکی ماہیتہ اور انیتہ واحد ہو تو اوس پر جوہر کا اطلاق نہیں ہوسکتا اور اِس لئے واجب الوجود پر بھی جوہر کا اطلاق نہیں ہوسکتا ✦

ہے کہ وہ آن واحد میں چلتا بھی ہے بولتا بھی ہے سنتا بھی ہے پکڑتا بھی ہے - مگر ہم نے دیکھا کہ اوس میں متعدد اجزا ہیں جنسے وہ یہ سب کام کرتا ہے تو ہم نے یہ مسئلہ عقلی اخذ کیا کہ جس کے وجود یعنی انانیۃ میں ترکیب ہے اوس سے آن واحد میں متعدد کاموں کا ہونا ممکن ہے *

اسی کے مقابل میں ایک یہ مسئلہ عقلی ہمارے خیال میں آیا کہ جسکی انانیۃ میں وحدت محض من جمیع الوجوہ ہے اوس سے بجز ایک فعل یعنی ایک کام کی اور کوئی کام بغیر واسطہ صادر نہیں ہوسکتا۔

واجب الوجود یعنی ذات باری کو فلاسفہ متقدمین الٰہیین نے اور علماء علم کلام اور صوفیہ کرام نے اور نیز اون لوگوں نے جنکو ہم اِس زمانہ کے فلاسفہ الٰہیین سے تعبیر کرتے ہیں اوسکو یا یوں کہو کہ اوس کی انانیۃ کو واحد محض مانا ہے (وہو الحق) اور فلاسفہ متقدمین الٰہیین نے یا اونہوں نے جو اِس مسئلہ کو تسلیم کرتے ہیں اپنے اوسی خیال عقلی سے جو اونہوں نے محسوسات سے اخذ کیا تہا یہ قرار دیا کہ واجب الوجود سے بجز ایک کام کے اور کوئی کام بغیر واسطے کے صادر نہیں ہوسکتا۔ مگر اِس زمانہ کے فلاسفہ الٰہیین نے جنکے خیال یا مذہب سے ہمکو اِس مقام پر بحث ہے اِس سے انکار کیا۔

وہ کہتے ہیں کہ ہم نے واجب الوجود کو ایک ایسی ذات یا انانیۃ مانا ہے جو جامع جمیع صفات ہے اور اوس کی تمام صفات اوس کی عین ذات ہیں۔ اور نہ وہ اپنی انانیۃ میں کسی کا محتاج ہے اور نہ اپنے ہونے میں کسی کا محتاج ہے نہ اپنی صفات میں اون صفات کا محتاج ہے کیونکہ اوس کی صفات اوسکی عین ذات ہے۔ اوسکی ذات غیر محدود ازلی و ابدی ہے نہ اوسکی انانیۃ کیلئے مادہ ہے نہ صورت نہ حیز نہ سمت نہ مکان نہ زمان اور نہ وہ محسوس ہے اور پہر ہمارے تمام پوشیدہ خیالوں سے بذات خود بلا واسطہ واقف ہے پس ایسی ذات کو بجز اِس کے کہ ہے کیونکہ اوس کا واجب الوجود ہونا تسلیم کیا گیا ہے کسی ایسے حکم کا محکوم جو محسوسات سے بمرتبۂ اول یا بواسطہ مراتب متعددہ اخذ کیا گیا ہے قرار نہیں دیا جا سکتا۔

# واردات قلبی

پھر امام صاحب فرماتے ہیں کہ اگر اس اصطلاح کو تبدیل کر کے نئی اصطلاح بنائی جاوے کہ جوہر سے مراد ایک موجود شے ہے جس کیلئے کوئی محل نہ ہو تو جوہر کا اطلاق واجب الوجود پر ہو سکتا ہے ۔

(۱۲) امام صاحب فرماتے ہیں کہ جو کچھ سوائے واجب الوجود کے ہے وہ واجب الوجود سے صادر ہوا ہے علی الترتیب ۔

امام صاحب کے اس قول میں ایک تو یہ سوال باقی رہتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب سوا واجب الوجود کے کوئی چیز اوس کے ساتھ نتھی تو جن چیزوں پر سوائے واجب الوجود کا اطلاق کیا جاتا ہے کیونکر اوس سے صادر ہوئیں ۔ کیونکہ وہ چیزیں اوسکا عین ہیں اوسکے جزو پھر کہاں سے آئیں ۔ غالباً امام صاحب فرماوینگے علمہ عند اللہ ۔ تو پھر ہم اون سے پوچھینگے کہ ایسی ذات کی نسبت کس طرح تم نے حکم کیا کہ الواحد لا یصدر منہ الا الواحد

دوسرا شبہہ علی الترتیب کے لفظ پر ہے کہ اگر ترتیب سے وہ ترتیب مراد ہے جو فلاسفہ نے عقل اوّل ثانی و ثالث وغیرہ پیدا ہونے اور پھر ایک دوسرے کے امتزاج سے ظہور کثرت قرار دی ہے یا صوفیہ کرام نے جو ایک ترتیب تنزلات خمسہ کی مقرر کی ہے تو ہم اوس کو نہیں مانتے ۔ اور اگر اوس ترتیب سے وہ ترتیب مراد ہے جس پر خلق کو خدا نے مخلوق کیا ہے اور اُس مخلوق میں ہم ایک ترتیب پاتے ہیں تو اوس کو تسلیم کرتے ہیں بلکہ اوس کی عدم تبدیل کے قایل ہیں کما قال اللہ تعالیٰ لا تبدیل لخلق اللہ خدا نے جس فطرت پر اپنی مخلوق کو پیدا کیا ہے اوسمیں تبدیل نہیں ہو سکتی اگر تبدیل ہو تو خدا کی خالقیت میں نقص لازم آتا ہے ۔ مگر اوسکی کمال قدرت یہ ہے کہ وہ اوس فطرت کو معدوم کر کے دوسری فطرت پیدا کر سکتا ہے ۔ فطرت موجودہ مخلوقہ میں تبدیل ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ وعدہ میں تخلف کرنا ۔ اگر کچھ فرق ہے تو اتنا ہے کہ ایک وعدہ قولی ہے اور ایک وعدہ فعلی ہے ۔ اور دونوں کا تخلف وعدہ کا تخلف ہے و اللہ بری عن ھذا

و اللہ سبحانہ اعظم و اجل و اکبر

فلسفی کو بلکہ میرا مقصد یہی کہ اوس کے فلسفہ کی کہنہ دریافت کرلوں۔ اور نہ کسی کو جو متکلمین فرقہ
میں سے ہو بلکہ میری کوشش ہے کہ اوس کے کلام اور مجادلہ پر اطلاع پاؤں۔ اور نہ کسی صوفی کو بلکہ یہ
خواہش ہے کہ تصوف کے بھید پر عبور کروں۔ اور نہ کسی عابد کو بلکہ اس بات کے جاننے کی امید کرتا ہوں
کہ اوس کی حال عبادت کا مرجع کیا ہے۔ اور نہ کسی زندیق کو جو سب کچھ چھوڑے ہوئے ہو بلکہ میں
اوسکی حالت کو اِس لئے تلاش کرتا ہوں تاکہ میں متنبہ ہوں کہ کیا اسباب ہیں جنسے اوس نے زندیق بنے
اور سب کچھ چھوڑ دینے میں جرأت کی ہے۔ اور اِن باتوں کی حقیقت تلاش کرنیکی پیاس اللہ تعالیٰ نے
میری فطرت اور جبلت میں رکھدی تھی میری اختیاری اور بناوٹی نہ تھی۔ یہانتک کہ لڑکپن کے زمانے
کے قریب ہی سے تقلید کا رابطہ مجھ سے چھوٹ گیا اور موروثی عقیدے ٹوٹ گئے۔ کیونکہ میں نے یہ
بات دیکھی کہ عیسائیوں کے لڑکے عیسائیت ہی میں پلتے ہیں اور یہودیوں کے لڑکے یہودیت میں اور
مسلمانوں کے لڑکے اسلام میں۔ اور میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنی تھی کہ۔
ہر ایک جو پیدا ہوتا ہے فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہی پھر اوس کے والدین اوس کو یہودی یا عیسائی یا
مجوسی بنا لیتے ہیں۔ پس میرے دل کو اصلی فطرت کی حقیقت کی اور اون عقاید کی حقیقت کی جو والدین
اور اوستادوں کی تقلید سے چمٹ جاتے ہیں دریافت کرنے کی اور اِن تقلیدوں میں تمیز کرنیکی
جنکی ابتدا تلقین سے ہوتی ہے اور حق اور باطل میں تمیز کرنیکی جنمیں بہت سے اختلافات ہوتے ہیں تحریک ہوئی
پھر میں نے پہلے اپنے دل میں کہا کہ جب میں علم کے حقایق امور پر اطلاع چاہتا ہوں تو ضروری کہ میں علم
کی حقیقت کو ڈھونڈوں کہ وہ کیا ہی پھر مجھکو یہ بات معلوم ہوئی کہ علم یقینی وہ ہی جس سے معلوم اسطرح منکشف
ہو جاوے کہ انکشاف کے بعد کوئی شبہ اوس میں نہ رہے اور دھوکا اور غلطی کا اِمکان اوس کے پاس
تک نہ پھٹکنے پاوے اور بدلنے کی اوس میں گنجایش ہی نہو۔
غلطی سے امن میں رہنے کے لئے اوسکے ساتھ ایسے یقین کا ہونا چاہئے کہ اگر کوئی اوس کے باطل کرنیکے

# الامام الغزالی رح

و

# واردات قلبیہ کما صرح بہ بذاتہ فی کتابہ

## المسمی

# بالمنقذ من الضلال

## بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وہ لکھتے ہیں کہ لوگوں میں جو ادیان و ملل کا اختلاف ہی اور پہر گروہوں میں مختلف مذہب ہیں اور بہت سی فرقے ہوگئے ہیں اور ہر ایک کے جدا جدا طریقے ہیں یہ ایک نہایت گہرا دریا ہے جسمیں بہت لوگ ڈوب گئے ہیں اور بہت ہی کم ہیں جنہوں نے اوس سے نجات پائی ہی اور ہر ایک سمجھتا ہی کہ میں ہی نجات پانیوالوں میں ہوں میں نے ہمیشہ عنفوان شباب سی کہ بیس برس کا بھی نہ ہوا تھا اور اب پچاس برس کا ہوگیا ہوں اپنے تئیں اس دریاے عمیق کی موجوں میں بیچ کر ڈالدیا ہی۔ اور اس گہرے دریا میں گھس پڑا ہوں جیسیکہ ایک دلیر آدمی گھس پڑے نہ جیسیکہ کوئی بزدل ڈرنیوالا گھسے۔ اور ہر بات پر جو تاریکی میں تھی لگاتار غور کرتا رہتا ہوں۔ اور ہر مشکل بات میں کود پڑتا ہوں اور ہر بھنور میں بیدھڑک گھس جاتا ہوں اور ہر فرقے کے عقیدیکو ڈھونڈتا ہوں اور ہر گروہ کے مذہب کے بھید ونکو دریافت کرتا ہوں۔ تاکہ میں تمیز کرلوں سچے اور جھوٹے اور سنی اور بدعتی میں۔ اور میں نہ باطنیہ فرقے والیکو دھوکا دینا چاہتا ہوں بلکہ پسند کرتا ہوں کہ اون کے باطنیہ طریقہ سی مطلع ہوں۔ اور نہ کسی ظاہریہ فرقے والیکو بلکہ چاہتا ہوں کہ اوس کے ظاہریہ طریقہ کا حاصل جان لوں۔ اور نہ کسی

بھی کچھ شک ہو سکتا ہی یا نہیں ایک طول طویل شکوک کے بعد میرے دل نے محسوسات میں بھی غلطی سے امن میں رہنے کو تسلیم نہیں کیا اور یہ شک بڑھتا جاتا تھا اور کہتا تھا کہ محسوسات پر کیونکر اعتماد ہو سکتا ہی اور سب سے زیادہ مضبوط آنکھ سے دیکھنا ہی اور سایہ یعنی چھاؤں کو دیکھتا ہی کہ ٹھیری ہوئی ہی ہلتی نہیں اور کہتا ہے کہ وہ غیر متحرک ہی پھر تجربہ سے اور ایک گھنٹہ کے بعد دیکھنے سے جانتا ہے کہ وہ متحرک ہی اور دفعتاً متحرک نہیں ہوتا بلکہ تھوڑا تھوڑا حرکت کرتا ہی کہ اوسکی حرکت معلوم نہیں ہوتی۔ ستارے دیکھنے میں بہت چھوٹے اشرفی کے برابر معلوم ہوتے ہیں اور ہندسی دلیلوں سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ زمین سے بھی بڑے ہیں اور اسی طرح محسوسات کی بہت سی مثالیں ہیں کہ حس تو اوس میں کچھ کہتی ہے اور عقل اوس کو جھٹلا دیتی ہی اسطرح پر کہ اوس کے رد کرنیکا کوئی رستہ ہی نہیں۔

مگر افسوس ہے کہ امام صاحب نے ذرا غلطی کی کیونکہ اس مقام پر محسوس صرف سایہ تھا اور اوسکی موجودہ یا آئندہ حالت کہ متحرک ہی یا ساکن محسوس نہ تھی ستارہ میں بھی صرف ایک روشن چیز محسوس تھی اور یہ بات کہ وہ ستارہ ہے یا غبارہ یا اور کوئی چیز اور کتنا بڑا یا چھوٹا ہے محسوس نہ تھی پس اونکو محسوس اور غیر محسوس کے قرار دینے میں غلطی ہوئی +

بہر حال اسکے بعد امام صاحب فرماتے ہیں کہ پھر میں نے کہا کہ میرا اعتماد محسوسات پر بھی نہیں رہا اور سمجھا کہ شاید اگر اعتماد ہو سکتا ہی تو بجز عقلیات کے اور کسی پر نہیں ہو سکتا مگر وہ عقلیات اولیات کی قسم سے ہوں یعنی اونمیں کچھ غور و فکر کی ضرورت نہ ہو جیسا کہ ہمارا یہ کہنا کہ دس زیادہ ہیں تین سے۔ یا یہ کہنا کہ نفی اور اثبات یعنی ہونا اور نہ ہونا ایک چیز میں جمع نہیں ہو سکتے۔ اور یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک ہی چیز حادث بھی ہو اور قدیم بھی ہو موجود بھی ہو اور معدوم بھی ہو واجب بھی ہو اور محال بھی ہو +

اتنے میں محسوسات نے اپنی زبان حال سے امام صاحب سے کہا کہ کس چیز نے آپکے دلکو تسلی دی ہی کہ آپکا اعتماد عقلیات پر اسطرح ہو گیا جیسا کہ محسوسات پر تھا اور میں تو آپکی بڑی معتمد تھی۔ پھر

لئے مثلاً یہ دعوی کرے کہ میں پتھر کو سونا کر دیتا ہوں یا لاٹھی کو سانپ بنا دیتا ہوں تو بھی اوس میں شک یا انکار نہ پیدا ہو۔ کیونکہ جب میں نے یہ بات جان لی کہ دس زیادہ ہیں تین سے پھر اگر کوئی مجھ سے کہے کہ نہیں بلکہ تین زیادہ ہیں دس سے اور اوس کی دلیل یہ ہی کہ میں لاٹھی کو سانپ بنا دیتا ہوں اور اوس نے بنا بھی دیا اور میں نے خود اوس کو دیکھا بھی تو اوس کے سبب سے میں اپنے جاننے میں کچھ شک نہیں کرنے کا اور اوس کے ایسا کرنے سے بجز تعجب کے اور اوس بات کے کہ اوسکو ایسی قدرت ہے اور کچھ حاصل نہ ہوگا مگر جو کچھ کہ میں نے جان لیا ہی اوس میں شک نہیں آنیکا۔ پھر میں نے جان لیا کہ جس چیز کا اس طرح پر علم نہیں ہی اور اوس پر اس طور سے میں یقین نہیں کرتا تو وہ کچھ اعتبار کے لایق نہیں ہی اور نہ اوس کے ساتھ امان ہے اور جو علم کہ اوس کے ساتھ امان نہیں ہی وہ علم یقینی نہیں ہے ❖

پھر میں نے اپنے علموں کو ٹٹولا تو مینے اپنے میں ایسے علم کو جسمیں یہ صفت ہو نہ پایا بجز حسیات اور ضروریات کے علم کے یعنی بجز ایسی چیزوں کے علم کے جنکا علم چھونے سے دیکھنے سے سونگھنے سے چکھنے سے سننے سے حاصل ہوتا ہی یا کسی ضروری بات کا علم جیسے کہ انسان اپنے جسم کا اور اپنے ہونیکا علم رکھتا ہے۔ غرضکہ جب سب طرف سے مایوسی ہوگئی تو یہی ٹھہرایا کہ جو امر کہ بالکل صاف اور سچے اور ضروری ہیں اونہی سے مشکلات دور ہو سکتی ہیں مگر اوس کے احکام کا جاننا ضرور [illegible] تاکہ کھلجاوے کہ میرا اعتماد جو محسوسات پر ہے اور غلطی سے امن میں رہنے کا جو اعتماد ضروریات پر ہے وہ ایسا تو نہیں ہے جیسا کہ اوس سے پہلے تقلید پر تھا یا جیسا کہ بہت لوگوں کو غلطی سے امن میں رہنے کا اعتماد نظریات میں ہے یعنی ایسی بات پر جو حسیات اور ضروریات میں سے نہیں ہے بلکہ بعد غور و تامل اور تمہید مقدمات قرار دیگئی ہے اور کیا وہ امان بالکل ٹھیک بغیر کسی شک کے ہے اور اوس میں کچھ دھوکہ و شبہ نہیں ہے۔ پھر مینے نہایت کوشش سے محسوسات اور ضرویات پر غور کی تاکہ میں دیکھوں کہ میرے دل کو اوسمیں

نکار اکر دی ہے - خواہ کوئی سمجھے یا نہ سمجھے - ولا شك ان اليقظة يقظة - والنوم نوم والموت
وت ومايقع بعدها معلوم وان لم نعلم ماهيتها. ن العلم بماهية الشئ وان كان اصغر من
حبة خردل محال -

بہر حال امام صاحب فرماتے ہیں کہ جب میرے دلمیں یہ باتیں آئیں تو میرا دل ٹوٹ گیا اور میں نے
وس کے علاج کی تلاش کی مگر نہ ملا کیونکہ اوس کا دل سے دور ہونا دلیل پر منحصر تھا اور کوئی دلیل بغیر
علوم اولیہ کی ترکیب کے قایم نہیں ہوسکتی تھی اور جب وہ ہی مسلم نہ ہوں تو دلیل کی ترتیب ہی ممکن نہیں
ہے - پس یہ مرض دو مہینہ تک مجھ میں رہا اور اون دونوں مہینوں میں میرے مذہب کا حال
سفسطہ کا تھا یعنی یہ سمجھتا تھا کہ کوئی چیز اصلی نہیں ہے سب خیال ہی خیال ہے مگر زبان سے کچھ نہ کہتا
تھا - اتنے میں خدا نے مجھکو اس مرض سے شفا دی اور میرا نفس صحت و اعتدال پر آگیا اور ضروریات
عقلیہ کے قبول کرنے اور اون پر غلطی سے امن ہونیکا اعتماد کرنے اور یقین کرنے پر میں نے رجوع
کی یعنی پھر اون پر یقین کیا اور یہ یقین کسی دلیل سے نہیں ہوا بلکہ ایک نور کے سبب سے ہوا کہ اللہ
تعالی نے میرے دلمیں ڈالا تھا اور یہ نور بہت سے معارف کی کنجی ہے اور جو شخص یہ خیال کرے
کہ کشف صرف دلائل پر موقوف ہے تو وہ خدا کی رحمت کو تنگ کرتا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نے اِس آیت کے معنی میں فمن يرد الله ان يهديه يشرح صدره للاسلام فرمایا ہے کہ وہ نور ہے جو
اللہ دل میں ڈالدیتا ہے پھر امام صاحب فرماتے ہیں کہ جب خدا تعالی نے مجھکو اس مرض سے شفا
دی تو میرے سامنے متعدد قسم کے طالبین یعنی جو حقیقت کی تلاش میں ہیں آحاضر ہوئے اور وہ چار
گروہ ہیں تھے متکلمین اور وہ دعوی کرتے تھے کہ وہی صاحب رائے اور غور کرنیوالے ہیں -
باطنیہ اور وہ دعوی کرتے تھے کہ انہوں ہی نے امام معصوم سے سینہ بسینہ تعلیم پائی ہے - فلاسفہ وہ
کہتے تھے کہ ہم ہی اہل منطق و برہان ہیں - صوفیہ وہ خیال کرتے تھے کہ وہی حضرت باری کے خاص الخاص ہیں

پھر عقل آئی اوس نے مجھکو جھٹلا دیا اور اگر عقل کی حکومت نہ ہوتی تو ہمیشہ میں سچی رہتی ۔ شاید عقل کے
پرے اور کوئی دوسرا حاکم ہو جب وہ تشریف لاویں تو عقل نے جو حکم کئے ہیں اوس میں وہ جھوٹی ہو جاوے
جیسکہ حاکم عقل کے تشریف لانے سے حس اپنے حکم میں جھوٹی ہو گئی اور ایسے حاکم کا اوس وقت تشریف
نہ لانا اوس کے نہونے پر دلیل نہیں ہو سکتا +

امام صاحب کہتے ہیں کہ یہ بات سنکر تھوڑی دیر کے لئے میں دم بخود ہو گیا اور اس شکل کی تائید میں
اوس نے خواب کی حالت کو پیش کیا اور کہا کہ کیا تم خواب میں بہت سی باتیں نہیں دیکھتے اور بہت سے
حالات خیال نہیں کرتے اور اون کے لئے ثبات اور استقرار نہیں سمجھتے اور حالت خواب میں اون پر
ذرا بھی شک نہیں کرتے اور پھر جب جاگتے ہو تو جانتے ہو کہ تمہارے اون تمام خیالات اور معتقدات
کی کچھ اصل نہ تھی ۔ پھر کسطرح تمکو تسلی ہوئی ہے کہ جن چیزوں پر جاگتے میں تمہارا اعتقاد ہے حس سے یا
عقل سے وہ بلحاظ تمہاری حالت کے سچ ہے کیونکہ ممکن ہے کہ تمپر کوئی ایسی حالت آوے کہ بہ نسبت
اس کی تمہارا جاگنا سونیکی مانند ہو اور جب وہ حالت آوے تو یقین ہو کہ جو کچھ تمنے اپنی عقل سے سوچا تھا
سب بیفائدہ خیالات تھے اور کیا عجب ہے کہ یہ حالت وہ ہو جسکا دعوی صوفی کرتے ہیں اسلئے کہ وہ اپنی حالت
یہ زعم کرتے ہیں کہ جب وہ اپنے نفس میں بیٹھ جاتے ہیں اور اپنے حواس سے غائب ہو جاتے ہیں تو وہ
ایسے حالات کو دیکھتے ہیں جو ان معقولات کے موافق نہیں ہیں اور شاید کہ یہ حالت وہی موت ہو جس نے
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمام آدمی سوتے ہیں جب مرینگے تو متنبہ ہونگے پس شاید
دنیا کی زندگی بہ نسبت آخرت کی نیند ہو اور جب مریگا تو اوس کو برخلاف اوسکے جواب دیکھتا ہے چیزیں ظاہر
ہوں اور اوس وقت کہے ۔ فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید ۔

مگر اس زمانہ کے فلاسفہ ملعیبن اس بات کو نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ خدا ایسا دھوکے باز
نہیں ہے اوس نے انسان کی ہر ایک بات جو اوسکی زندگی اور اوسکے مرنے کے بعد ہوگی سب

اوس کے لئے یہ بھی کافی ہے اور عقل جمیع مطالب کے احاطہ کے لئے کافی نہیں ہے اور نہ تمام مشکلات سے پردہ اٹھا دینے والی ہے +

پھر وہ باطنیہ فرقہ کے مسائل کی تحقیق پر متوجہ ہوئے جو امام معصوم سے تعلیم ہونے کے قایل تھے اور اوس کی رد میں اونہوں نے کتابیں لکھیں پہلی کتاب اسباب میں المستظہری ہے اور اوس پر جو لوگوں نے بغداد میں کچھ اعتراض کئے تھے اوس کے جواب میں کتاب مفصل الخلاف لکھی اور جو اعتراض کہ ہمدان میں کئے گئے تھے اوس کے جواب میں کتاب الدرج لکھی - اور جو اعتراض طوس میں کئے گئے اوس کے جواب میں بھی کتاب لکھی اور ان سب کے بعد کتاب القسطاس المستقیم لکھی جسمیں میزان علوم کا بیان ہے -

امام صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں اوس سے بھی فارغ ہوگیا تو میں نے تصوف کی طرف توجہ کی اور مجھکو معلوم ہوا کہ صوفیہ کا طریقہ علم اور عمل دونوں سے پورا ہوتا ہے چنانچہ اس علم کے حاصل کرنے کو میں نے اون کی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا - جیسے - قوت القلوب ابی طالب مکی - اور حارس محاسبی کی تصنیف کی ہوئی کتابیں اور متفرق رسالے جنید و شبلی و ابی یزید بسطامی اور دیگر مشایخ کے یہانتک کہ اون کے علمی مقاصد کی کنہ مجھکو معلوم ہوگئی - اور تعلیم سے اور سننے سے بھی میں نے کسیقدر اون کے طریقہ کو حاصل کیا اور مجھ پر کھل گیا کہ جو خاص الخاص باتیں اُن کے طریقے کی ہیں وہ سیکھنے سے نہیں آتیں بلکہ ذوق اور حال اور صفات کی تبدیل سے پیدا ہوتی ہیں +

وہ سوچے کہ جو علوم اونہوں نے حاصل کئے گئے مگر سعادت اخروی تقوی اور نفس کو خواہشوں سے روکنے کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی اور اس کے لئے سب سے اوّل دنیاوی علایق کو دل سے قطع کرنا اور جس گھر میں ہمیشہ رہنا ہے اوس طرف دل لگانا اور تمام ہمت کو خدا کی طرف متوجہ کرنا ہے اور یہ بات پوری نہیں ہوتی جبتک جاہ و مال سے علحدہ نہ ہو اور علائق سے اور مشاغل سے بھاگ نہ جاوے +

اور مکاشفہ اور مشاہدہ والے ہیں۔ پھر میں نے اپنے دل میں کہا کہ سچ اِن چاروں فرقوں سے خارج نہیں ہے اور یہی چاروں فرقے ہیں کہ سچ کی راہ کو ڈھونڈتے ہیں اور تقلید چھوڑنے کے بعد پھر تقلید میں پڑنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے پس مینے ان چاروں فرقوں کے طریق کی بخوبی تحقیقات کی سب سے پہلے میں نے علم کلام پر توجہ کی اوس کو حاصل کیا اور سمجھا اور محققین کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور خود میں نے اوس میں کتابیں تصنیف کیں مینے اوس کو پورا علم اوس مقصد کے لئے پایا جس کے واسطے وہ بنایا گیا ہے۔ مگر جو میرا مقصد تھا اوس کے لئے وہ کافی نہ تھا۔

پھر جب میں علم کلام سے فارغ ہوا تو مینے علم فلسفہ پر توجہ کی اور اس علم کی کتابوں کو اپنی فراغت کے وقت میں جبکہ مجھکو اپنی تصنیف اور تدریس سے کہ تین سو طالب علموں کو بغداد کے مدرسہ میں پڑھاتا تھا فرصت ہوتی تھی بہت کوشش سے بغیر مدد اوستاد کے پڑھا۔ پھر خدا تعالیٰ نے صرف مختلف اوقات میں مطالعہ کرنے ہی سے دو برس سے کم عرصہ میں اون کے منتہی علوم پر مطلع کر دیا۔ اور جب مینے اوس علم کو سمجھ لیا تو ایک برس تک اوس کو سونچتا رہا اور دوہراتا رہا اور اوس کے دھوکے کی باتوں پر التفات کرتا رہا یہانتک کہ جو کچھ اوس میں فریب اور دھوکا اور محض خیال بندی ہے اوس پر مجھکو اطلاع حاصل ہوئی جس میں مجھکو ذرا بھی شک نہیں ہے۔

بعد اس کے امام صاحب فلسفہ کو نہایت بُرا اور اوس کے متعدد مسائل کو کفر اور کسی گروہ فلاسفہ کو کافر و ملحد کسی کو مبتدع بتاتے ہیں کتاب تہافتہ الفلاسفہ وہ اس سے پہلے لکھ چکے ہیں۔ اسی ضمن میں اونہوں نے ابن سینا یعنی بوعلی کی اور فارابی کی تکفیر واجب بیان کی ہے اور بوعلی کے اِس شعر پر کچھ التفات نہ کیا۔

| | |
|---|---|
| در دہر چو من یکے و آنہم کافر | پس در ہمہ دہر یک مسلمان نبود |

بہر حال امام صاحب فرماتے ہیں کہ فلسفہ کو بخوبی سمجھ لینے کے بعد میں نے جان لیا کہ جو غرض ہے

اس طرح چپ چاپ رہتے رہتے میرے دل میں رنج و افسردگی پیدا ہوئی اور اوسی کے ساتھ کھانا ہضم ہونے کی قوت جاتی رہی اور کھانا پینا چھوٹ گیا یہانتک کے ایک گھونٹ بھی نہیں پیا جاتا تھا اور ایک لقمہ بھی ہضم نہیں ہوتا تھا اور ضعف بڑھتا جاتا تھا یہاں تک کہ طبیبوں نے علاج چھوڑ دیا اور کہا کہ کوئی حادثہ دل پر ہوا ہے اور مزاج میں سرایت کر گیا ہے اور کوئی رستہ اوسکے علاج کا نہیں ہے بجز اس کے کہ جو غم لگ گیا ہے وہ بدلجاوے جب میرا یہ حال ہوا تو میں نے خدا سے التجا کی ایک مضطر کی سی التجا اوسنے میری دعا قبول کی اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ - اور مجھپر جاہ اور مال اور جورو بچوں اور دوستوں کا چھوڑنا آسان ہو گیا اور میں نے ظاہر کیا کہ میں مکہ کو جاتا ہوں مگر میرے دلمیں مکہ کا جانا نتھا بلکہ شام میں جانا تھا میں نے اسلیے چھپایا کہ خلیفہ کو اور دوستوں کو شام میں میرے مقام کی خبر نہو غرضکہ بلطائف الحیل میں بغداد سے نکلا اس ارادہ پر کہ پھر کبھی نہ لوٹوں گا -

پھر میں شام پہونچا اور دو برس تک بجز گوشہ نشینی اور تنہائی اور ریاضت اور مجاہدہ کے میرا اور کوئی شغل نہ تھا اور تزکیہ نفس اور تہذیب اخلاق اور تصفیہ قلب اور ذکر اللہ میں اوس طریقہ سے جو علم تصوف سے حاصل کیا تھا مشغول رہتا تھا - مدت تک مسجد دمشق میں معتکف رہا دن کو مسجد کے مینار پر چڑھ جاتا اور دروازہ بند کر لیتا پھر بیت المقدس میں جاتا اور صخرہ کے مکان میں جا کر دروازہ بند کر لیتا - پھر مجھکو حج کا اور مدینہ منورہ کی زیارت کا شوق ہوا اور حجاز میں گیا - پھر لڑکوں نے اور دیگر امور نے مجھکو وطن میں کھینچ بلایا مگر میں نے تصفیہ قلب کے شوق میں گوشہ نشینی اختیار کی - حوادث زمانہ اور اہل و عیال کے امورات اور معاش کی ضرورت میرے مقصد میں خلل ڈالتی تھی اور گوشہ نشینی میں تشویش پیدا کرتی تھی اور میں اپنے حال کو اوقات متفرقہ میں درست کرتا رہتا تھا مگر باینہمہ میں نے اُس کلام سے طمع منقطع نہیں کی تھی موانعات کو دور کرتا تھا اور پھر اپنا کام کرنے لگتا تھا اسی حالت پر دس برس گزر گئے ان خلوتوں میں میں نے

وہ کہتے ہیں کہ پھر میں نے اپنے حال پر توجہ کی کہ میں تو بالکل علائق میں ڈوبا ہوا ہوں اور میرے اعمال میں سب سے اچھا عمل پڑھانا ہی مگر جو علوم پڑھاتا ہوں وہ کچھ بہت اہم نہیں ہیں اور آخرت کیلئے مفید ہیں۔ پھر میں نے علوم کے پڑھانے میں اپنی نیت پر خیال کیا تو وہ کچھ خدا کیواسطے نہ تھا بلکہ طلب جاہ اور شہرت کے لیئے تھا پس میں نے جان لیا کہ میں دوزخ کے کنارے پر ہوں اگر اس کی تلافی میں مشغول نہ ہوں۔

پھر مدت تک سنکو سوچتا رہا ایک دن بغداد سے نکلنے کا اور ان علائق اور مشاغل کے چھوڑ دینے کا مصمم ارادہ کرتا تھا اور دوسرے دن اس ارادہ کو چھوڑ دیتا تھا ایک قدم آگے بڑھاتا تھا اور دوسرا پیچھے ہٹا لیتا تھا۔ صبح تو طلب آخرت کی رغبت مجھ میں ابھرتی تھی اور شام کو خواہشوں کا لشکر اوسپر حملہ کر کے بدل دیتا تھا۔ اور یہ حال ہو گیا تھا کہ دنیا کی خواہشیں تو زنجیریں ڈالکر کھینچتی تھیں کہ ٹھہر رہ ٹھہر رہ۔ اور ایمان کا پکارنیوالا پکارتا تھا کہ چلدے چلدے عمر بہت تھوڑی رہ گئی ہی اور تجھکو بہت لمبا سفر کرنا ہی اور جو کچھ تیرا علم اور تیرے اعمال ہیں وہ سب ریا اور خیالات ہیں پھر اگر تو اب بھی مستعد نہیں ہوتا تو کب ہوگا اور اب بھی نہیں چھوڑتا تو کب چھوڑیگا اسکے بعد عزم بالجزم ہوتا تھا کہ سب چھوڑ چھاڑ کر چلا جاؤں اور بھاگ جاؤں پھر شیطان آڑے آجاتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ حالت عارضی ہی خبردار اگر تو نے ایسا کیا یہ حالت بہت جلد جاتی رہیگی اور اگر اُس کو مان لیا اور اتنی بڑی جاہ اور شان زیبا کو چھوڑ دیا جسمیں نہ کچھ جھگڑا ہے نہ بکھیڑا پھر اگر تو نے چاہا تو میسر نہیں ہونیکی۔ اسیطرح میں دنیا کی خواہشوں اور آخرت کی تمناؤں کی اُدھیڑبن میں چھ مہینہ تک پڑا رہا رجب ۴۸۸ھ ہجری میں یہ کام اختیار سے نکل گیا اور میری زبان بند ہو گئی یعنی چپ رہتا تھا بولتا نہ تھا یہانتک کہ پڑھانا بھی چھوٹ گیا میں کوشش کرتا تھا کہ کسی دن دل خوش کرنیکیلیئے لوگوں کو پڑھاؤں مگر زبان سے بات ہی نہیں نکلتی تھی

# اصناف الفلاسفة وعلومهم
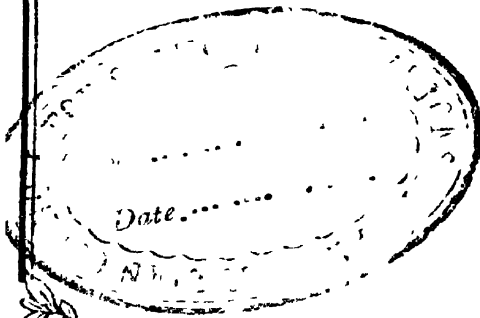
بہت فائدہ اوٹھایا اور یقین کرلیا کہ صرف صوفیہ ہی خدا کے رستہ پر چلتے ہیں ✤

اِس زمانہ میں فسق وفجور اور الحاد کی باتیں بہت زیادہ پھیل گئی تھیں اور جب میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگوں کا ایمان ان سببوں سے ضعیف ہوگیا ہے اور میں نے اپنے اوپر خیال کیا کہ آسانی سے اِن باتوں کی بُرائیوں کو کھول سکتا ہوں۔ مگر میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو اِن ظالموں کے ہاتھ سے کیونکر بچوں گا اور جب میں لوگوں کو جن امور میں کہ وہ مبتلا ہیں اسکے برخلاف نصیحت کروں گا اور حق کی طرف بلاؤں گا تو تمام لوگ میرے دشمن ہوجاوینگے اور میں اونکا مقابلہ کیونکر کرسکوں گا اور کس طرح زندگی بسر کروں گا۔ کیونکہ یہ باتیں زمانہ کی مساعدت اور سلطان متدین کی مدد سے پوری ہوتی ہیں۔ پس خدا نے یہ کیا کہ بغیر کسی تحریک کے سلطان وقت کی دل میں آیا اور مجھکو نیشاپور میں جانیکا حکم دیا تاکہ اِن بُرائیوں کا تدارک کروں ✤

پھر میں نے اِس باب میں اہل دل لوگوں سے مشورہ کیا اور سب نے متفق ہوکر کہا کہ عزلت چھوڑدو اور جاؤ۔ اور بہت سے نیک لوگوں نے خواب میں دیکھا کہ میرا جانا باعث خیر وبرکت کا ہوگا اور خدا تعالیٰ نے اِس صدی کے سر پر اُس کو مقدر کیا ہے اور بیشک خدا نے ہر صدی کے سرے پر دین کے زندہ کرنیکا وعدہ کیا ہے۔ پس میری امید مستحکم ہوگئی اور اِن گواہیوں سے حسن ظن غالب ہوا اور ذیقعدہ ۴۹۹ھ ہجری میں نیشاپور گیا اور ذیقعدہ ۴۸۸ھ ہجری میں بغداد سے نکلا تھا اور مدت عزلت کی گیارہ برس ہوئی ✤ فقط۔

تمت

مطبوعہ فیض عام پریس علی گڈھ

کی جو اوس سے پہلے تھے تردید کی ہے۔ مگر باینہمہ اوس کے مذہب میں بھی کچھ کچھ رذایل کفر باقی رہگئے ہیں۔ پس اوس کی بھی اور اون کی بھی جو فلاسفہ اسلامئین میں سے اون کے پیرو ہیں جیسے کہ ابن سینا اور فارابی وغیرہ سب کی تکفیر واجب ہے +

کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم۔ العجب ثم العجب من الامام حجۃ الاسلام ابی حامد محمد ن الغزالی رحمۃ اللہ علیہ ان یقول لرجل ہو یقول انا مسلم و یعتقد ان لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ انہ واجب تکفیرہ۔ اللہم اغفر و ارحم و احفظنا من شرور انفسنا ومن سئیات اعمالنا من یہدیہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ واشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ۔

## قولہ رحمہ اللہ فی اقسام علومہم

امام صاحب فرماتے ہیں کہ فلاسفہ کے علوم چھ قسم کے ہیں۔ ریاضی منطقی طبیعی۔ الٰہی سیاستی۔ خلقی۔ یعنی اخلاقی +

اوّل علم ریاضی متعلق ہے علم حساب ہندسہ اور علم ہیئتہ سے اور ان علوم کی کوئی چیز امور دینی سے متعلق نہیں ہے۔ بلکہ وہ علوم مضبوط دلیلوں پر مبنی ہیں کہ اون کے سمجھنے کے بعد اون کی مخالفت کیلئے کوئی راہ ہی نہیں ہے +

لیکن امام صاحب کا یہ قول نسبت علم ہیئت کے کسیطرح صحیح نہیں ہے۔ جسقدر علم ہیئتہ علما ومفسرین کی اون تفسیروں سے جو اونھوں نے آیات قرآنی متعلق علم ہیئتہ کے کی ہیں اور دیگر احادیث اور روایات مرویہ مذہب اسلام میں بیان ہوئی ہیں وہ کسیطرح علم ہیئتہ کے موافق نہیں ہیں۔ ایک آسمان سے دوسرے آسمان میں پانسو برس کی راہ کا فاصلہ ہونا۔ آسمانوں میں دریاؤں کا ہونا۔ آفتاب کا گرم پانی کے چشمہ میں ڈوبنا وغیرہ وغیرہ ایسے مسائل ہیں کہ علم ہیئتہ

کہ طبیعیات عالم سے خدائے واحد کے جاننے کا سبق خود خدا نے ہمکو دیا ہے +

وھم مع ذلک اٰمنوا باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر وبقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالےٰ والبعث بعد الموت - بل ھم اٰمنوا بکل ماجاء بہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین -

مگر وہ اس بات کو سوچتے ہیں کہ اللہ پر ایمان لانا کیا ہے - ملائکہ کا مفہوم کیا ہے - خدا کی کتابوں کی حقیقت کیا ہے - رسالت کی ماہیت کیا ہے - یوم الاٰخر کیا چیز ہے - اور بھلائی و برائی دونو کا خدا کی طرف سے ہونیکی کیا مراد ہے - اور مرنیکے بعد اوٹھنے کی کیا حقیقت ہے +

وہ اوسکی تحقیق بقدر اپنے علم و استعداد کے وبالاستدلال من فطرت اللہ التی فطرنا علیھا والقراٰن الذی انزل علی محمد صلی اللہ وسلم ومن سنۃ الرسول ماثبت عندھم کے لحاظ سے اوس کی نسبت اپنا عقیدہ قایم کرتے ہیں ولا یبالون بقول زید وعمرو دون قول اللہ ورسولہ

یہ فرقہ اپنے تئیں ٹھیٹ مسلمان اور اپنے مذہب کو ٹھیٹ اسلام کہتا ہی مگر اور لوگ اونکو حقارت سے طبیعین یا نیچری کہتے ہیں وہ سب لقبوں سے جو اونکو دئے جاویں خوش ہیں اور کہتے ہیں کہ جو حقارت سے حقارت کا لقب ہمکو دیا جاوے - ہمارے مذہب یا عقائد کو اوس سے حقارت نہیں ہوتی بلکہ اوس حقیر لقب کو عزت اور اوس میں برکت ہوجاتی ہے - افسوس کہ امام غزالی صاحب مرگئے ورنہ اُن سے پوچھا جاتا کہ جناب اس فرقہ کی نسبت آپ کیا فرماتے ہیں - اگر پاؤں پاؤں چلکر نہیں آسکتے تو خواب ہی میں آکر بتا جائیے - مگر میرا دل کہتا ہے - ھم من اھل الجنۃ - بحق محمد واٰلہ -

سوم - الالٰہیون - امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ فرقہ متاخرین فلاسفہ کا ہے اور اونھیں میں سقراط ہے جو اوستاد ہی افلاطون کا جو استاد ہی ارسطاطالیس کا - اِن سب نے پہلے دونوں فرقے دہریہ وطبیعیہ کی تردید کی ہی - پھر ارسطاطالیس نے افلاطون کی اور سقراط کی اور اون سب فلاسفہ الٰہیین

میں جگہ دی ہے اور علم ہیئتہ یونانی ان سب کی تکذیب کرتا ہے۔

پس ہیئتہ یونانی اور اوسکے مسایل کو بالکلیہ دین سے تعلق ہے تاکہ اونکی تردید کیجاوے یا وجہ تطبیق بیان ہو

اگر ہم ہیئتہ قدیم یونانی سے درگذر کریں اور ہیئتہ جدید پر جواب تمام علمی دنیا میں مسلم ہے نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ ہر ملک کے اہل علم کا اوس پر اتفاق ہوتا جاتا ہے تو وہ تو مثل آگ اور خشک پھونس کے موجودہ مسائل اسلام کے نہ کہ ٹھیٹ اسلام کے برخلاف ہے پس یہ کہنا کہ دین کو نفیًا و اثباتًا اوس کی کسی چیز سے تعلق نہیں ہے۔ صریح غلطی ہے۔

دوم علم منطق۔ اوسکی نسبت بھی وہ لکھتے ہیں کہ اوس کے مسائل کو دینیات سے کچھ تعلق نہیں ہے اور یہ بات قابل تسلیم کے ہے۔ مگر یوں کہنا چاہیئے کہ دینیات میں وہی مسائل ہیں جو علم منطق میں ہیں +

سوم علم طبیعی۔ اس کی نسبت امام صاحب نے اپنی اس کتاب میں بہت کم لکھا ہے اور کتاب تہافتہ الفلاسفہ کا حوالہ دیا ہے اور کتاب تہافتہ الفلاسفہ میں وہ اس علم کی اسطرح پر تشریح کرتے ہیں کہ علوم طبیعات آٹھ اصولوں پر منقسم ہیں +

(۱) وہ جو جسم سے بحیثیت جسم ہونیکے اوس کی تقسیم اور حرکت اور تغیر سے۔ اور حرکت کے توابع سے یعنی زمانہ۔ جگہہ۔ خلا۔ سے متعلق ہیں +

(۲) وہ علوم جنمیں آسمانونکا اور اونکا جو فلک قمر کے پیٹ میں ہیں عناصر اربع (خاک و آب و باد و آتش) اور اونکی طبیعتوں کا اور اونکے اپنی اپنی جگہہ پر ہونے کی وجہ کا بیان ہے۔

(۳) وہ علم جنمیں چیزوں کے ہونے اور بگڑ جانے اور چیزونکی پیدایش ہوجانے اور پیدایش ہونے اور بڑے ہونے اور بڈھے ہونے اور ایک چیز کو دوسری چیز میں بنجانے اور نچھتروں کے اثر میں جو آسمانوں کی شرقی و غربی حرکتونکے سبب سے اشخاص کی خرابی پر ہوتے ہیں بیان ہے۔

قدیم یونانی جو فلاسفۂ الٰہیین کا تھا بالکل اوس کی تکذیب کرتا ہی اور وہ اوس علم کی تکذیب کرتے ہیں۔ جلال الدین سیوطی نے جوابات قرآنی اور روایات اسلامی سے اخذ کر کے ایک ہیئۃ اسلامی بنائی ہی اور اوسپر ایک رسالہ مسمّٰی بہ الہیئۃ السنیہ فی الہیئۃ السنیہ۔ تحریر کیا ہی ایک مسئلہ بھی اوس کا علم ہیئۃ یونانی سے موافقت نہیں رکھتا۔ اوسمیں بلسناد روایات لکھا ہی کہ عرش یعنی فلک الافلاک کے گرد چار نہریں ہیں ایک نور کی ایک نار کی ایک برف کی ایک پانی کی۔ پھر لکھا ہی کہ کل دنیا کے لوگونکی جسقدر بولیاں ہیں اتنی ہی زبانیں عرش کی ہیں۔ پھر لکھا ہی کہ عرش سرخ یاقوت کا ہے اور عرش کے نیچے بحر مسجور ہے۔ ایک روایت کی سند پر لکھا ہے کہ عرش سبز زمرد کا ہے اوس کے چار پاؤں یاقوت احمر کے ہیں عرش کے آگے ستر ہزار پردے ہیں ایک نور کا ایک ظلمت کا جبریل نے کہا کہ اگر میں ذرا بھی پاس جاؤں تو جل جاؤں ؎

اگر یک سر موے برتر پرم	فروغ تجلی بسوزد پرم

پھر لکھتے ہیں کہ زمین کے گرد پیتل کا پہاڑ ہے جو زمین کے محیط ہے پھر لکھتے ہیں کہ سات زمینیں مثل سات آسمانوں کے توپر تو ہیں۔ ہر ایک زمین کی موٹائی پانسو برس کی راہ چلنے کی برابر ہے اور ہر ایک طبقۂ زمین کو ایک دوسرے سے اسی قدر فاصلہ ہے۔ رعد کو وہ ایک فرشتہ اور اوس کی آواز کو کڑک اور اوس کی بھاپٹ کورہ کی چمک کو بجلی قرار دیتے ہیں۔ آسمانوں کو مثل ایک قبہ کے کہتے ہیں اور اوس میں دروازہ قرار دیتے ہیں ؛

مد و جزر سمندر کی بابت روایت کرتے ہیں کہ جب فرشتہ سمندر میں پاؤں رکھدیتا ہے تو مد ہوتا ہے جب نکال لیتا ہے تو جزر ہوتا ہے۔

غرضکہ اسی طرح لغو و مہمل موضوع روایتیں اسلام میں ملا دی ہیں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ یہی مذہب اسلام ہے اور اس پر یقین کرنا چاہیے اور علماء نے بھی مثل روایات مذہبی کے اونکو اپنی تصنیفات

اِس کے بعد امام صاحب فرماتے ہیں کہ ان علوم کے کسی امر سے شرعاً مخالفت لازم نہیں ہے صرف چار مسئلے ان علموں کے ہیں جنھیں ہم مخالفت کرتے ہیں

پہلا مسئلہ - حکماء کا یہ قرار دینا ہے کہ دو چیزوں یعنی سبب اور مسبب کا ملنا جو ظاہر میں دکھائی دیتا ہے - یہ ملنا لازمی اور ضروری ہے اور نہ تو یہ قدرت میں ہے اور نہ امکان میں ہے کہ سبب بغیر مسبب کے پیدا ہو - اور مسبب بغیر سبب کے +

دوسرا مسئلہ - اون کا یہ قول ہے کہ نفوس انسانی مستقل چیزیں ہیں اور خود اپنی آپے سے موجود ہیں جسم میں پیوستہ نہیں ہیں اور موت کے معنی بدن سے اون کا قطع ہو جانا ہے - مگر وہ بدستور ہر حال میں اپنے آپے سے موجود ہیں +

تیسرا مسئلہ - اون کا یہ قول ہے کہ ان نفوس کا معدوم ہونا محال ہے بلکہ جب یہ پائے جاتے ہیں تو ابدی اور سرمدی ہوتے ہیں اون کا فنا ہونا متصور نہیں -

چوتھا مسئلہ - اون کا یہ قول ہے کہ ان نفوس کا جبکہ وہ جسموں سے علیحدہ ہو جاویں تو پھر اون کا جسموں میں دوبارہ آنا محال ہے -

ہم ان چاروں مسئلوں کی صحت و عدم صحت پر پھر کسی آرٹکل میں بحث کریں گے اس وقت یہ بتلانا ہے کہ صرف یہی چار مسئلہ نہیں ہیں بلکہ اون علوم کے اور بھی مسائل ہیں جو مذہب اسلام یا موجودہ مسائل اسلام کے برخلاف ہیں +

علوم طبیعی تمام اُن امور کے وقوع سے انکار کرتے ہیں جو مافوق الطبیعۃ ہیں اور یہی ایک ایسا مسئلہ ہے جو موجودہ مسائل مسلمہ اسلام کے کلیتہً برخلاف ہے جس سے تمام معجزات انبیاء علیہم السلام اور کرامات اولیائ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے انکار لازم آتا ہے - پس اس مسئلہ کی تردید یا توفیق اہل اسلام کو ضروری ہے -

علوم طبیعی امکان محض کو حجت نہیں قرار دیتے جبتک کہ اون کا وقوع نہ محقق ہو اور اس سے تمام

(۴) وہ علم جنمیں اون باتوں کا بیان ہے جو عناصر اربع کے باہمی امتزاج سے ظاہر ہوتے ہیں اور اون کے سبب سے آثار علویہ بادل مینہ کڑک بجلی بالہ قوس قزح کا ہونا بجلی کا گرنا۔ جھکڑ یا ہوا کا چلنا۔ بھونچال کا آنا ظہور میں آتے ہیں +

(۵) علم معدنیات (۶) علم نباتات۔ (۷) علم حیوانات (۸) علم نفوس حیوانی یعنی اون قوتوں کا بیان جنسے حیوانات چیزوں کو دریافت کرسکتے ہیں اور یہ کہ نفس انسانی بدن کے مرجانے سے نہیں مرتا اور وہ ایک جوہر روحانی ہے اوس کو فنا نہیں ہوسکتی۔

امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ آٹھوں امور تو بطور اصول کے تھے اور اونکے فروعات سات ہیں ؎

(۱) طب اور اوس کا مقصد بدن کے مبادی کا اور اوسکے احوال کا بلحاظ صحت اور مرض اور اُسکے سببوں اور اوس کی دلیلوں کا جاننا ہے تاکہ مرض کو دور کیا جاوے اور صحت کی حفاظت ہو۔

(۲) احکام نجوم۔ اور وہ ایک اٹکل ہی ستارونکی شکلوں سے اور اون کے ملنے سے استدلال کرنے میں کہ دنیا کا اور ملک کا اور پیدائش کا اور سال کا حال کسطرح پر ہوگا۔

(۳) علم فراست۔ (علم قیافہ) اور وہ استدلال کرنا ہے خلقی ہیئت سے اخلاق پر۔

(۴) تعبیر اور وہ استدلال کرنا ہے سونے کی حالت کے تخیلات سے جیساکہ نفس نے اوس کو عالم غیب میں دیکھا ہے اور قوت متخیلہ نے اوس کو دوسری مثال میں متخیل کردیا ہے۔

(۵) علم طلسمات اور وہ آسمانوں کے قوی کا اجرام ارضی سے ملانا ہے تاکہ اس ملانے سے عالم ارضی میں ایک عجیب وغریب کام کرے۔

(۶) علم نیرنجات۔ اور وہ زمین کی متعدد خاصیت کی چیزوں کی قوتوں کا ملانا ہے تاکہ اوس سے کوئی عجیب چیز پیدا ہو جاوے۔

(۷) علم کیمیا۔ اور وہ معدنی چیزوں کے خواص کا تبدیل کرنا ہی تاکہ اوس سے سونا اور چاندی بنجاوے

مثل مشہور ہی کہ جادو برحق ہی مگر کرنیوالا کافر ہی اِس مثل کے پہلے جملہ میں غلطی ہی صحیح مثل یوں ہی چاہئے کہ جادو غلط اور جھوٹ اور فریب ہے مگر کرنیوالا کافر ہے -

علم کیمیا کی نسبت جو امام صاحب نے لکھا ہی اوسکی نسبت ہم کچھ لکھنا نہیں چاہتے کیونکہ وہ اس علم سے بالکل ناواقف معلوم ہوتے ہیں اور سونا اور چاندی ہی بنانیکی دھن میں پڑے ہوئے دکھائی دیتے ہیں -

چہارم علم آلٰہی یعنی آلٰہیات - امام صاحب فرماتے ہیں کہ خود فلاسفہ کے مسائل الٰہیات میں اختلاف ہی مگر ارسطاطالیس کا مذہب جیسا کہ فارابی اور ابن سینا نے بیان کیا ہی قریب تر مذہب اسلام کے ہی صرف بیس مسئلوں میں غلطی ہے - تین مسئلے تو ایسے ہیں جنکے سبب سے اون کی تکفیر واجب ہے اور سترہ مسئلے ایسے ہیں جنکے سبب سے اون کو اہل بدع کہنا لازم ہی - اِس کتاب میں امام صاحب نے صرف اون تین مسئلوں کا مختصر بیان کیا ہے اور وہ تین یہ ہیں -

(۱) اون کا یہ کہنا کہ اجساد محشور نہیں ہونگے اور ثواب یا عذاب روح مجردہ کو ہوگا اور عذاب روحانی ہوگا نہ جسمانی -

(۲) اون کا یہ کہنا کہ خدائے تعالیٰ کو کلیات کا علم ہے جزئیات کا علم نہیں ہے -

(۳) اون کا یہ کہنا کہ عالم قدیم و ازلی ہے +

باقی مسائل جو صفات کی تقریر و تفہیم سے متعلق ہیں یا اون کا یہ کہنا کہ خدا اپنی ذات سے علیم ہے اور ذات سے زیادہ نہیں جانتا اور اسی طرح کے اور مسائل ہیں - ان مسائل میں اُن کا مذہب معتزلہ کے مذہب کے قریب ہے اور معتزلیوں کی تکفیر واجب نہیں ہے اِس کی تفصیل کتاب التفرقہ بین الاسلام والزندقہ میں بیان ہوئی ہے -

پنجم علم سیاست - اِس کی نسبت امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس علم حکماء کا کلام مصلحت دنیوی سے اور سلطنت سے علاقہ رکھتا ہے اور اونہوں نے اوس کو کتب منزلہ من اللہ اور احکام ماثورہ

دلائل علم کلام کے ساقط ہو جاتے ہیں۔

علوم طبیعی تبدیل ماہیت اشیاء کے منکر محض ہیں اور لا تبدیل لخلق اللہ کے قایل ہیں مگر موجودہ اصول اسلام اوس کے برخلاف ہیں +

علم نجوم۔ نہایت تعجب ہے کہ امام صاحب اس علم کی نسبت یہی تحریر فرماتے ہیں کہ اوس سے مخالفت لازم نہیں ہے حالانکہ اس علم کے مسائل کثیر ایسے ہیں جنکو اسلام غلط اور جھوٹا بیان کرتا ہے۔

علم نجوم کے وہ مسائل جو حسابیات سے متعلق ہیں مثل حرکات واجتماع وتفرق کواکب اور کسوف و خسوف جس کی تحقیق بذریعہ رصد کے کیگئی ہے اور جنکے حساب زیچوں اور تقویموں میں مندرج ہیں درحقیقت وہ مسائل نجوم نہیں ہیں بلکہ مسائل حسابیہ علم ہیئت ہیں جو اہل تنجیم کام میں لاتے ہیں۔ اور اوس حرکت اور اجتماع وتفرق سے جو نتایج آفاق میں پیدا ہوتے ہیں وہ بھی علم نجوم کے مسایل نہیں ہیں بلکہ علم طبیعیات کے (جسمیں نجوم داخل نہو) مسائل محققہ ہیں۔ اہل تنجیم اون مسائل کو بھی کام میں لاتے ہیں +

علم نجوم خالص وہ علم ہے جس سے انسانوں کی قسمت اونکی زندگی وموت اونکی عمر اونکی بیماری و صحت اونکی آیندہ زندگی کے حالات دولتمندی ومفلسی وغیرہ کی پیشین گوئی کیجاتی ہے۔ اوقات کی اور ایام کی سعادت ونحوست بتائی جاتی ہے۔ ہر ایک کام کے لئے ایک ساعت نیک سمجھی ہے جسمیں اوس کے کرنیکی اجازت دیجاتی ہے اور اوس کے سوا ساعات بد سمجھے جاتے ہیں جنمیں اوسی کام کے کرنیکو برا یا منحوس یا مثمر خلاف مراد سمجھا جاتا ہے قبل وقوع کسی واقعہ کے جو انسان سے متعلق ہے اوس کے وقوع کی پیشین گوئی کیجاتی ہے۔ پس درحقیقت اصلی علم نجوم یہ ہے جسکو عقل اور مذہب اسلام جھوٹا اور باطل بتاتا ہے +

علم طلسمات۔ امام صاحب نے جسکو علم طلسمات قرار دیا ہے وہ قدیم علم کہنہ ضالہ کا ہے کیسے قوائے آسمانی اور کیسا اون کو اجرام ارضی سے ملانا۔ اسیکا نام عرف عام میں جادوگری ہے جسکی نفرین عقلاً اور اسلاماً ہر مسلمان کو لازم ہے۔ تعجب ہے کہ امام صاحب لکھتے ہیں کہ اس علم سے شرعاً مخالفت لازم نہیں ہے۔

# الرُّوحُ وَحَقِيقَتُهَا
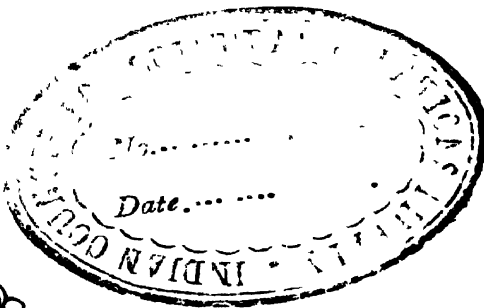
اولیاء سے اخذ کیا ہے ۔

اِس بیان سے امام صاحب کا مقصد یہ ہے کہ اِس علم میں بھی شرعاً مخالفت لازم نہیں ہے ۔ مگر مجھکو اس میں بھی کلام ہے کیونکہ اگر اون تمام احکام کو جو کتب فقہ میں مندرج ہیں احکام شرعی قرار دئے جاویں تو متعدد مسائل سیاست حکماء میں اور اون میں اختلاف بیّن ہے پھر کیا وجہ ہے کہ شرعاً اون کی مخالفت لازم نہ ہو +

ششم علم اخلاق ۔ اسکی نسبت بھی امام صاحب فرماتے ہیں کہ وہ صفات نفس اور اوس کے اخلاق اور اوسکی درستی اور مجاہدات سے متعلق ہے اور اُنہوں نے اوس کو کلام صوفیہ کرام سے اخذ کیا ہے یعنی اوس کی بھی شرعاً مخالفت لازم نہیں ہے ۔

مگر اس میں نہایت شبہہ ہے کہ آیا حکماء نے وہ علم اور اوس کا طریقہ صوفیہ کرام سے اختیار کیا ہی یا صوفیہ کرام نے حکماء عظام سے ۔ علاوہ اِس کے وہ طریقہ اختیار کرنا اور اوس طریقہ سے تہذیب نفس اور صفات نفسانی کا حاصل کرنا مقصود شارع علیہ السلام ہے یا نہیں ۔ اور مذاہب سے قطع نظر مقتضائے فطرت انسانی جس میں مرضی آلٰہی مضمر ہے سمجھا جا سکتا ہے ۔ یا نہیں +

یہ ہیں خیالات امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کے ۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ کسی وقت ہم ان مسائل پر بموجب اپنی تحقیق کے بحث کریں گے ۔ واللہ المستعان +

مطبوعہ فیض عام پریس علیگڈھ
۱۸۹۹ء
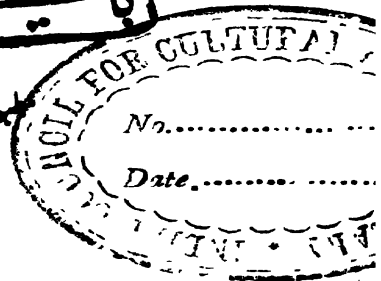
اور وہ متحیز بھی نہیں ہے یعنی اوس نے کوئی جگہ بھی نہیں گھیری ہے جیسکہ ہر ایک جسم بقدر اپنے جسم کے جگہ گھیرے ہوئے ہے - کیونکہ جو چیز متحیز یعنی جگہ گھیرے ہوئے ہوتی ہے وہ تقسیم کے قابل ہوتی ہے اور جزء لاتیجزیٰ یعنی چھوٹی سے چھوٹی چیز جو جگہ گھیرے ہوئے ہوا اور تقسیم نہ ہوسکے اوس کا ہونا باطل ہے یعنی محال ہے پس ثابت ہے کہ روح جوہر ہے یعنی اپنے آپ سے قائم ہے اور متحیز یعنی جگہ گھیرے ہوئے بھی نہیں ہے -

پھر امام صاحب فرماتے ہیں کہ روح نہ تو انسان کے بدن میں داخل ہے اور نہ اوس سے خارج ہے اور نہ اوس سے ملی ہوئی ہے اور نہ اوس سے جدا ہے - کیونکہ یہ سب باتیں ایسی چیز سے علاقہ رکھتی ہیں جسکا جسم ہوا ور متحیز ہوا ور روح میں ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہے -

پھر فرماتے ہیں کہ وہ کسی جہت میں بھی نہیں ہے اور نہ کسی جگہ میں حلول کئے ہوئے ہے کیونکہ یہ صفتیں بھی جسم دار چیز سے یا ایسی چیز سے جو دوسری چیز کے ساتھ موجود ہو یعنی عَرَض ہو علاقہ رکھتی ہیں اور روح جسم ہونے سے اور عرض ہونیسے پاک ہے +

مگر واضح ہو کہ کرامیہ اور حنبلی یعنی حضرت امام احمدؒ حنبل کے پیرو روح کو جسم مانتے ہیں اور اشاعرہ اور معتزلہ اوسکا جسم تو نہیں مانتے مگر اوسکے لئے جہت کا ہونا تسلیم کرتے ہیں -

جبکہ امام صاحب نے روح کو ایسا مانا کہ وہ ایک جوہر یعنی ایک ذات ہے اور قایم بالذات ہے یعنی آپ اپنے آپے سے قایم ہے اور اپنے آپے کو جانتی ہے اور معقولات کو دریافت کرلیتی ہے اور نہ جسم ہے اور نہ متحیز ہے اور نہ تقسیم کے قابل ہے اور نہ کسی خاص طرف کو ہے اور نہ کسی خاص جگہ میں حلول کئے ہوئے اور نہ کسی دوسری چیز کے ساتھ قایم ہے - اور نہ کسی جسم میں داخل ہے نہ اوس سے خارج ہے اور نہ اوس سے ملی ہوئی ہے

# الامام الغزالی اور

و

# الروح وحقیقتھا

## ھذا انتخاب من کتابہ المسمی بالمضنون بہ علی غیر اھلہ

## وانا سمیتہ بالمضنون الاخیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام صاحب فرماتے ہیں کہ روح کوئی جسم نہیں ہے کہ وہ بدن میں اس طرح چلی گئی ہو جیسے پانی برتن میں اور نہ عرض ہے یعنی ایسی چیز نہیں ہے جو کسی دوسرے کے ساتھ قائم ہو اور دل و دماغ میں اس طرح گھس گئی ہو جیسے کالی چیز میں کالکی یا عالم میں علم بلکہ وہ جوہر ہے یعنی آپ اپنے آپ سے قائم ہے۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے پیدا کرنیوالے کو جانتی ہے اور معقولات کو پالیتی ہے اور جو چیز کہ دوسری چیز کے ساتھ قایم ہوتی ہی یعنی عرض ہوتی ہے اوس میں یہ صفتیں نہیں ہوتیں +

اور وہ جسم بھی نہیں ہے کیونکہ جسم تقسیم ہونیکے لایق ہوتا ہے یعنی اوس کے دو، چار دس بیس وغیرہ حصے ہوسکتے ہیں اور روح تقسیم ہونیکے قابل نہیں ہے۔ اور دلیل سے ثابت ہے کہ وہ واحد ہے اور تمام عقلائے اتفاق کیا ہے کہ وہ جزء لایتجزیٰ کے مانند ہے یعنی ایسی شئے ہے کہ تقسیم نہیں ہوسکتی +

ہونا یا کثیر ہونا دونوں باطل ہیں اور جب وہ دونوں باتیں باطل ہوئیں تو روح کا قبل بدن موجود ہونا باطل ہوگیا۔
امام صاحب سے پوچھا گیا کہ جب ارواح بشری کثرت سے موجود نہیں ہوسکتیں تو انسانوں کے بدن سے اون کے مرنے پر جدا ہوجانیکے بعد کیونکر کثرت سے موجود ہوجاویں گی اور آپس میں متغایر بھی ہوں گی +

اِس کا جواب وہ یہ دیتے ہیں کہ بدن کے ساتھ متعلق ہونیکے بعد روح نے مختلف اوصاف مثلاً علم وجہل اور صفائی اور کدورت اور حسن اخلاق اور اخلاق قبیح حاصل کئے ہیں اور یہی سبب سے وہ ایک دوسری سے متغائر ہوگئی ہیں اور اون کی کثرت سمجھ میں آتی ہے۔ مگر جسم سے متعلق ہونیکے پہلے اِس تغایر کے اسباب موجود نہ تھے اور یہی سلئے اون کا کثیر ہونا باطل تھا +

مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جب امام صاحب نے روح کو مادی نہیں مانا بلکہ ایک جوہر غیر متحیز یعنی بغیر جسم کے مانا ہے اور یہ تسلیم کیا ہے کہ نہ وہ جسم میں داخل ہے نہ اوس سے خارج ہے اور نہ اوس سے ملی ہوئی ہے اور نہ اوس سے جدا ہے بلکہ اوس کا تعلق بدن سے صرف ایسا ہے جیسیکہ صورت کا آئینہ میں تو وہ انسان کے افعال سے اخلاق حسن یا اخلاق قبیح کیونکر حاصل کرسکتی تھی تا کہ انسانوں کے مرنیکے بعد اونکی روحوں میں تغایر پیدا ہوا اور کثرت روحوں کی وجود پذیر ہو +

علاوہ اِس کے ایک امر بحث طلب اور باقی رہا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ انسانوں میں توالد اور تناسل جاری ہے اور آن واحد میں بہت سے نطفے روح کے قبول کرنیکا استعداد پیدا کرتے ہیں اور ضرور ہے کہ ہر ایک کیلئے روح حادث ہو پس روح کا آن واحد میں کثرت سے حادث ہونا یا موجود ہونا بلا کسی اختلاف کے لازم آتا ہے اور چونکہ کوئی زمانہ اور کوئی آن ایسے نطفوں کے وجود سے جنہوں نے روح کے قبول کرنیکا استعداد پیدا کرلیا ہو خالی نہیں ہے تو ہر آن میں روح کا کثرت سے موجود ہونا بر وقت وجود ابدان کثیر لازم آتا ہے اور کثرت ارواح موجودہ باطل نہیں ہوتی +

اور نہ اوس سے جدا ہے تو یہی سب صفتیں خدا کی ذات پاک کی ہیں اور اِس سے لازم آتا ہی کہ روح بھی خدا کی مانند ہے۔

اِس کا جواب امام صاحب یہ دیتے ہیں کہ خدا میں بھی یہ صفتیں ہیں مگر یہ صفتیں خدا کی مخصوص صفتوں میں سے نہیں ہیں بلکہ خدا کی مخصوص صفتیں اوس کا قیوم ہونا ہے یعنی وہ اپنی ذات سے قایم ہے اور باقی تمام چیزیں اوس کی ذات کے سبب سے قایم ہیں اور آپ ہی آپ موجود ہے اور سب چیزیں آپ ہی آپ موجود نہیں ہیں بلکہ اون کا وجود عارضی ہے اور خدا کا وجود ذاتی +

جو جواب کہ امام صاحب نے دیا اگر اوس کو تسلیم کر لیا جاوے تو اون صفات سے جو روح کی بیان کی ہیں یہ بات لازم ہوتی ہے کہ روح قدیم اور غیر مخلوق ہے۔

اِس کا جواب عجیب طرح سے امام صاحب نے دیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ روح کو جو غیر مخلوق کہتے ہیں اوس کا مطلب یہ ہے کہ اوس کا اندازہ کمیت سے کہ کتنی ہے نہیں ہوسکتا اِس لئے کہ کسی چیز کا اندازہ اِسطرح پر کہ کتنی ہے اوس وقت ہوسکتا ہی جبکہ وہ متحیز ہو یعنی کسیقدر جگہ کو گھیرے ہوئے اور تقسیم ہوسکتی ہو۔ مگر روح نہ متحیز ہی اور نہ تقسیم ہوسکتی ہی نہ اوسکے ٹکرے ہوسکتے ہیں مگر اوس کو مخلوق اس لئے کہتے ہیں کہ وہ پیدا ہوئی ہے اور قدیم نہیں ہے اور وہ حادث ہوتی ہے یعنی پیدا ہوتی ہی جبکہ نطفہ میں اُس کے قبول کرنیکا استعداد پیدا ہوتا ہی۔

امام صاحب کا مذہب یہ ہی کہ ارواح بشری قبل وجود ابدان کے موجود نہیں ہیں بلکہ بعد وجود ابدان کے حادث ہوتی ہیں جیسے صورت آئینہ میں۔ کیونکہ اگر قبل وجود ابدان کے موجود ہوں تو دو حال سے خالی نہیں یا تو کل انسانوں کے لئے روح واحد ہوگی یا کثیر یعنی بہت سی ہونگی۔ پھر وہ ایک لنبی دلیل لکھتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ قبل وجود ابدان روح کا واحد

نفسانی وحیوانی دونوں ہیں اور اوسی سے قوت حساسہ اور اعضا کی حرکت حاصل ہوتی ہے۔
اور ظاہر ہے کہ اس تعریف میں وہ روح انسانی داخل نہیں ہوسکتی جس پر ہم اس مقام میں
بحث کر رہے ہیں اور جس کا ذکر امام صاحب نے المضنون الاخیر میں کیا ہے۔

## واما مذہب بعض الفلاسفۃ الالمیین فی ہذا الزمان ہذا

اوّل وہ اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ تعقل اور ارادہ صرف ترکیب عناصر یا امتزاج
مادہ سے پیدا نہیں ہوسکتا البتہ تاثر پیدا ہوتا ہے مگر تاثر اور چیز ہے اور تعقل اور ارادہ اور چیز ہے۔
وہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ تمام حیوانات میں وہ انسان ہوں یا حیوان سب
میں تعقل اور ارادہ ہے اور وہ شے جس سے تعقل اور ارادہ ہے وہ اس چیز کے علاوہ ہے
جو ترکیب عناصر یا امتزاج مادہ سے پیدا ہوتی ہے۔ پس وہ اوسی شے کو جس سے انسان
میں اور حیوانات میں تعقل اور ارادہ پیدا ہوتا ہے روح کہتے ہیں ؛
وہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ انسان میں اور حیوان میں اور نیز ایسی مخلوق میں
اگر ہو جو مافوق الانسان اور غیر مرئی اور ذی تعقل وارادہ ہو جس کے وجود کا ثبوت ابتک اونکے
نزدیک کتاب وسنت سے نہیں ہوا۔ وہی ایک روح ہے۔ وہ حیوانات میں بھی روح مانتے
ہیں جیسکہ انسان میں اور دونوں کی روحوں میں کچھ فرق نہیں سمجھتے بلکہ متحد مانتے ہیں اور
اون کے افعال کے تفاوت کو اون کی ترکیب اعضا کے اختلاف پر جنکے ذریعہ سے روح
کام لیتی ہے محول کرتے ہیں۔
وہ اس کی مثال ایک اسٹیم انجن کے کارخانہ کی دیتے ہیں جسمیں مختلف کام کرنے کی
کلیں لگی ہوئی ہوں۔ اون تمام کلوں کو حرکت دینے والی صرف وہی ایک اسٹیم ہے مگر وہ کلیں
جن مختلف کاموں کے لئے لگائی گئی ہیں وہ مختلف کام دیتی ہیں ؛

امام صاحب نے جو یہ مذہب اختیار کیا ہے کہ روحیں پہلے سے موجود نہیں ہیں بلکہ اجساد کے ساتھ حادث ہوتی ہیں تو اس حدیث سے کہ "خلق اللہ تعالیٰ الارواح قبل الاجساد بالفی عام"۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے روحوں کو دو ہزار برس پہلے جسموں سے پیدا کیا ہے کیا معنی ہونگے +

اسکے جواب میں امام صاحب عاجز ہو گئے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس میں تاویل کرنی چاہئے اور تاویل یہ کرتے ہیں کہ اس حدیث میں ارواح سے ارواح ملائکہ مراد ہیں اور اجساد سے اجساد عالم و فیہ ما فیہ

جو مذہب کہ امام صاحب نے اختیار کیا ہے اوس میں ایک اور دقت ہے کہ نطفہ کی یا مادہ کی عناصر کی ترکیب اور امتزاج سے جو جسم لطیف حادث ہوتا ہے وہ وہ شئے ہے جس سے نمو اور جسم کا وجود متعلق ہے اور وہ اشجار و حیوان دونوں سے علاقہ رکھتا ہے جو کیفیت اور استعداد کسی درخت کے بیج میں بو دینے کے بعد پیدا ہوتی ہے وہی نطفہ میں بھی پیدا ہوتی ہے اور وہی اوس مادہ میں پیدا ہوتی ہے جس سے خود بخود کیڑے مکوڑے حشرات الارض پیدا ہوتے ہیں۔ مگر اوس شے پر جو حیوانی مادہ میں اسیطرح حادث ہوتی ہے جیسکہ شجری مادہ میں روح کا جس سے ہم بحث کر رہے ہیں اطلاق نہیں ہو سکتا گو کہ بعض دفعہ اس کا نام روح حیوانی اور روح نباتی کہا جاوے۔ پس بموجب مذہب امام صاحب کے یا تو یہ ماننا پڑیگا کہ روح جس سے بحث ہے اور وہ شے جو نطفہ میں بسبب امتزاج اور ترکیب مادہ کے پیدا ہوتی ہے ایک ہی چیز ہے اور یہ صریح البطلان ہے یا نطفہ میں دو طرح کا استعداد پیدا ہوتا ہے ایک وہ جبکہ اون میں استعداد قبول روح حیوانی ہوتی ہے اور دوسری وہ جبکہ اوس میں وہ استعداد پیدا ہوتا ہے جس کے سبب سے یا جس کے لئے روح انسانی حادث ہوتی ہے اور مثل عکس آئینہ تعلق پکڑتی ہے و لکنہ فیہ ما فیہ +

مگر تعجب یہ ہے کہ امام صاحب نے اپنی کتاب المضنون بہ علی اہلہ میں روح کی یہ تعریف لکھی ہے کہ "وہ ایک جسم لطیف ہے اخلاط کے بخار سے مرکب اور اوس کا منبع دل ہے اور اوسمیں قوائے

کسیطرح پر محسوس نہیں ہے اِس لئے اوس کے عوارض کا جاننا بھی عقل انسانی سے خارج ہے اسی لئے اوس بڑے کاریگر (جل جلالہ واعظم شانہ) نے فرمایا یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی
یہی وجہ ہے کہ انسان خدا کے وجود اور اوس کی صفات پر ایمان لانیکو مکلف کیا گیا ہے
نہ اِس بات پر کہ اوس کی ذات کی اوس کی حیات کی اوس کی قدرت کی اوس کے علم کی
اوس کے غضب کی اوس کے رحم کی یعنی اوسکی صفات کی حقیقت و ماہیت کیا ہے +
مگر ہاں عقل انسانی جہانتک کہ وسیع ہو سکتی ہے اوس حد تک انسان غیر محسوس چیزوں
کی نسبت بھی اوس کو وسعت دیسکتا ہے۔ روح کی نسبت اسقدر اوس کو وسعت ہو سکتی
ہے کہ روح مخلوق ہے اور جوہر لطیف ہے اور ذی تعقل اور ذی ارادہ کاسب اور مکتسب ہے
اور جب کسی مادہ میں وہ نطفہ ہو یا سڑی مٹی یا اور کوئی چیز استعداد جی ہونیکا یعنی جاندار
ہونے کا پیدا ہوتا ہے تو وہ باندازہ اوس کی استعداد کی اوس میں سرایت کر جاتی ہے
اور اون اعضا سے جو اوس مخلوق میں ہیں وہی کام لیتی ہے جس کام کے لایق وہ بنائے
گئے ہیں۔ یا اوس کے سبب سے وہ اعضا وہ کام کرتے ہیں جنکے لئے وہ بنائے گئے ہیں
اور جب وہ استعداد اون میں باقی نہیں رہتا جسکے سبب سے روح نے اوس میں سرایت
کی تھی تو روح اوس سے علیحدہ ہو جاتی ہے +
اوس کی مثال میں الکٹرسٹی کی مثال دیجا سکتی ہے الکٹرسٹی تمام دنیا میں پھیلی ہوئی ہے
اور وہ تمام اجسام میں بقدر استعداد ہر ایک جسم کے سرایت کئے ہوئے ہے اور جب ہم
کسی مادہ میں ایسی ترکیب پیدا کرتے ہیں جسمیں الکٹرسٹی کے قبول کرنیکا استعداد پیدا ہو
وہ فی الفور اوس میں سرایت کر جاتی ہے اور باندازہ اوس کی استعداد کے سرایت کرتی
ہے اوسی طرح روح بھی بمجرد پیدا ہونے استعداد قبول روح کے اوس شے میں جسمیں وہ

یہی حالت انسانوں اور حیوانوں کی ہے ہر ایک انسان میں اور ہر ایک حیوان میں
جس کام کے لایق اوس کے اعضا کی ترکیب ہی وہ وہی کام کرتا ہی +
حیوانات میں ہم دیکھتے ہیں کہ اونکے اعضا کی ترکیب میں بجز ایک محدود کام کرنیکی قابلیت کے
اور کچھہ نہیں ہی اور اسی لئے وہ اوامر و نواہی کے مکلف نہیں ہیں ورنہ اونکی روح کوئی نئی چیز کسب کرتی ہی
مگر انسان کے اعضا دل و دماغ کی ترکیب ایسی ہے کہ اوس میں غیر محدود کام کرنیکی
قابلیت ہی اور نیز اون میں یہ بھی قابلیت ہی کہ وہ اسٹیم اونسے بطور ایک انجنیر کے کام
لے یعنی کسی کل کو بند کر دے کسی کو چلنے دے کسی کو تیز کر دے کسی کو سست کر دے
اور اسی قابلیت کے سبب وہ مکلف ہی۔ وَلِلّٰہِ درّ من قال ؎

| قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند | آسمان بار امانت نتوانست کشید |
|---|---|

## ما قولهم فی ماهیت الروح وحقیقتها

اون کا یہ قول ہے کہ کسی شے کی ماہیت کا جاننا انسان کی عقل سے خارج ہی و علم آدم
الاسماء کلها وما علم ماهیة المسمی بهذه الاسماء ۔ جو چیزیں کہ محسوس ہیں اونکے
عوارض کو انسان جان سکتا ہی نہ اون کی ماہیت و حقیقت کو ۔ اور جو چیزیں کہ غیر محسوس
ہیں اون کے ہونے یا نہ ہونے کو جان سکتا ہی ۔ مگر اون کی ماہیت کو یا اون کے عوارض
کو نہیں جان سکتا ۔ کیونکہ جو ذریعے علم کے خدا نے انسان میں پیدا کئے ہیں اون میں
بجز اس کے کہ اشیاء محسوس کے عوارض کو جان سکیں اور غیر محسوس کے وجود یا عدم وجود
کی تصدیق یا تکذیب کریں اور کچھہ طاقت نہیں ہے ۔
روح کی حقیقت یا ماہیت بھی اسی قسم کی ہے اوس کا وجود جاندار مخلوق میں ثابت
ہوتا ہی مگر اوس کی ماہیت مثل تمام اشیاء کی ماہیت کے عقل انسانی سے بالاتر ہی ۔ اور جو کہ وہ

# اللوح والقلم
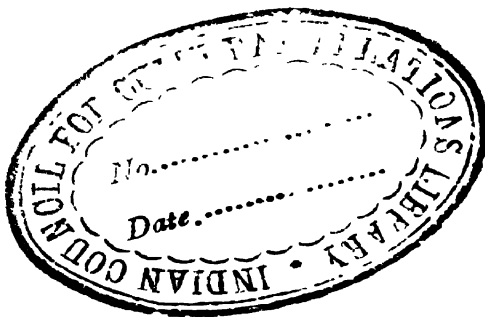
استعداد پیدا ہوا ہے سرایت کرجاتی ہے

ہم بذریعہ آلات اور تراکیب کے الکٹرسٹی کو ایک جگہ جمع کرلیتے ہیں ایک جسم میں سے اوسکو خارج کرکے دوسرے جسم میں جسمیں اوس کے قبول کرنے کا استعداد ہے داخل کرتے ہیں اور جسوقت اوس کو کسی جسم سے خارج کرتے ہیں تو آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ وہ ایک جسم لطیف سیال روشن ہے جو مثل پانی کی دھار کے ایک جسم سے نکلتا ہے اور دوسرے جسم میں چلا جاتا ہے اور اوس دوسرے جسم کی نہ جسامت میں تغیر ہوتا ہے نہ اوس کے تحیز میں اور جب اوس جسم میں استعداد قبول باقی نہیں رہتا تو اوس سے علیحدہ ہوجاتا ہے اور اوس جسم لطیف سیال کے ہر ایک جزو میں وہی خاصیت ہے جو اوسکی کل میں ہے۔ اور وہ جسم سیال جو نہایت لطیف ہے اور علی قول الاصح مادی ہے اور اوسکا جسم اجزاے صغار دی مقراطیسی سے مرکب ہے۔ اسیطرح روح بھی ایک جسم لطیف مخلوق ہے قبل وجود ابدان جو اون اجسام سے جنمیں اوس کے قبول کا استعداد ہوتا ہے۔ بقدر اوس کی استعداد کے اوس میں سرایت کرجاتی ہے اور جب وہ استعداد قبول اوس میں باقی نہیں رہتا اوس سے علیحدہ ہوجاتی ہے۔ اور اسی کا نام موت ہے ٭

واللہ اعلم۔ و ھذا ما الھمنی ربی۔

تمت



مطبوعہ فیض عام پریس علیگڈھ
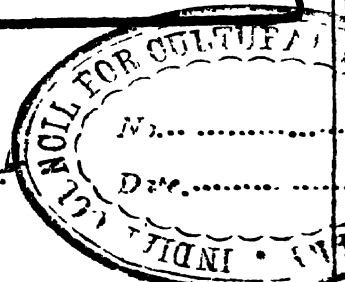
روحانی یعنی روحانی ذاتیں ہونگی بعض تو اون میں سے علم حاصل کرنے والی مثل لوح

کے اور بعضی علم دینے والی ہیں مانند قلم کے و ان اللہ تعالی علّم بالقلم اونہوں نے اپنی

دوسری کتاب المضنون بہ علی اہلہ میں بھی لکھا ہے کہ جواہر روحانیہ عقلیہ جنہیں تمام

موجودات کا نقش ہے شرع میں اوسی کو لوح محفوظ سے تعبیر کیا ہے پس امام صاحب

کی اِس تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ لوح و قلم کے ایسے وجود کے جو مجسم ہو قائل نہیں

ہیں ❖

مگر جن مشکلات اور پیچیدگی سے اونہوں نے اِس کو بیان کیا ہے اور لوح و قلم

کی روحانیت کو صرف ایک فرضی طور پر جواہر موجودہ قرار دیا ہے وہ کسی طرح سمجھ

میں آنے اور تسلی دینے کے قابل نہیں ہے وَما ھو الا تحکم و تجوز۔

## واما مذهب بعض الفلاسفة الالٰهيين فى هذا الزمان هذا

وہ بھی قلم کو نہ نرسل کا قلم مانتے ہیں اور نہ لوح کو کاٹ کی تختی بلکہ وہ کہتے ہیں کہ قلم

سے وہ چیز تعبیر کی گئی ہے جس سے وہ نتیجہ حاصل ہو جو قلم سے حاصل ہوتا ہے یعنی ظہور

صور معلومات کا اور لوح سے وہ چیز تعبیر کی گئی ہے جس میں صور معلومات جس کو قلم نے

ظاہر کیا ہے قایم اور موجود رہیں۔ پس منجملہ صفات باری جل شانہ کے ارادہ اور علم

دو صفتیں ہیں جنکو لوح و قلم سے تعبیر کیا ہے ارادہ کو قلم سے اور علم کو لوح محفوظ سے

کیونکہ اوس کے ارادہ نے تمام صور موجودات کو پیدا کیا ہے اور اوس کے علم میں

تمام ما کان وما یکون یعنی جو کچھ ہوا اور ہوتا ہے اور ہو گا سب موجود ہے۔

علم کو لوح محفوظ سے تعبیر کرنے میں ایک اور نکتہ ہے کہ انسان کا علم تین زمانو

# الامام الغزالی

# ومذهبه فی حقیقة اللوح المحفوظ والقلم علی ما صرح به

## فی کتابه المسمی بالمضنون به علی غیر اهله وهو المضنون الصغیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام صاحب فرماتے ہیں کہ لوح سے مراد ایسے وجود سے ہے جو اِس قابل ہو کہ جو چیزیں اوس پر نقش کرنی چاہیں اوس پر نقش ہو جاویں اور قلم سے مراد ایسے وجود سے ہے جس سے لوح پر جو نقش کرنا چاہیں اوس سے نقش ہو جاوے۔ کیونکہ قلم معلومات کی صورتوں کو لوح پر نقش کرنیوالی چیز ہے اور لوح وہ چیز ہے جس پر اون معلومات کی صورتیں نقش ہوتی ہیں اور یہ ضرور نہیں ہے کہ قلم نرسل کا اور لوح لکڑی کی ہو۔ بلکہ یہ بھی ضرور نہیں ہے کہ اون دونو کیلئے جسم بھی ہو۔ کیونکہ قلم اور لوح کی ماہیة وحقیقت میں اون کا مجسم ہونا داخل نہیں ہے بلکہ اون کی روحانیت اون کی حقیقت ہے اور اون کی صورت اون کی حقیقت سے زاید جس کے کچھ معنے نہیں ہیں پس کچھ بعید نہیں ہے کہ اللہ کا قلم اور اللہ کی لوح اوس کی انگلیوں اور اوس کے ہاتھ کے لائق ہو اور یہ سب چیزیں ایسی ہوں جو اوس کی ذات کے لائق ہے اور وہ پاک ہوں گی حقیقت جسمیت سے بلکہ وہ سب جواہر

الصراط والمیزان
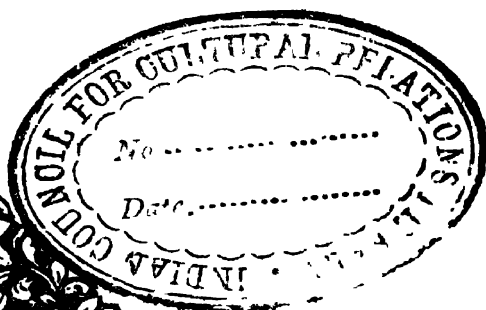
ماضی وحال واستقبال سے علاقہ رکھتا ہے مگر خدا تعالیٰ کا علم بالکلیہ حالیہ ہے یعنی ماضی اور استقبال کو اوس میں گنجایش نہیں ہے۔ ماضی و استقبال بھی مثل حال کے اسی وقت علم الٰہی میں حاضر ہے ماکان ومایکون وماسیکون فی الحال اوس کے علم میں موجود ہی لوح میں جو چیز ثبت ہو ماضی کی یا حال کی یا استقبال کی اوس کا علم بھی فی الحال موجود ہوتا ہے پس علم باری کا لوح محفوظ سے تعبیر کرنا انسانوں کے سمجھانے کے لئے نہایت ہی پر لطف تھا اور ارادہ کا قلم سے تعبیر کرنا ایسا لطیف استعارہ ہے کہ خدا کے سوا اور کسی کو نہیں سوجھ سکتا۔ فقط +

واللہ اعلم وھذا ما الھمنی ربی

تمت

در مطبع فیض عام علیگڈھ طبع شد
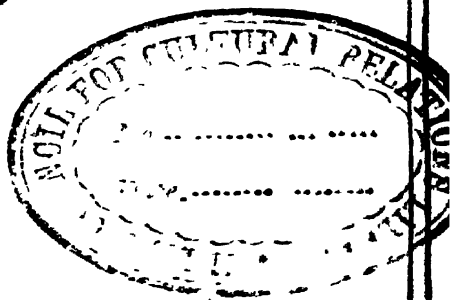
یا جھکنا نہ ہو اور نہ ہوا میں پھٹ جاتا رہے - پھر جب ہوا میں ایسا کر دینا ممکن ہے تو صراط گو وہ
کیسا ہی باریک ہو ہر طرح پر ہوا سے تو زیادہ مضبوط ہے (والعجب ثم العجب علی ما قالہ
الامام فی ہذا المقام)

امام صاحب اپنی کتاب المضنون بہ علی غیر اہلہ میں یعنی المضنون الاخیر میں تحریر فرماتے
ہیں کہ صراط پر ایمان لانا حق ہے اور یہ جو کہا گیا ہے کہ وہ بال کی مانند ہے تو بال کی باریکی
کو بھی اوس سے مناسبت نہیں ہے جسطرح کہ خط مصطلحہ علم ہندسہ کی باریکی میں جو
دھوپ اور چھاؤں کے بیچ میں فاصل ہے بال کی باریکی کو کچھ نسبت نہیں ہے - صراط کی
باریکی خط ہندسی کی باریکی کی مانند ہی جسمیں مطلقاً عرض یعنی چوڑا پن نہیں ہوتا اگر ایسے خط کا
تو وجود ذاتی نہیں ہوتا پھر کیا امام صاحب کے نزدیک صراط کا بھی وجود ذاتی نہیں ہی)

پھر امام صاحب فرماتے ہیں کہ صراط مستقیم سے مراد ہے اخلاق متضادہ جو انسان
میں ہیں اون میں توسط حقیقی اختیار کرنا - مثلاً سخاوت اور فضول خرچی میں اور شجاعت
میں اور جاہلانہ بیرحمی اور بزدلی میں اور خرچ کرنے اور کنجوسی میں اور تواضع میں اور
تکبر اور نالایق مزاج میں اور عفت اور شہوت رانی میں اور نامردی میں - یہ سب
اخلاق متضادہ ہیں اور اون کے دو سرے ہیں ایک افراط دوسرا تفریط اور یہ دونو مذموم
ہیں اور دونو سروں کا جو بیچا بیچ ہے وہ توسط ہے کہ کسی طرف مائل نہیں ہے نہ زیادتی
کیطرف نہ کمی کی طرف جیسکہ وہ خط جو دھوپ اور چھاؤں میں فاصل ہے نہ تو اوس کو دھوپ
میں کہہ سکتے ہیں نہ چھاؤں میں +

پھر امام صاحب فرماتے ہیں کہ انسان کا کمال یہ ہے کہ جہانتک ہو سکے فرشتوں
کی مشابہت پیدا کرے جنمیں اوصاف متضادہ جیسے کہ انسان میں ہیں نہیں ہیں - انسان

# الامام الغزالی

## واقعات المختلفۃ فی الصراط والمیزان

### الصراط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام صاحب اپنی کتاب الاقتصاد فی الاعتقاد میں لکھتے ہیں کہ صراط حق ہے اوس کی تصدیق واجب ہے کیونکہ وہ ممکنات میں سے ہے اور وہ ایک پل ہے جہنم کے اوپر تنا ہوا تمام لوگ اوس کو دیکھیں گے جب وہ اوس پر پہنچیں گے تو فرشتے اون کو اوس پر ٹھہرائیں گے تاکہ اون سے سوالات کئے جاویں ✦

اسکے بعد امام صاحب کہتے ہیں کہ اگر کہا جاوے یہ کیونکر ہو سکتا ہے روایت میں آیا ہے کہ وہ بال سے باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہوگا پھر کس طرح اوسپر سے جانا ممکن ہے۔

اِس کے جواب میں امام صاحب فرماتے ہیں کہ اگر یہ بات ایسے شخص نے کہی ہے جو خدا کی قدرت کا منکر ہے تو اوس کے مقابلہ میں خدا کو ہر ایک امر پر قادر ہونا ثابت کیا جاویگا اور اگر وہ خدا کی قدرت عام کا قایل ہے تو یہ بات ہوا پر چلنے سے زیادہ عجیب نہیں ہے۔ پھر خدا تعالیٰ ایسی قدرت کے پیدا کر دینے میں قادر ہے جس سے مراد یہ ہے کہ خدا ہوا میں ایسی قدرت پیدا کر سکتا ہے کہ اوس پر لوگ چلسکیں اور نیچے کی ہوا میں نیچے کود بنا

یا جسمانی اور اگر روحانی ہوگا تو اوس پر سے گذرنیکے کیا معنے ہونگے و هذا ابهام اوفراد من اظهار الحقيقة فتدبر۔

## المیزان

امام صاحب نے اپنی کتاب الاقتصاد فی الاعتقاد میں لکھا ہے کہ میزان حق ہے اور اوس پر تصدیق واجب ہے وہ لکھتے ہیں کہ اگر کوئی کہے کہ اعمال تو عرض ہیں یعنے جس شخص نے کئے تھے اوس کے ساتھ تھے جب وہ نہ رہا تو وہ بھی معدوم ہوگئی اور جو چیز کہ معدوم ہوگئی وہ کیونکر تولی جاوے گی اور نہ وہ اعمال جسم میزان میں یعنے اوس کے پلڑوں میں پیدا ہوسکتی ہیں اور نہ اون اعمال کی شدت اور خفت کا اندازہ پیدا ہوسکتا ہے۔ اِس کا جواب امام صاحب یہ دیتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات پوچھی گئی تھی آنحضرت نے فرمایا کہ اعمال کے لکھے ہوئے چٹھے تولے جاویں گے کیونکہ کراماً کاتبین ہر ایک انسان کے اعمال کا چٹھا لکھتے جاتے ہیں اور وہ مجسم چیز ہے پھر جب اون چٹھوں کو میزان میں رکھدیں گے تو اللہ تعالے اوس کے پلڑوں میں ہلکا پن یا بھاری پن اعمال کے رتبہ کے موافق پیدا کردیگا اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ پھر امام صاحب کہتے ہیں کہ اگر کوئی پوچھے کہ اِس طرح اعمال کے تولنے سے کیا فائدہ ہے تو اِس کا جواب یہ ہے کہ خدا کے کاموں میں یہ سوال نہیں ہوسکتا۔ لا یسئل عما یفعل وهم یسئلون اوس کے بعد ایک یہ فائدہ بیان کرتے ہیں کہ اعمال کی تولے جانے سے بندہ اپنے اعمال کی مقدار جان جاوے گا اوس کو معلوم ہوگا کہ اوس کیساتھ عدل ہوا ہے یا اپنی مہربانی سے خدا نے اوس کے گناہوں سے درگذر کیا۔

لیکن امام صاحب اِس بات کو بھول گئے کہ ہرگاہ اونہوں نے فرمایا ہے کہ اعمال کا وزن یعنی میزان کے پلڑوں میں ہلکا پن یا بھاری پن خدا تعالی اعمال کے رتبہ کے موافق پیدا

اون اوصاف سے بالکلیہ علٰحدہ نہیں ہو سکتا اِس لئے اوس کو حکم ہوا ہی کہ ایسا طریقہ اختیار
کرے جو اون اوصاف سی علٰحدہ ہو جانیکے مشابہ ہو گو کہ حقیقت میں علٰحدہ ہو جانا نہ ہو اور
وہ توسط ہی جیسیکہ سمویا ہوا پانی کہ نہ گرم ہے اور نہ سرد اور عود کا رنگ کہ نہ سفید ہی اور نہ سیاہ
پس کنجوسی اور فضول خرچی انسان کی دو صفتیں ہیں اور سخاوت اوسمیں توسط کا درجہ رکھتی ہے
جسمیں نہ کنجوسی ہی اور نہ فضول خرچی پس صراط مستقیم وہ توسط حقیقی ہے جو بال سی بھی زیادہ باریک ہے
اور جو شخص کہ اون صفات متضادہ کے دونو سروں سے نہایت درجہ دور رہنا چاہی تو خواہ نخواہ اون دونو
سروں سے بیچا بیچ میں ہو گا۔ مثلاً ایک لوہے کے حلقہ کو آگ میں لال کرکے رکھیں اور اوسمیں ایک چیونٹی
کو ڈالدیں تو وہ اوس کی گرمی سی بھاگے گی اور جو جگہہ سب سے دور ہو گی وہاں ٹھہرے گی پس بجز مرکز کے
اوس کو اور کوئی جگہ نہیں ملنے کی اور وہی مرکز وسط حقیقی ہی کیونکہ اوسی کو ہر طرف سی نہایت درجہ کا
بعد ہی اور اِس مرکز یا نقطہ کا مطلق عرض نہیں ہی۔ پس صراط مستقیم وہی وسط ہی دونو سروں سے
اور اوس وسط کا مطلق عرض نہیں ہی اور وہ بال سے بھی زیادہ باریک ہی پھر جب خدا
تعالیٰ قیامت میں اِس صراط مستقیم کو متمثل کردیگا تو جو کوئی اِس دنیا میں صراط مستقیم پر
ہو گا (یعنی اوس نے صفات متضادہ انسانی کے استعمال میں حتی المقدور توسط اختیار
کیا ہو گا اور کسی جانب مائل نہ ہوا ہو گا) تو صراط آخرت پر بھی سیدھا چلا جاویگا +

امام صاحب کی دونو تحریروں میں اختلاف یا پچھلی میں ابہام ہے جو کچھ اونھوں نے
کتاب اقتصاد میں لکھا ہے اوس سے پایا جاتا ہے کہ وہ صراط آخرت کو ایک شے مجسم دوزخ
پر تنی ہوئی تسلیم کرتے ہیں اور کتاب المظنون میں جو لکھا ہے اوس سے صرف صراط مستقیم
کا جو ایک مفہوم ہے جس کا متمثل ہو جانا بیان کیا ہے کما قال فاذا متثل اللہ تعالی
للعباد فی القیامۃ ھذا الصراط المستقیم الخ تو یہ نہیں بتایا کہ وہ تمثل روحانی ہو گا

، اقتصاد سے پایا جاتا ہے کہ وہ میزان کے جسمانی ہونے کی
مضنون میں صرف اوس کی تمثیل کے قایل ہیں خواہ وہ محسوس
مقام پر نہیں بیان کرتے کہ تمثل سے یا تمثل روحانی سے یا ہر ایک
جود ہونے سے کیا مراد ہے شاید اہل مکاشفہ کو اوسکی حقیقت
لی بے انتہا خلقت ہے اور اون کو مکاشفہ نہیں ہے اون

+

اونہوں نے کتاب المضنون میں میزان کا تمثل ہونا محسوسی یا
نا تھا کہ اِس صورت میں اعمال کے چٹھوں کا جو کراماً کاتبین
اوہ تو مجسم تھی وہ کس پر دھری جاویں گی +
اِس زمانہ کے فلاسفہ الٰہیین کی بھی کچھ تحقیق ہے جو ذیل میں مندرج ہے۔

## بعض الفلاسفۃ الٰہیین فی ھذا الزمان ھذا

وہ کہتے ہیں کہ صراط آخرت حق ہے اور ہر شخص کو اوس کا طے کرنا
ے اوصاف کہ وہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی باڑ سے زیادہ
د پر تنا ہوا ہے نہ قرآن مجید میں مذکور ہیں اور نہ کسی حدیث قابل
ہیں۔ قرآن مجید میں لفظ صراط آیا ہے اور بعض احادیث احادیں
ت مذکور ہیں صراط کا لفظ آیا ہے پس اون کا قول یہ ہے کہ جن
یہ لفظ استعمال ہوا ہے اوسکے وہی معنے اون حدیثوں میں بھی مراد ہیں
د عا سکھائی ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت
م ولا الضالین اور پیغمبر کو کہا ہے وانک لتھدی الی صراط مستقیم

کر دیگا تو بندہ کو کیونکر ظاہر ہو گا کہ وہ وزن ٹھیک ٹھیک پیدا کر دیا ہے - اور جب
یہ ظاہر نہ ہوا تو جو فایدہ امام صاحب نے بیان کیا ہے وہ باطل ہو جاتا ہے ❖

پھر امام صاحب اپنی کتاب المضنون بہ علی غیر اہلہ یعنی المضنون الاخیر میں تحریر فرماتے
ہیں کہ میزان پر ایمان لانا واجب ہے جبکہ یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ نفس انسانی جوہر ہے
جو اپنے آپ سے قایم ہے اور جسم کا محتاج نہیں ہے تو وہ خود اِس بات کے لئے تیار ہے
کہ حقایق امور اور جو تعلق اُس کو جسد سے تھا وہ اوس پر منکشف ہو جاوے اور جو کچھ اوس پر
منکشف ہو گا اوس کے اعمال کی تاثیر ہو گی بلحاظ قرب و بعد ذات باری کے اور خدا
کی قدرت میں ہے کہ کوئی ایسی راہ نکالے جس سے ایک لحظہ میں تمام خلق اپنے اعمال
کی مقدار اور اوس کی تاثیر دریافت کرے -

بعد اس کے امام صاحب فرماتے ہیں کہ میزان حقیقت میں اوس چیز کا نام ہے جس
کسی شے کی کمی یا زیادتی معلوم ہو مثلاً اس دنیا میں ثقیل چیزوں کے تولنے کیلئے پلڑے
دار ترازو ہے - آسمانوں کی حرکت اور وقت دریافت کرنیکی میزان یعنی ترازو اصطرلاب
ہے یعنی میزان الشمس یعنی آفتاب کی ترازو اور سطروں کے اندازہ کی ترازو مسطر ہے اور
حرفوں کی مقدار اور حرکات یعنی اشعار کی میزان یعنی ترازو علم عروض ہے اور آواز کی
حرکات یعنی گانے کی ترازو علم موسیقی ہے پس خدا کو اختیار ہے کہ اعمال کے اندازہ
کے طریقہ کو متمثل کر دے جس سے زیادتی و کمی اعمال کی معلوم ہو اور اوس کی صورت
محسوس موجود ہو یا صرف خیال میں تمثیل ہو اور خدا کو معلوم ہے کہ وہ اوس کی ایسی صورت
پیدا کرے گا جو محسوس ہو یا ایسی کرے گا جو تمثیل خیالی ہو فقط ❖

اِن دونوں کتابوں میں جو کچھ امام صاحب نے لکھا ہے اور اوس میں جو تخالف

حسنٌ غریبٌ لکھا ہی۔
مشکوٰۃ میں ابو داؤد سے جو حدیث حضرت عائشہ کی نقل کی ہے اوسمیں الفاظ عند المیزان عند الکتاب۔ عند الصراط۔ بجائے۔ علی الصراط۔ کے آئے ہیں۔ اوسکے بعد یہ الفاظ ہیں کہ۔ اذا وضع بین ظہری جہنم۔ اور نہیں معلوم ہوتا کہ یہ الفاظ خود راوی کے ہیں یا حدیث رسول اللہ کے معہذا یہ دونو حدیثیں آپس میں مختلف ہیں ابو داؤد کی حدیث کا یہ مدعا ہے کہ آں حضرت اِن مقاموں میں ملیں گے اور ملنے والیکو پہچانیں گے اور حضرت عائشہ کی حدیث میں صاف یہ ہے کہ ان مقاموں میں۔ لا یذکر احدٌ احدًا۔
غرضکہ صراط آخرت اُس حالت کی تعبیر ہے جو آخرت میں گذرے گی جو لوگ اس دنیا میں صراط مستقیم پر چلنے والے ہیں صراط آخرت کو بھی کالبرق الخاطف طے کر جاویں گے۔ جو اس دنیا میں صراط مستقیم سے ڈگمگا جانیوالے ہیں وہ صراط آخرت پر بھی ڈگمگا جاویں گے اور جہنم میں گر پڑیں گے۔ واما الالفاظ الواردۃ فی القران والاحادیث انما ورد علی ماینا سبہ لفظ الصراط کالمشی والنکوب وغیرھا۔

## مذہبھم فی المیزان

وہ میزان کو یعنی اوس کو جس سے اعمال کا اندازہ ہو سکے اعمال کے وزن یعنی اندازہ ہونے پر یقین کرتے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ والوزن یومئذ الحق فمن ثقلت موازینہ فاولئك ہم المفلحون ومن خفت موازینہ فاولئك الذین خسروا انفسہم بما کانوا بایاتنا یظلمون ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ فلا تظلم نفس شیئا وان کان مثقال حبۃ من خردل اتینا بہا وکفی بنا حاسبین فمن ثقلت موازینہ فاولئك ہم المفلحون ومن خفت موازینہ فاولئك الذین خسروا انفسہم فی جہنم خالدون فاما من ثقلت

پھر فرمایا ہی ھذا صراط ربك مستقیما۔ فاتقوا الله واطیعون اِنَّ اللّٰہَ ربی وربکم فاعبدوہ ھذا صراط مستقیم حضرت عیسٰی کی زبان سے فرمایا ہی ان اللہ ربی وربکم فاعبدوہ ھذا صراط مستقیم اور تمام نبی آدم کو فرمایا ہے وان اعبدونی ھذا صراط مستقیم۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ ومن یعتصم باللہ فقد ھدی الی صراط مستقیم قل انّنی ھدانی ربی الی صراط مستقیم۔ افمن یمشی مکبا علی وجھہ اھدی امّن یمشی سویاً علی صراط مستقیم قل کل متربص فتربصوا فستعلمون من اصحاب الصراط السوی ومن اھتدی۔ وان الذین لا یؤمنون بالاخرۃ عن الصراط لناکبون پس جن لوگوں نے کہ دنیا میں شرک نہیں کیا اور صرف خدائے وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کی ہے وہ قیامت میں بھی صراط مستقیم پر ہوں گے اس حالت کا جسکو خدا تعالیٰ نے صراط سے تعبیر کیا ہے ہر شخص کو اوس کا طے کرنا یا یوں کہو کہ ہر شخص پر اوس حالت کا گذرنا لازمی ہے۔ خواہ شامت اعمال سے کبڑا اور ندامت زدہ ہو یا خوش نصیبی اور اعمال نیک علی الخصوص خدا کی توحید اور اوسی کی عبادت میں پکا ہونیسے سربلند اور خوشحال ہو اسی کی طرف خدا نے اشارہ کیا ہی جہاں فرمایا ہی افمن یمشی مکبا علی وجھہ اھدی امن یمشی سویاً علی صراط مستقیم یعنی کیا وہ شخص جو کبڑا ہو کر منہ جھکائے چلتا ہی زیادہ ہدایت پر ہے یا وہ شخص جو سیدھا ہو کر سیدھے رستہ پر چلتا ہے۔ صراط سے کوئی حقیقی اور ظاہری مجسم شے مراد نہیں ہے بلکہ اوس طریقہ کو جو اُس نے اختیار کیا ہے یا اوس کی حالت کو صراط مستقیم سے تعبیر کیا ہے ترمذی میں دو حدیثیں ہیں ایک کتاب میں یہ الفاظ ہیں شعار المومن علی الصراط رب سلم سلم اِس حدیث کو اور اوس کے الفاظ کو کچھ خصوصیت صراط آخرت سے نہیں ہی دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت نے فرمایا میں تین مقاموں میں سے کسی مقام میں ملوں گا علی الصراط۔ عند المیزان۔ عند الحوض۔ مگر خود ترمذی نے پہلی حدیث کو غریب اور دوسری حدیث کو

# الملائکة والجن والشیاطین
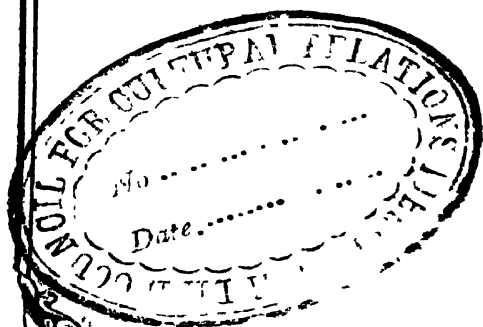
موازینہ فھو فی عیشۃ راضیۃ واما من خفت موازینہ فامہ ھاویہ۔ اولئك الذین کفروا بآیات ربھم ولقائہ فحبطت اعمالھم فلا نقیم لھم یوم القیامۃ وزنا۔ قرآن مجید میں اور جگہ میزان کا لفظ آیا ہی اور اوس سے آلۂ معروف وزن کشی بقالان و صرافان مراد نہیں ہے سورۂ شوریٰ میں فرمایا ہے اللہ الذی انزل الکتاب بالحق والمیزان وما یدریك لعل الساعۃ قریب ۔

۔ اور سورۂ حدید میں فرمایا ہے۔ ولقد ارسلنا بالبینات وانزلنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط پس کوئی شخص یقین نہیں کرتا کہ سوائے کتاب اللہ کے کوئی ترازو یعنی آلہ معروف وزن کشی بھی خدا کے ہاں سے اُتری تھی پس قیامت میں خدا تعالیٰ اپنے علم کامل ازلی و ابدی کے اور عالم کلیات و جزئیات کے ہونیسے اپنی اوس صفت عدل سے جو اوس میں ازلی و ابدی ہے ہر ایک کے اعمال نیک و بد کی مقدار اون پر ظاہر کردیگا پس اوسی صفت و عدل کو میزان و وزن اعمال سے تعبیر کیا ہے چنانچہ خدائے تعالیٰ نے نہایت صاف طور پر سورۂ انبیاء میں فرمایا ہی ونضع الموازین القسط یعنی ہم رکھیں گے ترازو عدل کی۔ عدل کی ترازو کیا ہے وہی عدل ہے **کما یقال** ۔ الموازین ھو العدل ۔ المیزان ھو العدل ہمکو معلوم نہیں کہ اس زمانہ کے فلاسفر المیسین کی بھی تکفیر واجب ہی یا نہیں مگر بیشک اونکا یہ عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی صفت عدل کو میزان سے تعبیر کیا ہے اور اظہار عدل یعنی اظہار نتیجہ اعمال کو وزن اعمال سے ٭

اور وہ اون حدیثوں کو صحیح نہیں مانتے جن میں میزان کے پلڑوں اور ڈنڈی کے ہونیکا اور اعمال کے چھٹوں کا اون پلڑوں میں رکھکر تولے جانیکا ذکر ہی وھم یحلفون باللہ علی یقینھم ان الالفاظ [illegible] فی تلك الروایات لیس الفاظ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بل من توھمات الرواۃ وانھم فسروا المیزان [illegible] تفھیماً للناس واللہ اعلم لکنہ ھذا ما الھمنی ربی والحمد للہ علی ذلك

تمت

مطبوعہ فیض عام پریس علیگڈھ

لہ المیزان معروف والعدل والمقدار ووازنہ عادلہ۔ ۱۲ قاموس

بھی مصر میں چھپا ہے۔ مگر مصر کے چھاپے سے معلوم ہوتا ہے کہ انمیں سے پہلا رسالہ المضنون الکبیر کے نام سے مشہور ہوا اور دوسرا رسالہ المضنون الصغیر کے نام سے + معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں رسالوں کے لکھنے کے بعد امام صاحب نے ایک تیسرا رسالہ مرتب کیا جسکے شروع میں وہ رسالہ جو الاجوبتہ الغزالیہ یا المضنون الصغیر کے نام سے نامزد تھا بتمامہ مع اختلاف یسیر اوس میں موجود ہے اور پہلے رسالہ المضنون الکبیر کے مضامین بہ ترتیب مختلف اور بتقریر جدید بہت سے شامل ہیں اور کچھ متروک ہیں اب رسالہ کو ہم المضنون الاخیر کے نام سے نامزد کرتے ہیں پس اس آرٹکل میں ہم جو کچھ لکھتے ہیں وہ انہی رسالوں سے منتخب کر کے لکھتے ہیں جنکی یہ تفصیل ہے۔

المضنون بہ علی اہلہ ــــ المضنون بہ علی غیر اہلہ یعنی المضنون الکبیر

الاجوبتہ الغزالیہ فی المسائل الاخرویہ یعنی المضنون الصغیر

المضنون بہ علی غیر اہلہ یعنی المضنون الاخیر۔

## انتخاب ما فی المضنون الکبیر

وہ فرماتے ہیں کہ ملائکہ اور جن اور شیاطین ایسے جوہر یعنی ایسی ذات ہیں جو اپنے آپ سے قایم ہیں یعنی کسی دوسرے میں ہونیکے محتاج نہیں ہیں اور اونکی حقیقتیں مختلف ہیں اُن کا اختلاف ایسا ہے جیسیکہ کسی ایک چیز کی مختلف اقسام میں ہوتا ہے وہ مثال دیتے ہیں کہ قدرت اور علم اور رنگ آپس میں مختلف ہیں مگر یہ تینوں چیزیں اپنے آپ سے قایم نہیں ہیں بلکہ کسی دوسرے میں ہونیکے محتاج ہیں۔ اِسی طرح ملائکہ اور شیطان اور جن مختلف قسمیں ہیں مگر خود جوہر ہیں اور اپنے آپ سے قایم ہیں +

پھر وہ فرماتے ہیں کہ ملائکہ اور جن میں جو اختلاف ہے اوس میں تردد ہے کہ وہ کس

# الامام الغزالی

## رحمۃ اللہ علیہ

# والملائکۃ والجن والشیاطین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِس آرٹکل میں ہمارا مطلب یہ ہے کہ ہم اِس بات کو بیان کریں کہ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی متعدد تصنیفات میں ملائکہ اور جن اور شیاطین کی نسبت کیا بیان کیا ہے۔ یہ مباحث مشکل ہیں مگر جہانتک ہم سے ہوسکیگا عام فہم لفظوں میں بیان کریں گے۔

مگر سب سے پہلے یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ امام غزالی صاحب کی کتابوں میں سے ایک کتاب ہے جس کا نام المضنون بہ علی اہلہ ہے اور ایک دوسری کتاب ہے جسکا نام المضنون بہ علی غیر اہلہ ہے

یہ دوسری کتاب درحقیقت تین کتابوں پر مشتمل ہے معلوم ہوتا ہے کہ امام غزالی صاحب نے پہلے ایک کتاب لکھی اور اوس کا نام المضنون بہ علی غیر اہلہ رکھا یہ کتاب مصر میں چھپی ہے۔

پھر ایک دوسرا رسالہ لکھا جو الاجوبۃ الغزالیہ فی المسائل الاخرویہ کہا گیا۔ یہ رسالہ

اور اون دونوں کی نسبت کہا جاوے کہ فلاں امر اوس میں بھی نہیں ہے اور اوسمیں بھی نہیں ہے تو یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دونو چیزیں ایک ہو جاویں۔

پھر امام صاحب فرماتے ہیں کہ ملائکہ اگرچہ غیر محسوس ہیں یعنی نہ دکھائی دیتے ہیں نہ چھونے سے معلوم ہوتے ہیں لیکن ممکن ہے کہ دکھائی دیئے جاویں۔ اور اونکا دکھائی دے جانا دو طرح پر ہو سکتا ہی یا کسی صورت میں بنجاویں جیسکہ خدا نے کہا فتمثل لھا بشرا سویا یعنی جیسے حضرت مریم کے سامنے فرشتہ ٹھیک آدمی بنگیا یا آنحضرت صلعم کے سامنے حضرت جبرئیلؑ وحیہ کلبی کیصورت بنکر آتے تھے۔

مگر امام صاحب نے اِس مقام پر یہ نہیں بتلایا۔ کہ جب ملائکہ کی نسبت یہ بات تعلیم ہو چکی تھی کہ وہ نہ منقسم ہو سکتی ہیں اور نہ متحیز تو جب وہ کسی کیصورت بنگئے تو اون کا غیر منقسم اور غیر متحیز ہونا کیونکر باقی رہا۔

دوسری صورت فرشتوں کے دکھائی دینے کی امام صاحب یہ بتلاتے ہیں کہ شاید بعضے ملائکہ کے لئے ایسا بدن ہو جو محسوس ہو سکتا ہو اور اوس کا محسوس ہونا یعنی دکھائی دینا نور نبوت پر موقوف ہو جیسکہ ہمارا دنیا کی چیزوں کو دیکھنا سورج کے نور پر موقوف ہے اخیر کو فرماتے ہیں کہ یہی حال جن اور شیاطین کا ہے۔

مگر پھر یہ نہ فرمایا کہ ایسے ملائکہ اور جن اور شیاطین جنکے لئے کوئی بدن ہے وہ کیونکر غیر منقسم اور غیر متحیز ہوں گے۔

## انتخاب ما فی المضنون بہ علی اھلہ

معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب نے جو خیالات اِس میں بیان کئے تھے پھر اوس کے بعد اُن میں ترقی ہوئی چنانچہ اس رسالہ میں بہت لمبی بحثیں اور مقدمات متعددہ لکھے ہیں

قسم کا اختلاف ہے کیا اِس قسم کا اختلاف ہے جیسکہ گھوڑے اور انسان میں ہے یعنی حیوان ہونیمیں تو دونو شامل ہیں مگر گھوڑا ایک الگ قسم حیوان کی ہے اور انسان ایک الگ قسم حیوان کی ہے۔ یا اُس چیز میں اختلاف جو اون کے ساتھ ہیں۔ جیسے کہ انسان ناقص اور انسان کامل میں اختلاف ہی۔ اسیطرح ملائکہ و شیطانیں اختلاف ہے۔ اور وہ یہ ہی کہ میں تو ایک ہی قسم کے مگر خیر و شر جو اون میں ہے اُس سے باہم مختلف ہیں مگر اخیر کو امام صاحب قرار دیتے ہیں کہ اون میں قسم ہی کا اختلاف ہے یعنی ایسا اختلاف جیسکہ گھوڑے اور انسان میں ہے +

پھر امام صاحب ایک زیادہ مشکل بحث پر رجوع ہوتے ہیں کہ یہ جواہر یعنی ذاتیں جو اپنے آپے سے قایم ہیں منقسم ہوسکتی ہیں یا نہیں یعنی اون کے ٹکڑے ٹکڑے یا ریزہ ریزہ علیحدہ علیحدہ بغیر اون کی صفات میں نقصان ہوئے ہوسکتے ہیں یا نہیں اور نیز وہ متحیز ہیں یا نہیں یعنی جس طرح کہ اجسام موجودہ بقدر اپنے جسم کے ایک جگہ گھیرے ہوئے ہوتے ہیں اسیطرح وہ بھی گھیرے ہوئے ہیں یا نہیں +

اِسکا فیصلہ وہ اس طرح فرماتے ہیں کہ اگر جزو لایتجزی کا موجود ہونا محال ہے تو اون کا منقسم ہونا بھی محال ہے اور اگر جزء لایتجزی کا موجود ہونا ممکن ہے تو ان کا متحیز اور منقسم ہونا بھی ممکن ہے +

پھر امام صاحب فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کا یہ قول ہی کہ اون کا غیر منقسم اور غیر متحیز ہونا جایز نہیں کیونکہ خدا تعالی بھی غیر منقسم اور غیر متحیز ہے پھر خدا میں اور ملائکہ اور شیطان اور جن میں کیا چیز ہوگی جس سے خدا میں اون میں فرق کرسکیں +

مگر امام صاحب اِس قول کو نہیں مانتے اور فرماتے ہیں کہ اگر دو چیزیں ہیں

## انتخاب ما فی المضمون الاخیر

امام صاحب اس رسالہ میں فرماتے ہیں کہ "جب یہ بات جان لی کہ خدا تعالیٰ کے کام دو طرح پر ہیں ایک جو اوس نے خود بلاواسطہ کئے ہیں اور دوسرے وہ جو اوس نے بواسطہ کئے ہیں اور واسطے درجہ میں مختلف ہیں" فالوسایط هم المقربون وعنهم یعبر بالملائکة یعنی وہ واسطے وہی اللہ کے مقرب ہیں اور اونھیں کو ملائکہ سے تعبیر کیا جاتا ہے فقط۔

اِس قول کا نتیجہ بجز اِس کے اور کچھ نہیں ہے کہ عالم میں جو اسباب طبعی وقوع حوادث کے ہوتی ہیں اونہی اسباب پر ملائکہ کا اطلاق ہوتا ہے۔

حرارت کا ہونا اور بخارات کا جمع ہونا بادلوں کے لانیکے فرشتے ہیں۔ مگر اوس میں ایسے اسباب جمع ہوتے ہیں جس سے بادل گرجے اور بجلی چمکے مینہ برسے۔ بادل گرجنے بجلی چمکنے مینہ برسانیکے فرشتے ہیں۔ هکذا وهکذا الی غیر النهایة۔

## واما مذهب بعض الفلاسفة الاٰلهیین فی هذا الزمان هذا

ہمارے پاس اِس بات سے انکار کرنے کی کہ انسان سے بالاتر کوئی مخلوق متمیز غیر مرئی ذی تعقل وذی ارادہ جوہر یعنی اپنے آپے سے موجود وجود پذیر ہے کوئی دلیل نہیں ہے مگر ہماری دانست میں کسی ایسی ذات کا وجود برہان عقلی یا قرآن مجید اور احادیث نبوی سے ثابت نہیں ہے۔

جہانتک کہ ثابت ہے صرف اِس قدر ہے کہ قوائے مُدبّر عالم کو اور قوائے ملکوتی انسانی کو مذہب اسلام میں ملائکہ سے تعبیر کیا ہے اور قوائے حیوانی نفسانی انسان کو شیطان سے۔ ہمکو یہ بھی ثابت نہیں ہوا کہ قرآن مجید میں منجانب قائلہ تعالیٰ شانہٗ

اور فرماتے ہیں کہ آسمان مع اپنے تمام اجزا کے ایک بہت بڑے انسان کی مانند ہے اور انسان کی مانند اُس میں نفس بھی ہے اور اوس کے تمام اجزا ایسے ہیں جیسیکہ انسان یا حیوان کے اعضائے مختلفہ اور وہ اپنے ارادہ سے حرکت کرتا ہے اور اِس حرکت کرنے سے اوس کو ایک غرض بھی ہے اور وہ غرض ایک شوق ہے مشابہ ہونیکا ایک جوہر سے جو اوس سے بھی اشرف ہے اور اوس جوہر شریف کا اگلے حکماء اور فلاسفہ کی زبان میں عقل مجرد نام ہے اور شرع کی زبان میں مَلَک مقرب یعنی فرشتہ اور پھر فرماتے ہیں کہ اُن العقول یعنی الملائکہ کثیرۃ۔ اسکا ترجمہ یہ ہے کہ عقول یعنی ملائکہ بہت سے ہیں ✦

پھر ایک جگہ فرماتے ہیں کہ عقول مجردہ کا کثرت سے ہونا چاہئے اور جتنے آسمان ہیں اون کی تعداد سے کم عقول مجردہ نہیں ہوسکتیں۔ پھر ایک جگہ فرماتے ہیں کہ یہ بات ثابت ہے کہ آسمان متعدد ہیں اور اون کی حرکتیں بھی مختلف ہیں تو اون آسمانوں کے نفوس ہی ملائکہ سماویہ ہیں کیونکہ اجسام سماوی سے خصوصیت رکھتے ہیں۔ اور یہی عقول سماویہ ملائکہ مقربون ہیں کیونکہ وہ مادّہ کے علایق سے بری ہیں اور صفات میں رب الارباب کے قریب ہیں۔ فقط ✦

جو غلطی کہ اگلے زمانہ کے علماء اور حکماء اور فلاسفہ کو آسمانوں کے فلسفی وجود کے (نہ شرعی وجود) کے ماننے میں ہوئی ہے وہ امام صاحب کی تصانیف میں بھی موجود ہے اور جو دلیلیں اوس بنا پر قایم کیجاتی ہیں ظاہر ہے کہ محض بے بنیاد ہیں اور ٹھیٹ مذہب اسلام سے اوس کو کچھ تعلق نہیں ہے لیکن اوس غلطی سے قطع نظر کرو تو امام صاحب کے اِس قول کا نتیجہ یہ ہے کہ عقول مجردہ وہی ملائکہ ہیں مگر وہ نہ منقسم ہوسکتے ہیں نہ تجزیہ ہوسکتے ہیں نہ ہاتھ سے محسوس ہوسکتے ہیں اور نہ آنکھ سے دکھائی دیسکتے ہیں ✦

هو المعز

# فضائل الامام من رسائل حجة الاسلام

یعنی

## مکاتبات حضرت امام محمد الغزالی رحمة اللہ علیہ

کہ بعد وفات جناب ممدوح

برادر خورد شان امام احمد الغزالی جمع فرمودہ

کانت فی یدی نسخة واحدة وصححتها بقدر الطاقة والامکان

فان وجدت فی بعض المقام غلطا فذلك من قصر باعی فاصفح عنه

وانا العبد المفتقر الی الله

الصمد السید

احمد

طبع فی المطبع المسمی بمفید عام الکائن بلدة فی اکبر اباد

بادارة المنشی محمد قادر علی خان صوفی سلمه المنان

سنه ۱۳۱۰ ھ

وجل جلالہ لفظ جن کا اطلاق ایسے وجود پر ہوا ہو جیسا کہ لوگوں کے خیال میں جن کا فرضی وجود ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال و انما اقول ما الھمنی ربی وصلی اللہ تعالیٰ علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

تمت

در مطبع فیض عام علی گڈھ طبع شد
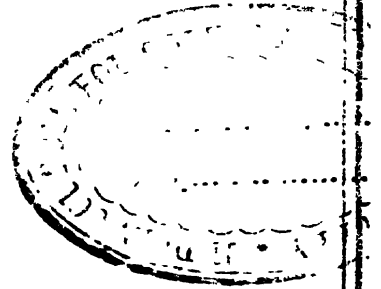
مشیت اوست۔ یفعل اللہ ما یشاء ویحکم ما یرید۔ چون عنایت الٰہی در حق امام عصر و مقتدائے دہر۔ امام الائمہ حجۃ الاسلام محمد ابو الحامد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ برضوانہ و مہدلہ فی اعلیٰ جنانہ وتغمدہ بغفرانہ ظاہر گشتہ بود۔ تا دل او بدان سبب محل انوار الٰہی گشت افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فہو علیٰ نور من ربہ و سینہ او چشمہ آب حکمت و خزانہ اسرار شریعت و الفاظ او صدف جواہر بے نظیر و در یتیم۔ الفاظ او عذب تر از ماء زلال و معانیش دقیق تر از سحر حلال۔

| | |
|---|---|
| در نظر چون لفظ او الزام کردے خصم را | گر بدی گردون بہادی گردن آن الزام را |
| معان کالعیون یبین سحرا | و الفاظ موردۃ الخدود |

پس لاجرم ہمگنان شفاء درد خویش در سخن او یافتند و داروے علت از انجا طلبیدند و تفصیل تریاق اکبر کہ نافع از زہرہائے کشندہ مثل کفر و شرک و حسد و بخل و ریا و عجب و دیگر اوصاف مذموم است از رموز و اشارت و الفاظ و معانی وے گرفتند۔ و کبریت احمر کہ آن کیمیائے سعادت است۔ در تصانیف او یافتند۔ و مخ آن کیمیا و لباب معانی در نامہائے یافتند کہ او نبشتہ است و بہر وقتے بہر کارے تنبیہ کردہ و حالت حال بدین جملہ بود کہ بہر وقت سالکان راہ و طالبان شفا و خداوندان علت و ارباب حاجت در طلب نامہا و صحبتہائے او مبالغہ کردند و جدہا نمودند تا آنرا قدوہ سازند و بدان اقتدا کنند و بواسطہ آن سعادت ابد حاصل کنند و از شہوات نفس خلاصی یابند و آنرا کحل بصر ظاہر و نور بصیرت باطن سازند و این رسالہا او پراگندہ و متفرق بود اما از برائے سد حاجت و کفایت مہم سالکان راہ را۔ و تقاضای حق
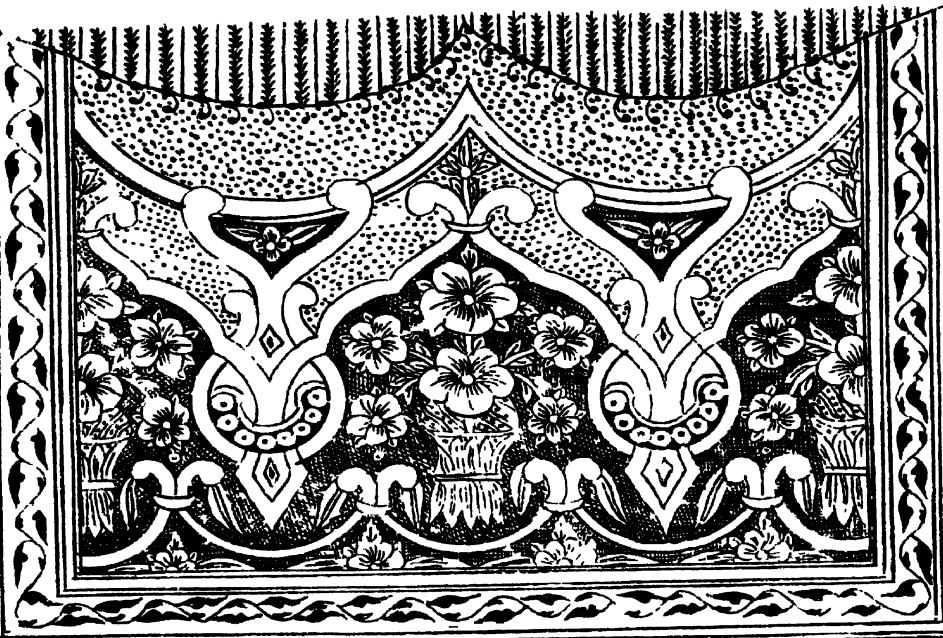
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نسألہ الجنۃ ونعوذ بہ من الجحیم شکر و سپاس بے حد گذشتہ از حصر و عد۔ و سپاسی
کہ آن نہایتِ مطلبِ صدیقانست۔ و غایت مقصد طالبانست۔ و راہ ہر ہمہ متحیرانست۔
سپاسے کہ آنرا غایت نہ مرآن خداے راکش بدایت و نہایت نہ۔ خداے کہ سپاس او طرازِ
جملہ کتابانست۔ و اخر دعوی اہل جنانست۔ خداے کہ رافت و رحمت و تقرب از فضل
اوست۔ و سطوت عذاب و جزاے نکال از عدل اوست۔ زمام ہمہ خلایق در قبضہ قدرت
اوست۔ و انجام کار ہمہ سالکان راہ در عنایت اوست۔ بزرگی و منقبتِ صاحب شریعت
صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیہ از اصطفا و محبت اوست۔ و رستگاری عاصیان بشفاعت او
ہم از کمال رافت اوست۔ و تخصیص یاران او بکمال فضل و مرتبت ہم از خلعت اوست۔
و صدق ابوبکر و عدل عمر و حیاء عثمان و شجاعت علی رضی اللہ عنہم از مقتضاے حکمت و

زا به ید ند عرق تعصب وحسد در ایشان بجنبید و جماعتے ہم از اصحاب شافعی واصحاب مالک
نی الله عنهما با ایشان یار شدند و بروے عیبهاے عظیم زدند و نزدیک سلطان اسلام
شدند و بروے آن عرضه کردند که حجة الاسلام در امام ابوحنیفه طعن وقدح میکند و مثالب او
جمع کرده و دیرا در اسلام ہیچ عقیدہ نیست بلکه اعتقاد فلاسفه و ملحدان دارد و جمله کتابهاے
خویش به سخن ایشان ممزوج کرده است و مکر و اباطیل به اسرار شرع آمیخته و خداے را
جل جلاله نور حقیقی میگوید و این مذہب مجوس است که به نور و ظلمت میگویند و چند کلمه از کتاب
مشکواة الانوار تغیر و تبدل کردند و آنرا به سلطان اسلام عرضه کردند و یکے را از مغار به اغرا
کردند و گفتند که حجة الاسلام در مالک و قاضی ابوبکر باقلانی طعن کرده است وقدح و قطع
کرده است بخطاے قاضی ابوبکر تا آنکه او بسبب آن بروے تشنیع زدن گرفت و نزدیک
ارکان دولت تخیلات و تصویرات فاسد کرد و من یستمع یختل و پس بدان سبب سلطان عالم
بر و متغیر گشت و قصد رنجانیدن او کرد و دران حال کس فرستاد به حجة الاسلام و به نزدیک
خویش خواند حجة الاسلام از شدن امتناع نمود و عذرات نزدیک سلطان نوشت و
بفرستاد و آن نامه اینست ۔

## نامه حجة الاسلام به ملک الاسلام

ایزد تعالی ملک الاسلام را از مملکت دنیا برخوردار کناد و آنگه در آخرت بادشاہی دہاد ک
بادشاہے روے زمین در روے حقیر و مختصر گردد که کار بادشاہی آخرت دارد ۔ که مملکت ر
زمین از مشرق تا بمغرب بیش نیست و عمر آدمی در دنیا صد در اغلب احوال بیش نیست

اخویت دین را۔ وتبرک وتیمن بکلام ان صدر سعید وتمسک بحبل روایت را وصله رحم را آنچه یافتم از نامهاے اوراق جمع کردم۔ واین کتاب را به **فضایل الامام من رسایل حجة الاسلام** نام نهادیم واین را در سلک پنج باب در آوردیم ومتوقع جود الهی آنست که توفیق را رفیق کند و سعادت مساعد گرداند تا این جمع تمام کرده شود۔



# باب اول

## درسلطانیات ونامهاے ملوک وغیر آن

چون صدر سعید حجة الاسلام اکرمه الله برضوانه در ابتداء عهد ومبداء ترقی کار که بشهر نیشاپور طالب العلمی میکرد از تعلیق اصول خویش مختصرے بیرون کرده بود وترتیبے داده وآنرا **المنخول من تعلیق الاصول** نام نهاده در آخر آن کتاب قریب ده کاغذ از مثالب مذهب امام ابوحنیفه رضی الله عنه جمع کرده از کتاب طهارت ونماز وغصب وسرقه وقصاص وغیر آن چیزها که تشنیع می نمود از مذهب او جمع کرده چون جماعتے از اصحاب راے

گذشته است چهل سال در دریای علم غواصی کرد تا بجائے رسید که سخن او از اندازهٔ فهم بیشتر از اهل روزگار در گزشت بیست سال در ایام سلطان شهید روزگار گذاشت واز وبه اصفهان و بغداد اقبالها دید و چند بار میان سلطان وامیر المومنین رسول بود در کارہائے بزرگ و در علوم دین نزدیک ہفتاد کتاب تصنیف کرد پس دنیا را چنانکه بود بدید و بجملگی بنداخت و مدتے در بیت المقدس و مکه قیام کرد و بر سر مشهد ابراهیم خلیل الله صلوات الله وسلامه علی نبینا و علیه عهد کرد که هرگز پیش هیچ سلطان نرود و مال هیچ سلطان نگیرد و مناظره و تعصب نکند و دوازده سال برین وفا کرد و امیر المومنین و همه سلطانان دعاگوی را معذور داشتند اکنون شنیدم که از مجلس عالی اشارتی رفته است بحاضر آمدن - فرمان را بمشهد رضا آمدم و نگاهداشت عهد خلیل را بلشکرگاه نیامدم و بر سر این مشهد میگویم که اے فرزند شفیع شفیع باش تا ایزد ملک اسلام را در مملکت دنیا از درجه پدران خویش بگزراند و در آخرت بدرجه سلیمان علیه السلام رساند که هم ملک بود و هم پیغمبر و توفیقش ده تا حرمت عهد ابراهیم خلیل الله علیه السلام نگهدارد و دل کسی را که روے از خلق بگردانید و بسوی خدای آورده بشولیده نکند و چنین دانستم که این به نزدیک مجلس عالی پسندیده تر و مقبول تر است از آمدن بشخص و کالبد که آن کارے و رسمے بیفایده است و این کاریست که روی درحق دارد اگر پسندیده است فمرحبا و اگر بخلاف این فرمانے بود در عهده عهد شکستن نباشم که فرمان سلطانی باضطرار لازم بود فرمان را بضرورت منقاد باشم ایزدتعالی بر زبان و دل آن عزیز آن راناد که فردای قیامت از آن خجل نباشد و امروز اسلام را از آن ضعف و شکستگی نباشد - انتهی -

جملہ زمین نسبت با بادشاہی کہ ایزد تعالیٰ کسے را در آخرت دہد کلوخی است و ہمہ ولایت ہاے
روے زمین گرد و غبار آن کلوخ ست کلوخی و گرد کلوخی را چہ قیمت میباشد و صد سال را درمیان
ملک ازل و ابد و بادشاہی جاودان چہ قدر باشد کہ بدان شاد باید بود۔ ہمت بلند دار چنانکہ
اقبال و دولت و نسب بلند ست۔ و از خداے تعالیٰ جز بادشاہی جاودان قناعت
مکن و این بر ہمہ اہل جہان دشوار است و بر ملک مشرق آسان۔ کہ رسول علیہ الصلوٰۃ
والسلام میگوید یک روز عدل از سلطان عادل فاضل تر از عبادت شصت سالہ است
چون ایزد آن ساز دولت بداد کہ انچہ دیگرے بشصت سال تواند کرد تو بیکروز بتوانی کرد چہ
اقبال و دولت باشد زیادت ازین و حال دنیا چنانکہ ہست بدان تا در چشم تو مختصر گردد کہ
بزرگان چنین گفتہ اند کہ اگر دنیا کوزہ زرین بودے کہ نماندی و آخرت کوزہ سفالین بودے کہ بماندی عاقل کوزہ سفالین
باقی اختیار کردے بر کوزہ زرین فانی۔ تکلیف کہ دنیا کوزہ سفالین است کہ نماند و آخرت
چون کوزہ زرین کہ ہرگز نہ بشکند عاقل چگونہ بود کسیکہ دنیا اختیار کند و این مثل اندیشد
و ہمہ پیش چشم خود میدارد۔ و امروز بنا حیلتی رسیدہ است کہ عدل ساعت بعبادت
صد سالہ است بر مردمان طوس رحمتے بکن کہ ظلم بسیار کشیدہ اند و غلہ بسرما و بے آبی
تباہ شدہ است و درختہاے صد سالہ از اصل خشک شدہ و ہر روستائی را ہیچ نماندہ
مگر پوستے و مشتے عیال گرسنہ و برہنہ یا فرزندان در تنورے شوند۔ رضا مدہ کہ پوست
شان باز کنند۔ و اگر از ایشان چیزے خواہند ہمگنان بگریزند و درمیان کوہ ہا ہلاک شوند و
این پوست با گردن باشد۔ اے بادشاہ اسلام بدانکہ این داعی را پنجاہ سہ سال عمر

سلطان برد۔ سلطان چون او را بدید بر پاے خاست و در بر گرفت و بر کنار تخت نشاند و حجۃ الاسلام را استقشعارے بیبود اندک مقرئی با وے بہم بود گفت بیار او آیتے از قرآن برخواند الیس اللہ بکاف عبدہ گفت بلے و آن خوف بکلے از وے زایل گشت و سخن آغاز کرد و این فصل در پیش سلطان گفت۔

## تقریریکہ امام حجۃ الاسلام پیش ملک اسلام گفتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی رسولہ محمد وآلہ اجمعین والعاقبۃ للمتقین ولا عدوان الا علی الظالمین بقاء ملک اسلام باد عادت علماء اسلام بمجلس ملوک اسلام و سنت آنست کہ فصلی گویند مشتمل بر چہار چیز دعا و ثنا و نصیحت و رفع درجات اما مذہب من آنست کہ شب تاریک در خلوت خالی دست بر داشتن و با حق در سر مناجات کردن اولی کہ ہر چہ بر ملا بود بریا آمیختہ بود و در حضرت حق سبحانہ تعالی ہر چہ خالص نیست مقبول نیست و اما ثنا این مجلس ہم چنین است کہ آفتاب سخت بے نیاز است از انکہ بلندی و روشنی وی بانگشت اشارہ کنند چون جمال بغایت کار رسد بازار مشاطہ بشکند و دست مشاطہ بیکار شود و مقصود از ثنا بالا دادن کار باشد و چگونہ بالا دہند حضرتے را کہ ہر چہ در جہان بالا و بلندی و رفعت است کسے را آن ازین حضرت یافتہ ست پس مہم نصیحت است و عرض حاجت اما نصیحت ولایتست کہ منشور آن جز از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ننویسند و وی گفتہ است

چون این نامہ بر سلطان اسلام عرضہ کردند عقیدہ او از آنچہ بود برگشت و گفت لابد است کہ
من او را بہ بنیم و چون او بمشہد مقدس رضوی است علی ساکنہ السلام و لشکر گاہ بیرون و مسافت
نزدیک آمدن آسان بود او را ہمہ حال حاضر باید آمدن تا او را بہ بنیم و سخن او بشنوم و صفا را
اعتقاد او بدانم و حاسدان و متعصبان را زجر و تعزیر کنم۔ و درین جماعتے از متعصبان او
از فحول ایمہ تا بلشکر گاہ جمع شدہ بودند و می گفتند او را تکلیف باید کرد تا حاضر شود تا با و مناظرہ
کنیم و سخن او بشنویم و او از عہدہ خود بیرون آید۔ البتہ او را رہا مکنید کہ پیش سلطان شود کہ او
در ساعت سلطان را بمنظر و مجرد سخن خویش صید کند۔ پس درین حال جماعتے از ایمہ طوس
برخاستند و بلشکر گاہ رفتند و مجمعے ساختند و متعصبان حجۃ الاسلام را حاضر کردند و ایمہ طوس
گفتند کہ ما شاگردان اوئیم اگر کسے را شبہتے افتادہ است یا اشکالیست در سخن او القا
باید کرد تا حل آن کردہ آید پس اگر ما عاجز ائیم بوے نویسیم و شرح تقریر آن از و درخواہیم تا آن
اشکال برداشتہ شود اما شما را منصب و اہلیت آن نباشد کہ از و مناظرہ خواہید کرد کہ شما
با شاگردان او مقاومت نتوانید کرد۔ پس چون این سخنان بشنیدند مبہوت گشتند و بار دیگر
با سلطان گشتند و گفتند او مردیست ناموسی و این ناموسی وے آنگہ ظاہر شود کہ با ما مناظرہ کند
سلطان اسلام معین الملک را رحمتہ اللہ گفت لابد او را الزام باید کرد تا پیش تخت حاضر شود
تا ما سخن او بشنویم پس آنگاہ اگر بدان حاجت بود کہ مناظرہ کند او را بمناظرہ فرمائیم و یا عذر آریم
و با اکرام تمام بازگردانیم۔ پس معین الملک کس بمشہد فرستاد و گفت کہ لابد تنہا میبایید حاضر آمدن
او بحکم فرمان بلشکر گاہ رفت و در وثاق معین الملک بنشست تا معین الملک او را بنزدیک

ہرگز نیافریندے۔ اے ملک دنیا را بسیار دولت ولشکر وخزانہ ساختے آخرت را نیز بسازد و
برقدر مقام و مدت آخرت بساز مدت دنیا پیداست کہ چنداست بود کہ روزے یا نفسے بیش
نماندہ است۔ مدت آخرت را نہایت نیست اگر ہفت آسمان وہفت زمین پر کاورس کنند و
مرغے را فرمایند کہ ہر ہزار سال یکے دانہ بیش نخورد این ہم برسد واز ابد ہیچ کمتر نشود خزانہ برمقدار
مدت باید نہاد و بدانکہ ہیچ بندہ نیست کہ ویرا بدوزخ گذرے نیست از ساعتے کہ با ہفت ہزار
سال برابر بود و این کسے را بود کہ ایمان بسلامت بودہ باشد واز بہر آن نیز بساز کہ ایمان
درختیست کہ آب از اطاعت خورد و بیخ وے از عدل بود و بدوام ذکر حق راسخ شود و چون این
تربیت نیابد در سکرات مرگ بیفتد کہ بیخ ندارد یک وصیت از من قبول کن کلمہ لا الہ الا اللہ
ہمیشہ ورد زبان دار۔ چنانکہ کس نشنود و بگوئی اگر در شکارگاہ باشی اگر بر تخت پایہ باشی واگر
در خلوت باشی یکساعت ازین خالی مباش کہ ایمان راسخ بدین شود ویا ملک اگر از عذاب
آخرت خلاص یابی از سوال قیامت خلاص نیابی کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ واگر ترا در
سیاست بدارند وگویند بندگان خویش را وگویندگان لا الہ الا اللہ را رعیت تو کردیم وترا
ستورے چند بدادیم۔ بلکی ہمہ دل در ستوران خویش خوش بستی تا ہر کجا مرغزارے سبزتر بود
چراگاہ ایشان بود۔ واز بندگان ما غافل ماندے چرا عزیزان حضرت ما را از ستوران خویش
باز پس داشتی وگفتہ بودیم کہ حرمت مومن بحضرت ما بیشتر از کعبہ است ازین سوال چہ
جواب داری۔ عمر خطاب رضی اللہ عنہ چنان بود کہ اشتر درویشے در شب تاریک
گم شد پائے برہنہ در طلب آن میدوید ومیگفت لو ترکت جربا علی سیفة الفرات

ترکت فیکم واعظین صامتا وناطقا الصامت الموت والناطق القرآن

نگاه کن تا این نصیحت که خاموش است بزبان حال چه میگوید وآنکه گویا
است بزبان مقال چه میگوید - مرگ خاموش چنین میگوید که هر که را آفریده اند بدانند که من در کمین
شما ام وکمین خویش ناگاه کشایم واز پیش هیچ رسول نفرستیم واگر خواهید که نمود کار وپاداشت
وعمل من بینید با همه تان نه گفتم که با همه چه خواهم کرد ملوک باید که از جمله ملوک گذشته نگرند و
امراء از امراء گذشته نگرند سلطان ملک شاه والپ ارسلان وطغرل بیگ رحمهم الله تعالی
از زیر خاک بزبان حال میگویند ومنادی میکنند که یا ملک یا قرة العین یا فرزند عزیز زنهار زنهار
اگر بدانی که ما بر چه کار رسیدیم وچه کارهای با هول دیدیم هرگز یکشب سیر نخوری وبکام خویش هیچ
جامه نپوشی ودر رعیت تو یک کس تن برهنه وگرسنه ماند وهیچ خزانه ننهی مگر آنکه در قیامت بر تو
عرضه کنند وکردار تو بر تو عرضه کنند که نصیحت قرآن چنین است فمن یعمل مثقال ذرة خیرا
یره ومن یعمل مثقال ذرة شرا یره هر چه خواهی کن که ذره ذره باز خواهی دید
و در خبر است که این شبان روز بست وچهار ساعت است بر هر بنده عرضه کنند بر هر بست و
چهار ساعت خزینه یکے بلند پر ضیا ونور واین ساعت طاعت بود چندان شادی بدل وے
رسد که هشت بهشت دران مختصر شود که مبشر بود بخوشنودی حق تعالی خزانه دیگر بر وے
عرضه کنند خالی وآنساعت غفلت وخواب ومشغول بودن بمباحات بود چندان حسرت و
غبن بدل وے در آید که آنرا نهایت نبود که چرا این آنچنان دیگر نبود ویکے دیگر بر وے عرضه کنند
پر ظلمت وآن ساعت معصیت بود چندان هول وفزع در دل وے در آید که گوید کاشکے مرا

که شمارا ملک یکے نیست بلکه دو است این یکے ملک خراسان و آن یکے ملک زمین و آسمانست که ملک شماست فردای قیامت همه را با وے بهم بدارند و در مقام سیاست با شما گویند که حق نعمت چون گذاردید که قلوب الملوک خزاین الله تعالی دل ملوک خزانه خداوند تعالی است که هرچه در دنیا پدید آورد از رحمت و عقوبت بواسطه دل ملوک بود گوید خزانه خود بشما سپردم و زبان شما کلید آن خزانه کردم امانت نگاه داشتید در آن خزانه یا خیانت کردید هرکه حال یک مظلوم برین ملک پوشیده دارد در خزانه خیانت کرده باشد همه گوش فراخویش دارید که دولت شده گیر و خجلت روز قیامت مانده گیر آمدیم بعرض کردن حاجت که دو است یکے عام و یکے خاص اما عام آنست که مردمان طوس هوش باخته و پراگنده بوده اند در ظلم قسمت و هرچه بود از سرما و بی آبی تباه شد و هرچه درخت صدساله بود خشک شد بدیشان رحمتی کن تا خداتعالی بر تو رحمت کند پشت و گردن مومنان از بلا و محنت گرسنگی بشکست چه باشد اگر گردن ستوران تو از ساخت زر فرو نشکند اما حاجت خاص آنست که من دوازده سال در زاویه خانه نشستیم و از خلق اعراض کردم پس فخر الملک رحمة الله مرا الزام کرد که نیشاپور باید شد گفتم این روزگار سخن من احتمال نکند هرکه درین وقت کلمة الحق بگوید در و دیوار بمعاداة برخیزد و من دنیا را با اهل دنیا تسلیم کرده ام ـ وے گفت که ملکے است عادل و من در پیش وے بنصرت تو برخیزم امروز کار بجاے رسید که سخنهاے شنوم که اگر چه در خواب دیدمے گفتمے اضغاث احلام است اما آنچه بعلوم عقلی تعلق دارد اگر کسی را بران اعتراض است عجب نیست که در سخن من غریب و مشکل که فهم کسے بدان نرسد بسیار است لکن و الحمد لله که من مدام بشرح هرچه گفته ام با هرکه در جهانست

ولم یطلاء بالدهن لمسئول عنها یوم القیامة دیار ضی الله عنه یکے از صحابه بخواب
دید پس از دوازده سال که غسل کرده بود و جامه روشن و سفید پوشیده چنانچه کسے از کارے
فارغ شده باشد گفت یا امیر المؤمنین خدائے تعالیٰ با تو چه کرد گفت چند سال است تا از دنیا
رفته ام۔ گفت دوازده سال است۔ گفت تا اکنون در حساب بودم کار عمر پر خطر بود اگرنه آن
بودے که خدائے کریم بودے حال عادل ترین خلق این بود حال خود برین قیاس کن و در
جمله راه نصیحت دراز بر همه ملوک ولیکن بر ملک اسلام کوته کنم لوحی نبشته در پیش تو نهم در آن
لوح مے نگر سیرت پدر خویش ملک شاه فرا پیش گیر اگر ترا گویند پدرت از فلان ده دام بستدے
تو ده دانگے بستان بگو که این زیادت چرا بستانم او از خدائے تعالیٰ می ترسید من نمی ترسم
او عاقل بود نام نیکو و خوشنودی رعیت دوست میداشت و چنین من عاقل نیم اگر گویند در
ولایت تو مثلاً جهود ست او را از ولایت بیرون کن گو در روزگار پدرم کجا بود گویند در ولایت
وے بود گو پس چرا قاعده کو نهاد من باطل کنم و بدانکه هر که قاعده و راه پدر خویش باطل کند
در عدل و انصاف عاقل نباشد و عاقبت وے بهشت نشود اگرچه بوے بهشت از پانصد
ساله راه بشنوند یا ملک شکر نعمت حق تعالیٰ بگزار که نعمت چهار است ایمان و اعتقاد
درست و روی نیکو و فعل نیکو این یکے باختیار تو است و این هر سه هدیه خدائے باختیار
خدائے عزوجل است چون حق تعالیٰ آن هر سه از تو دریغ نداشت تو نیز این چهارم از خویشتن
دریغ مدار که بر این هر سه زبان بر ناسپاسی دراز کرده باشی و یا امیران تو دولت که بر پای
ایستاده اید اگر خواهید که دولت پاینده و مبارک بود باید که دولت ازلی دولت باز شناسید

نزدیک او فرستاد و ملک اسلام فرمود بوقتیکه بروی خواندند آنکه بعد ازان ملک اسلام بشکار رفت
حجۃ الاسلام را شکارے فرستاد۔ بقرب آن روزگار۔ و حجۃ الاسلام در مقابل آن نصیحت الملوک
تصنیف کرد و نزدیک او فرستاد و آن کتابیست بلیغ در انواع نصیحت و تحریص بر عدل و انصاف
حجۃ الاسلام بخط خویش بر ظہر جزوے نوشتہ بود کہ در آن جزو فصل نصیحت ملک اسلام بود۔
اتفاق افتاد کہ در شہور سنہ تسع و تسعین و اربعمائۃ نویسندہ این حرفہا غزالی را تکلیف کردند پس
از آنکہ دوازدہ سال عزلت گرفتہ بود و زاویہ ملازمت کردہ تا بدانجا پس امتثال فرمان را این سخنہا
اثبات افتاد۔ حجۃ الاسلام چون باعزازے و اکرامے ہرچہ تمامتر و بنواخت ملک باطوس آمدہ
و متعصبان او را در لشکرگاہ بدیدند خجل و تشویر زدہ شدند و جماعتے برخاستند و بنزدیک او
آمدند بطوس و او در خانقاہ نشستہ بود ویرا پرسیدند و گفتند ما را از تو سوالیست اگر دستورے
دہی بپرسیم دستوری داد ایشان گفت تو مذہب کہ داری گفت در معقولات مذہب برہان و
آنچہ دلیل عقل اقتضا کند و اما در شرعیات مذہب من قرآن و ہیچ کس را از ائمۃ تقلید نمیکنم نہ شافعی
بر من خطی دارد نہ ابو حنیفہ براتی چون این سخن از وے بشنیدند نیز مجال سخن گفتن نیافتند برخاستند
و چند الفاظ کہ آن محل اعتراض ایشان بود از کتب او بنوشتند و بوے فرستادند حجۃ الاسلام
جواب این بربدیہہ باز نوشت و بدیشان فرستاد

## و آن مسایل این بود

چہ گوید امام الائمہ حجۃ الاسلام در کسانیکہ اعتراض میکنند بر بعضی از سخنہا کہ در کتاب مشکوٰۃ الانوار
و کیمیاست مثل این سخن کہ لا الٰہ الا اللہ توحید العوام است و لا ھو الا ھو توحید الخواص و آن

درست میکنم واز عہدہ آن بیرون مے ایم این سہل است اما انچہ حکایت میکنند کہ در امام ابو حنیفہ
رضی اللہ عنہ طعن کردہ ام این احتمال نتوانم کرد باللہ الطالب الغالب المدرک المہلک
الضار النافع الذی لا الہ الا ہو کہ اعتقاد من است کہ امام ابو حنیفہ بخواص ترین امت مصطفی است
صلی اللہ علیہ وسلم در حقایق معانی فقہ و ہر کہ جز این از عقیدہ من و یا از خط و لفظ من حکایت
کند دروغ میگوید و عقیدہ من آنست کہ در کتاب احیا در اول سیرت علما شرح دادہ ام مقصود
آنست کہ این حال معلوم شود و حاجت آنست کہ مرا از تدریس نیشاپور و طوس و شہرہا معاف
دارد تا باز او بہ سلامت خویش شوم کہ این روزگار سخن من احتمال نکند۔

## جواب ملک اسلام

چون این فصل بگفت جواب ملک اسلام آن بود کہ ما را چنان بایستے کہ جملہ علماء خراسان و عراق
حاضر بودند تا سخن تو بشنوندے و اعتقاد تو بدانستندے اکنون التماس آنست کہ این فصل کہ رفتہ
است بخط خویش بنویسی تا بر ما بخوانند و ما نسخہ آن باطراف جہان بفرستیم کہ خبر آمدن تو در جہان
معروف بود تا مردمان اعتقاد ما در حق علما بدانند اما معاف کردن از تدریس ممکن نیست فخر الملک
چاکر ما بود کہ ترا نیشاپور برد و ما برائے تو مدرسہا کنیم و بفرمائیم تا جملہ علماء اسلام ہر سال یکبار پیش
تو آیند و ہر چہ بران پوشیدہ باشد بیاموزند از تو و اگر کسے را با تو خلاف است و ندان کنان پیش
تو آید و بپرسد تا اشکال وے بر دارد چون ملک اسلام از وی درخواست کہ این فصل بخط خویش
بنویس حجۃ الاسلام رحمہم اللہ بشہر در آمد از لشکر گاہ جملہ اہل طوس باستقبال وے شدند و آزونہ
جشنے عظیم ساختند و نثار ہا کردند حجۃ الاسلام رحمتہ اللہ این فصل را بخط خویش بنوشت و

در خرمن خود میزند۔ الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب۔ پس وے بجاے
رحم است نہ بجاے مجادلہ و خصومت۔ بیمار دوم آن بود کہ علت وے از حماقت و بی عقلی بود
این نیز علاج نپذیرد و عیسی صلواۃ اللہ وسلامہ علیہ مردہ زندہ کرد و از معالجۂ احمق عاجز
ماند۔ و این کسے بود کہ عمر در علوم عقلی صرف نکردہ بود و انگہ اعتراض کند بر کسی کہ ہمہ عمر دران
صرف کردہ باشد و این مقدار نداند کہ آن اعتراض کہ عامی را بخاطر آید عالم را نیز آمدہ باشد پس
این سخن غوری دارد کہ عالم ندانستہ باشد و عامی بداند و ہمہ فقہاء و ادباء و مفسران و
محدثان و مشغولان بانواع علوم عامی باشند در علوم عقلی و بیشتر متکلمان نیز ہمچنین باشند
کہ ظاہر از علم کلام برخواندہ باشند و غور و تحقیق آن نشناختہ چون اعتراض این قوم بالتفات
نیرزد اعتراض کسان دیگر کہ ہرگز در ہیچ علوم خوض نکردہ باشند۔ جواب چون آید۔ و قصہ
موسی و خضر صلواۃ اللہ وسلامہ علیہما در قرآن تنبیہ راست برین دقیقہ چون سفینہ یتیمان کسے
از عوام سوراخ کند بجل اعتراض بود اما چون عالمے کامل کند اعتراض نشاید کرد و چون حفظ مال
ایتام ہر کسے داند عالم نیز داند چون میکند۔ آن است کہ در او آن چیزے دیگر میداند کہ این
حال با اضافت با آن علم منکر نیست بلکہ معرفت حق تعالی و معرفت ربوبیت و ملکوت آسمان
و زمین دانستن کمتر از جولاہگی نیست اگر کسی ہمہ علوم روے زمین برخواند و ہمہ صناعات
بیاموزد و در جولاہگی رنج نبردہ باشد و یرا نرسد کہ بر جولاہہ اعتراض کند و اگر رنج بردہ باشد و یرا زسد
کہ بر کسی کہ از وی استاد تر باشد بلکہ ہر چہ او را منکر آید باید کہ بر قصور خویش حمل کند چون این قدر
عقل ندارد از وے اعراض باید کرد و بجواب مشغول نباید شد۔ بیمار سوم آن بود کہ مسترشد بود

سخن کہ نور حقیقی خداست وآن سخن کہ روح آدمی اندرین عالم غریب است و وی از عالم علوی است وشوق وے بدان عالم است چہ میگویند کہ این سخن فلاسفہ ونصاری است وامثال این سخنہا است کہ آنرا بشرح حاجت است تا اعتراض متعندان کوتاہ شود ومعنی این سخن پیدا شود۔

## بجواب نوشت

باللہ التوفیق بدانکہ سوال کردن از مشکلات عرضہ کردن بیماری وعلت دلست بر طبیب وجواب دادن سعی کردن است در شفاء بیمار وجاہلان بیماراند فی قلوبہم مرض وعلماء طبیبانند وعالم ناقص طبیبے را نشاید وعالم کامل ہر جاے طبیبے نکند لکن جامی طبیبی کند کہ امید شفا بود اما چون علت مزمن بود وبیمار بے عقل استادے طبیب آن بود کہ بگوید کہ این بیمار علاج پذیر نیست ومشغول شدن بمعالجہ وے جز روزگار ضایع کردن نیست واین بیماران جہل بر چہار گونہ اند یکے ازین علاج پذیر است وسہ علاج نپذیرند اول کسی است کہ اعتراض وے از حسد بود وحسد بیماری مزمن است کہ علاج را بوے راہ نیست چہ جواب کہ از اعتراض وے جواب دہی ہر چند نیکوتر وروشن تر بود ویرا خشم بیش آید وآتش حسد درون وی افروختہ شود۔ پس بجواب وے مشغول نباید شد شعر

| کل العداوۃ قد یرجی اماتتہا | | الا عداوۃ من عاداک من حسد |
|---|---|---|

پس تدبیر آن بود کہ ویرا بدان علت بگزارند واز وے اعراض کنند واعرض عمن تولی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوۃ الدنیا ذالک مبلغہم من العلم وحسود ہر چہ میگوید آتش

عام است و جمله مومنان دران شریک اند ناقص و کامل و خاص و عام بلکه جهود و ترساکه ایشان نیز گویند و ترسایان که میگویند ثالث ثلثه نه آن میخواهند که خداے سه است بلکه میگویند یکے است لکن این یکے بذات یکے است و با اعتبار صفات سه و لفظ ایشان این بود که واحد بالجواهریة ثلث بالاقنومیه باقنوم صفات را خواهند و تفهیم این دراز شود اما لاهو الاهو معنی لا اله الاهو الله بتمامی و روے مضمر است لکن در وسے زیادتیست که جز خواص بدان نرسند و بر اندازه عقل عوام نیست اما معنی لا اله الا الله همه عوام فهم توانند کرد۔

**فصل**۔ چون بدانستی که معنی این سخن تفاوت درجات توحید است بدانکه توحید را درجات است و ویرا ظاهر لیست که همگنان بدان برسند و آن چون قشر لیست و ویرا حقیقتے است و آن چون لُب است و آن لب را نیز لبے است دیگر و تشبیه این بجوز توان کرد که ویرا پوستی است و پوست ویرا پوستے است و ویرا مغز لیست و مغز ویرا مغزے دیگر است و آن روغن است پس اگر خواهی که تفاوت که در درجات توحید است بدانی بدانکه **اوّل** درجه وی گفتن لا اله الا الله است بزبان بی اعتقاد دل و همه منافقان اندرین شریک اند و این توحید را نیز حرمتی است که سعادت این جهان بدان حاصل آید تا مال و خون وے معصوم شود و اهل و فرزند وی ایمن شوند درجه **دوم** اعتقاد معنی این کلمه است بر سبیل تقلید بی معرفت حقیقی و همه عوام خلق بدین درجه رسیده اند و این چون به تحقیق نزدیک تر است این هر دو جهان ثمره ویست چون تصدیق جمله انبیا با آن بود پس این قوم اهل نجاتند اندران جهان نیز اگرچه بکمال سعادت اهل معرفت نرسند درجه **سوم** آن بود که معنی این کلمه ببرهان محقق و مکشوف شود تا همچنان که بشناسند مثلاً

وانچه فهم نکند بر قصور علم خویش حمل کند و اعتراض نکند بلکه خواهد که بداند و سوال برای استرشاد کند
لکن بلید باشد و فهم وی از ادراک دقایق علوم قاصر باشد بجواب وی نیز مشغول نباید شد
قال رسول الله صلی الله علیه وسلم نحن معاشر الانبیاء امرنا ان نکلم الناس
علی قدر عقولهم و معنی این نه آنست که با ایشان سخن گویند بر خلاف راستی لکن معنی آنست که
با ایشان آن گویند که طاقت فهم آن دارند انچه طاقت آن ندارند خود نگویند و تنبیه کنند که این کار تو نیست
چه اگر گفته آید جز انکار و تکذیب حاصل نیاید واذ لم یهتدوا به فسیقولون هذا افک قدیم
بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمه ولما یاتهم تاویله اشارت بدین قوم است ـ بیمار چهارم آنست که
مسترشد باشد و با آن هم زیرک و تیز فهم بود و عقل بر وی غالب بود یعنی مغلوب غضب و شهوت و
حب مال و جاه نبود این یک علاج پذیر بود بر آوی جواب این مسایل گفته آید بقدر فهم وی پس اگر
کسی را بینی که ازین جواب شفا حاصل نشود عجب مدار باشد که از جمله آن سه قوم دیگر بود و بیشتر خلق
ازان سه گروه اند واین چهارم عزیز و نادرست مسئله پرسیدی که این سخن که لا اله الا الله
توحید العوام و لا هو الا هو توحید الخواص چه معنی دارد درین سخن دو اعتراض است یکی
آنکه چون طعنه می نماید در کلمه لا اله الا الله ـ و اشارتیست به نقصان این واین چگونه
بود و سبب سعادت همه خلق اینست و قاعده و اصل همه ملتها اینست و دیگر اعتراض آنکه
لا هو الا هو متناقض مینماید که این استثناء عین مستثنی منه است یک چیز هم مستثنی
وهم مستثنی منه چون بود بدانکه اعتراض اول که پنداشتی که این سخن در معرض طعن و نقصان
است در کلمه لا اله الا الله خطا پنداشتی بلکه معنی آنست که مجرد معنی لا اله الا الله

اگر در دل تو خدای تعالی بزرگتر بودے طاعت وے داشتی نه طاعت شیطان وطلب
براکردے نه دنیا وشهوات را وچون گوید انی وجهت وجهی للذی فطر السموات گویند دروغ
مگوی که اگر بدین روی ظاهر میخواهی روے بوے نیاوردۀ که وی درین جهت نیست واگر روی
دل میخواهی روی دل تو هم بسوی دنیا جاه و مال وحشمت وشهوا تست دروغ چرا می گوئی وباکی
سر ترا میدانند وداند که روے دل از کدام جانب است وچون گوید ایاك نعبد باوے
همین تکذیب رود وگویند انت عبد الدینار والدرهم وعبد الجاه والحشمة فاباها تعبد که نه عبادت
آن بود که تو در بند آنی پس این مرد که اهل لا اله الا الله است لکن حال ودرجه وے
آنست هرگز برابر نه بود باکسیکه لجام تقوی بر سر همه شهوات خویش کرده است وجز بر وفق
فرمان هیچ کارے نکند وبدانکه مثال توحید ومعرفت چون مسهل است که مقصود از وے
پاک کردن درونست از اخلاط چون مسهل بخورد وکار نکرد از وے شفاء وسلامت حاصل
نیاید بلکه در وے خطر بود مسهل توحید چون در دل فرود آمد اگر علت هوا وشهوت را کسر نکند
چون مسهل بود که کار نیاید این کس چون برابر بود باکسیکه توحید ویرا از همه بندها بیرون کرد
وویرا یک صفت ویک همت ویک معبود گردانید ایشان هر دو از اهل لا اله الا الله
اند ومیان ایشان چندانکه میان آسمان وزمین فرق است ودرجه پنجم آنست که این
مسهل توحید در باطن وے بدان اقتصار نکند که شهوت مغلوب گرداند وهوا را زیر دست
کند بلکه کلبیت هوا وشهوت را محو کند تا در هیچ کار تبع شهوت نباشد نه بر وفق شرع نه بر خلاف
شرع بلکه یک عزم ویک همت شود ولا یتحرك الا لله ولا یسکن الا لله ولا یتکلم الا لله۔

سیزده ۔ثلث سی ونه بود ۔ برہان حسابی ہم چنین وحدانیت حق سبحانہ تعالی بدانند نه چون کسے
باشند که حساب خود ندانند لکن از کسے شنیده بود که سیزده ثلث سی ونه بود و اعتقاد کرده باشد
و به تقلید تصدیق کرده این سه درجه متفاوتست اول صاحب مقاله است ۔ دوم صاحب
عقیده است ۔ سوم صاحب معرفت است وازین ہر سه ہیچ صاحب حالات نیستند وارباب
احوال دیگراند وارباب معارف واقوال دیگر ۔ درجه چهارم آنست که با معرفت ہم صاحب حالت
بود که ویرا ہیچ معبود نبود جز یکے وہر که راہواے وے غالب بود معبود وے ہوا بود افرأیت
من اتخذ الٰہه ہواه اله آن بود که ویرا پرستند و در بند وے باشند و بنده وے باشند وہرچه
در بند آنی ازین گویند که فلان خر بنده است وفلان شکم بنده است ورسول الله صلی الله علیه وسلم
گفت تعس عبد الدرھم وتعس عبد الدینار این ہمه را بنده گفت که در بند آنست که طلب میکند
پس ہر که ہوا وشہوت وے زیر دست وی بود و طوع فرمان حق بود کلمه لا اله الا الله از وی
درست بود و توحید وے ہم حالت بود وہم مقالت ۔ اگر چنین نبود از مقصود این کلمه
محروم بود و نصیب گفتن زبان بود و اندیشه دل ۔ واگرچه این کلمه راست بود وے دروغ
زن است درین کلمه قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یزال لا اله الا الله دفعا
عن الخلق عذاب الله مالم یوثروا صفقة دنیاھم علی صفقة دینھم فاذا اثروا ثم قالوا
لا اله الا الله قال الله تعالی لھم کذبتم لستم بھا صادقین پس این کس اگرچه این کلمه میگوید و معنی وی میداند
چون روی دل وی بجانب دنیا وجاه و شہوتست وہمه احوال بودن فرمان خداے نیست درین کلمه
دروغ زن است بلکه اول دروغ وے آنست که در نماز ایستد گوید الله اکبر گویند دروغ مگوی

یسمع به وبصره الذی یبصر به ولسانه الذی ینطق به پس صاحب درجه پنجم بخود بود وبخود گوید وشنود و
ببیند ولکن برای حق نه از برای خود اما این مرد باخود نبود وبخود نه بیند ونشنود
ونگوید ولکن بدو گوید وازو شنود واو را بیند در هرچه بیند وآن مرد همه چیزها می بیند لکن خدای را
بان هم می بیند ومیگوید ما رأیت شیئا الا ورأیت الله عز وجل معه این مرد خود جز خدای
را نه بیند ومیگوید ما اری الا الله ولیس فی الوجود غیر الله آن مرد گوید معبود نیست
جز خدای واین مرد گوید موجود نیست جز خدای پس توحید آن مرد جزو یست از توحید این مرد
که آن مرد معبود جز وی نفی کرد واین مرد از موجود جز وی نفی کرد ودر نفی موجود نفی معبود زیاده
است پس چنانکه درجات توحید در توحید این مرد مضمر بود ودر ضمن طی وی را حاصل بود توحید
وی با همه توحیدهای دیگران در طریق توحید این مرد حاصل است پس آن مرد عامی گشت
در حق این خاص الخاص چنانکه ارباب دیگر درجات عامی بودند در حق آن مرد۔ وکمال درجه توحید
این درجه ششم است وارباب این مقام را در غلبات این حالت شبه سکری پیدا آید و
دران سکر دو گونه غلط کنند یکی پندارد که اتحاد حاصل آمد واو خود حق گشت وهر دو یکی شدند و
دیگر داند که اتحاد محال است لکن پندارد که اتحاد حاصل آمد وآن بحلول عبارت کنند پس صاحب
خیال اتحاد باشد که گوید انا الحق وسبحانی وما اعظم شانی وچون آن سکر بصحو بدل شود
بداند که آن غلط بود که حلول عرضی را بود در جوهر یا جسمی را در باطن جسمی مجوف واین هر دو بر
حق تعالی محال است واتحاد دو چیز خود محال است اگرچه هر دو محدث باشند زیرا که چون متحد شود
از سه حال خالی نشود یا هر دو موجود باشند پس متحد نه اند که هر دو هستند یا هر دو معدوم باشند

پس اگر مرد نان خورد نه از براے آن خورد تا لذت طعام بیابد لکن بضرورت خورد تا قوت
طاعت و عبادت بیابد و اگر بقضاء حاجت رود برای فراغ عبادت رود تا مانع از خویشتن باز کند
و فرق نکند میان آنکه طعام بمعده رساند یا از معده بیرون کند بلکه هر دو بضرورت فراغت و قوت
عبادت را کند و اگر بخسپد براے آسایش نبود لکن براے تجدید قوت عبادت را بود و اگر
نکاح کند براے شهوت نکند لکن برای سنت و تکثر امت محمد مصطفی صلی الله علیه وسلم کند تا
بایشان مباهات کند و همه احوال وی هم چنین بود اگر گوید و بشنود و بنگرد همه برای حق تعالی بود
و تفاوت میان این درجه و درجه چهارم بسیار است چه توحید آن مرد را از دست شهوات بکلی
بیرون نکرده ولیکن از دست شهوات که خلاف شرع بود بیرون کرد اما این مرد را مطلق از دست شهوات
بیرون کرده است درجه ششم آنست که توحید ویرا اولاً از دست وے بکلیت و
از دست هر چه در عالمست بیرون کند بلکه ویرا از دست آخرت بهمگی بیرون کند چنانکه از دست
دنیا در پیش همت و نظر ادراک وے نه نفس وی ماند و هر چه در عالمست و دنیا و آخرت جز خدای تعالی نماند
و خود را فراموش کند و هر چه جز حق است فراموش کند و از همه غایب شود و همه از وی غایب
شوند نه وے ماند نه عالم حق ماند و بس قل الله ثم ذرهم حال وی بود کل شیء هالک
الا وجهه نقد وقت وی بود اہل بصیرت این حالت را الفنا فی التوحید گویند که جز از حق آنهمه
فانی بود بدان معنی که اگر بفناء خود التفات کند بدین التفات از حق تعالی مشغول شود و هر که
طاقت ادراک این ندارد پندارد که این طاعت بیحاصل است و کمال توحید خود اینست
وانچه گفت لایزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی احبه فاذا احببته کنت سمعه الذی

موجودے بود کہ جزوی موجود است موجود نیست جزوے در حق وی درست نیست و اشارت
جز بوی راست نیست معنی لا اله الا هو اینست که اگر کسی فهم نکند معذور ست که این بر اندازه
هر فهمی نیست **مسئله** پرسیدی که معنی این سخن که الله هو النور چیست و نور آن بود که آخر روشنی
بود و شعاعے **جواب** بدانکه معنی این هم در کتاب چنان پیدا کرده است کتابل کند
این معنی وی را ظاهر شود و اگر نور جز این نور محسوس نبودے که شعاعے دارد خدا تعالی قرآن شریف
و رسول را نور نگفتے وانزلنا علیکم نورا مبینا هیچ معنی نداشتی و نگفتے که الله نور السموات والارض
پس بدانکه نور عبارتست از چیزی که وی را نه بینند و پس چیزهای دیگر را بوی بینند و این اضافت با چشم ظاهر
است که آنرا بصر گویند و دل را چشمی است و آن چشم را نوریست باضافت با وی هم چون نور مبصر است با اضافت
چشم ظاهر و از این سبب بود که عقل را نور گویند و قرآن را نور گویند و رسول را نور گویند - بدانکه
وی را بتوان دید بچشم دل و دیگر چیزها بوی بتوان دید و او خود را نیز نه بیند پس اسم نور بوی اولیتر
از آنکه بنور چشم ظاهر که قوت ابصار نور را گویند که چیزها بیند از آنکه وی خود را نه بیند و عقل خود را نه بیند و دیگر چیزها
را بیند پس شعاع و روشنی چشم ظاهر دیگر است و روشنی چشم باطن دیگر و قرآن نور است و رسول نور است باضافت
با چشم باطن پس چون روا بود که عقل را نور گویند بدان سبب که سبب دیدار چیزهاست آنکه عقل و دیدار از ویست و هم
چشمهار باطن و ظاهر از ویست و هر ظهور و نور و دیدار او که در عالم است از ویست این اسم
بروے صادق تر و چون معنی درست بود و لفظ در کتاب و سنت آمده باشد چه مانع باشد و
شرح این در کتاب مشکوٰة الانوار تمامتر ازین گفته آمده است اعتراض اگر بر لفظ است
این لفظ در قرآنست که الله نور السموات والارض و در خبر است که رسول صلی الله علیه وسلم

پس ہر دو نیستند یا یکے موجود و دیگری معدوم پس اتحاد نبود پس کمال توحید این بود کہ موجود نیست
جز یکی نہ آنکہ معبود نیست جز یکی آن نیز درست است لکن این بدان مشتمل است و نہ زیادہ از انست سوال ہمانا گوی
این بران مشتمل است و زیادہ لکن این محال آمدہ است و نامعقول چہ آسمان و زمین و کواکب
و ملائکہ و شیاطین ہمہ موجود اند پس معنی چہ دارد کہ موجود نیست جز یکی **جواب** این بشنو
و بدان کہ اگر روز عید ملکی بصحرا شود با غلامان خویش و ہمہ را اسپ و ساخت و تجمل و علم دہد
چنانکہ خود دارد پس کسیکہ ہمہ را بیند گوید این ہمہ را در توانگری برابراند و ہمہ توانگر ند سخن وے
راست نماید در حق کسیکہ از سر کار خبر ندارد و پس کسیکہ از سر کار خبر دارد گوید کہ این ملک این نعمت
را بعاریت بایشان دادہ است چون نماز عید بکنند باز خواہند پس اندرین صورت آن
غلامان توانگر نیستند بجز ملک وے راست بحقیقت این باشد کہ وی گفت کہ اضافت عاریت
با مستعیر مجازی بود و بحقیقت مستعیر ہمان درویش است کہ بود و توانگری بدان مال مستعار
از مستعیر منقطع نشد اکنون بدانکہ وجود ہمہ چیزہا عاریتی است و از ذات چیزہا نیست بلکہ
از حق است و وجود حق ذاتی است نہ از جائی دیگر آمدہ است ہست بحقیقت وی است
و دیگر چیزہا ہست نماید در حق کسیکہ نداند کہ عاریتی است پس آنکہ حقیقت کارہا شناخت
کل شیء ھالک الا وجھہ دیرا عیان گشت ازلا و ابدا نہ آنکہ وقت مخصوص چنین باشد بلکہ ہمہ
چیزہا در ہمہ وقت ہا از انجا کہ ذات ویست معدوم است و ہستی ویرا از ذات خود نیست
بلکہ از ذات حق است پس این موجود مجازی بود نہ حقیقی پس این سخن کہ موجود نیست جزوی
درست باشد پس آنکہ لا ھو الا ھو ۔ درست بود کہ ھو اشارت بموجود است پس اگر

هیچ معنی ندارد واگر کسی را طلب حقیقت این علم است واز کتب حاصل نمی شود واستقلال فهم آن ندارد بباید آمدن وباید خواندن فالعلم مایوخذ من افواه الرجال که در هیچ کتاب هیچ سخن نگفته ام که نه به برهان قطعی اثبات آن توانم کرد با هر کسے که او فهم دارد واز بیماری حسد وعناد خالی باشد نه با کسیکه در حق وی چنین آمده باشد انا جعلنا علی قلوبهم اکنۃ ان یفقهوہ وفی اذانهم وقرا وان تدعهم الی الهدی فلن یهتدوا اذا ابدا۔

اما انچه درخواسته است که هر چه ازین جنس سخنها مشکل است شرح کند تا اشکارا شود بدانکه در هیچ کتابی سخن نیست الا که شرح آن بان بهم است کسے را که فهم کند وهر که بدان فهم نکند جز بدانکه باید وبیاموزد وبمشافه بشنود هیچ تدبیر ندارد واعتراض جاهل محصور نبود که از کجا خیزد تا ازان جواب توان داد که اسباب جهل وبیماری دلها مختلف است ودر حصر نیاید دل دران نباید بست که اگر سخنی از اعتراض نگه توانستی داشت قران را نگه داشتند چون اعتراض جهال از قرآن قطع نکردند تا صد هزار اشکال در دلهاے جهال بمانده است که علاج نمی پذیرد در دیگر سخنها این طمع محال بود شعر

| ومن یك ذا فم مر مریض | یجد مرا به الماء الزلالا |
|---|---|

مسئله پرسیدی که معنی این سخن که افشاء سر الربوبیه کفر است چه باشد که اگر این سر راست باشد کفر چرا بود واگر دروغ بود در سر ربوبیت دروغ چون بود جواب بدانکه این سخن ابو طالب در قوت القلوب حکایت کرده است از بعضے سلف ومن در کتابی پیش ازین گفته ام قال بعض العلماء فین افشاء سر الربوبیه کفر۔ ومعنی این سخن آنست که در اسرار ربوبیت چیزهاست

را از شب معراج پرسیدند کہ حق را دیدی گفت نورانی اراہ وا گر اعتراض برمعنی ست چون شرح
آن گفتہ آمدہ و دران ہیچ شک نیست اعتراض پس ازین سخن جہل بود مسئلہ پرسیدی کہ معنی
این سخن کہ روح آدم غریب است وشوق او بعالم علویست چیست کہ میگویند کہ این سخن نصاری
وفلاسفہ است **جواب** بدانکہ لا الہ الا اللہ عیسی رسول اللہ سخن نصاری است ولکن
حق است باطل نیست سخن حق بدانکہ مبطلی بگوید باطل نشود و غایت جہل این باشد کہ کسی پندارد کہ
ہرکہ یک باطل بگفت ہرچہ دیگر بگوید باطل شود اگر چنین باشد پس مبتدعان و کفار قادر اند برانکہ ہرچہ
حق است اعتراف نمایند مگر بدان یک چیز کہ کافر و مبتدع بدانند و ہمہ حقہا باطل شود لکن طریق
عقلا آنست کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ گفت لا تعرف الحق بالرجال اعرف الحق تعرف اھلہ
پس این سخن کہ روح آدمی غریب است اینجا و اصل وی از بہشت و کار وی موافقت ملا اعلی
است و قرارگاہ و وطن وی ازان عالمست کہ ویرا بہشت گویند و عالم علوی گویند و ہمہ قرآن
و کتاب برین دلیل است و بدانکہ فلسفی یا نصرانی بدین قرار دہند باطل نشود این از روے
آیات و اخبار ظاہر است اما از روے بصیرت ہرکہ حقیقت روح آدمی را بشناخت بدانست
کہ خاصیت وی معرفت حضرت الہی است و غذا روے آنست و ہرچہ خاصیت این عالمست
از ذات وی غریب است و عارض روا بود کہ بشود و باوے جز معرفت حق تعالی و معرفت
حضرت ربوبیت نماند و وے بدان زندہ باشد و باقی و تنعم و شرح و تحقیق آن در کتاب احیا و
کیمیا گفتہ آمدہ است ہرکہ خواہد کہ بداند دران کتب تامل کند و ہرکہ بچشم عناد و تعنت نگرد چون
آن کتب او را شفا ندہد این مختصر نیز ندہد و زبان حسد و عناد ہرگز منقطع نشود و دل دران نبستن

خلق خلق را از طاعت باز دارد و در کفر و اباحت افگند و مثال این بسیار است و سر قدر نگوییم
نه سر روح دو وجه ضرر رسیدن بخلق در شنیدن این مسئله مفهوم تر شود لکن چون رسول الله
صلی الله علیه وسلم را دستوری ندادند که بیش ازین گوید الروح من امر ربی بیش ازین
گفتن رخصت نیست اما سلیم دل مردے بود که پندارد که پیغمبر صلی الله علیه وسلم حقیقت روح
بدانسته باشد که هر که حقیقت روح ندانست خدا را ندانسته باشد یا خدای را دشوار تواند دانست

# باب دوم

## درانچه بوزرا نوشته

وآن دوازده نامه است شیخ بصاحب شهید نظام الدین فخر الملک و یکی جواب صدر او زرا احمد
بن نظام الملک و سه بشهاب الاسلام پیش از وزارت و سه بوزیر شهید مجیر الدین تغمده الله
بغفرانه و هر یک ازین نامها گنجے است از گنجهاے حکمت و صد فیست مشحون باسرار شریعت

## نامهٔ اوّل

## که بنظام الدین فخر الملک نوشته است مشتمل بر تحذیر و تذکیر و اسرار و حقایق شرع و عقل

بسم الله الرحمن الرحیم

امیر و حسام و نظام و هر چه بدین ماند همه خطاب و القابست و از جمله هم

که بیشتر افهام احتمال آن نکند و بدان سبب شنونده طاقت آن حق ندارد و در حق وے باطل بود و معنی این سخن که رسول الله صلی الله علیه وسلم گفته است نحن معاشر الانبیاء امرنا ان نکلم الناس علی قدر عقولهم این بود و یک مثال این سر قدر است و یکے سر روح و علماء راسخ هر دو را دانند و نگویند که خلق فهم ندارند و بدان نیز در کفر افتند و در خبر است که القدر سر الله فلا تفشوه و بر مذهب گروهے یک مثال تنزیه است از جهت از انکه چون این سر بگوی که خدای بجهت نیست و بعالم متصل نیست و منفصل نیست و داخل عالم نیست و خارج نیست و هر شش جهت از وی خالی است بیشتر خلق طاقت شنیدن این ندارند کافر شوند و گویند که چون چنین است خود نیست که هر چه بیرون عالم و درون عالم نیست آن معدوم است یا گویند این باطل است و نشاید که چنین بود و در تشبیه افتند و این یکے از جمله اسرار الهیست از جمله تقدیس که هرگز رسول الله صلی الله علیه وسلم و صحابه رضی الله عنهم بدین صریح نگفتند با آنکه دانستند که چنین است این مثال این مسئله است بر مذهب گروهے و هر که طریق سلف دارد مثال دیگر نزدیک گروهے آنست که گویند نشاید که گوئی هر چه ما کنیم و گوئیم از ذکر و طاعت کفر و معصیت خدا را از آن خشنودی بود یا خشم بلکه هر دو نزدیک وی برابر بود که وی را نه خشم است نه خشنودی پس چرا خویشتن را رنجه داریم پس گویند تاویل رضا و غضب نشاید گفتن تا آنکه معلوم است که خدای خشمگین نشود که نقصانی بود و خشم بر کسے روا دارد که دیگرے بر وے چیزے تواند کرد بخلاف مراد وی آنکه عجز و فاعل نبود خشم چون گیرد و باکه گیرد و خشنود کسے شود که مراد وے حاصل کنند و وی را هیچ غرضے نبود که حاصل شدن آن وی را اولیتر بود از ناشدن پس خوشنودی وی محال بود و گفتن این

این عالم بیرون آید قصه قلب افتد هر چه را هست پنداشت همه نیست نماید و هر چه را نیست پنداشت خود هست همه آن بیند گوید بارخدایا این چه حالتست کارها معکوس گشت خطاب آید که فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید گوید آن ندانستم که چنین بود و گوید ربنا ابصرنا و سمعنا فارجعنا نعمل صالحا جواب دهند او لم نعمرکم ما یتذکر فیه من تذکر و جاءکم النذیر فذوقوا فما للظالمین من نصیر گویند در مصحف قدیم نشنیده ید که گفت کسراب بقیعة یحسبه الظمان ماء حتی اذا جاءه لم یجده شیئا و وجد الله عنده فوفاه حسابه و همانا کسی گوید که هست نیست نمائی و نیست هست نمائی مفهوم نیست حقایق معانی بافهام ضعیفه بمثالی توان رسانید گردبادے که در هوای صافی از زمین برخیزد و بر صورت مناره مستطیل بر خویشتن می پیچد کسے در نگرد پندارد که خاک خود را می پیچاند و می جنباند و نه چنانست که با ذره خاک ذره هوا است که محرک اوست لیکن هوا را نتوان دید خاک را بتوان دید پس خاک در محرکی نیست هست نمایست و هوا هست نیست نمایست که خاک را در حرکت جز مسخری و بیچارگی نیست در دست هوا و سلطنت همه هوا راست و سلطنت هوا ناپیداست بل مثالے که بتحقیق نزدیکتر است روح و قالب تست که روح هست نیست نمایست که کس را بدو راه نبود و سلطان و قاهر و متصرف وی بود و قالب اسیر بیچاره اوست هر چه بیند از قالب بیند و قالب از آن بے خبر بل کل عالم را با قیوم عالم همین مثالست که قیوم عالم هست نیست نمایست و در حق اکثر خلق که هیچ ذره را از عالم قوام وجود نیست بخود بل بقیوم اوست و قیوم هر چیز بضرورت با وی بهم باشد و حقیقت وجود وی را باشد و وجود مقوم از وی بر سبیل عاریت بود و هو معکم اینما کنتم و لکن کسی که معیت نداند

وانا والقیاء امتی براء من التکلف یعنی امیر بدانستن وحقیقت او را طلب کردن مہم تر ہر کہ باطن وظاہر
او بمعنی امیری آراستہ است امیر است اگرچہ او را امیر نگویند و ہر کہ ازین معنی عاطل است
امیر نیست اگر ہمہ جہان او را امیر گویند ومعنی امیر آن بود کہ امر او بر لشکر او روان باشد و
اول لشکر سے کہ در آدمی کردہ اند جنود باطن اوست واین جنود اصناف بسیار اند وما یعلم
جنود ربک الا ھو و رؤسا ایشان سہ اند یکے شہوتست کہ بقاء ذورات ومستقبحات گراید و
یکے غضب است کہ قتل وضرب وتہجم فرماید و دیگر کربزیست کہ بمکر وحیلت وتلبیس فرماید
واین معانی را اگر از عالم شکل وصورت کسوتے پوشیدندے بسزا یکی خنزیری بودے
و دیگر کلبی و دیگر شیطانی وخلق دو گروہ اند گروہے کہ این ہر سہ را مقہور ومسخر کردہ اند و
فرمان برایشان روان کردہ این قوم امیران و پادشاہانند وگروہے اند کہ خدمت ایشان
برمیان بستہ اند وشب و روز در طاعت ومتابعت ایشان ایستادہ واین قوم اسیر اند
ونابینایان این عالم باشند کہ امیر و بادشاہ را گدا و مسکین گویند وآن اسیر فروماندہ را امیر و
وزیر و بادشاہ گویند واہل بصیرتان ہم چنان شوند کہ سیاہان را کافور گویند و بادیہ مہلک را
مفازہ گویند وازین تعجب نکنند کہ دانستہ اند کہ این عالم عالم التباس وانعکاس است واین
چہ عجب کہ اصل آفرینش ہر دو عالم کہ یکی عالم حقایق ومعانی است وآنرا عالم ملکوت گویند ویکی عالم صورت
آنرا عالم شہادت گویند بنا بر التباس دارد ہر چہ عالم شہادتست نیست ہست نمایست و
لاشئے درصورت شئے و ہر چہ عالم حقیقت است ہست نیست نمایست واین باضافت
با این چشم است کہ خلق این را دیدار میدانند بوقت مرگ چون این چشم فراشود حقیقی از غشاوہ

فقها را از راه نتوانستی بردو علامت اولوا الالباب آنست که شیطان را بر ایشان هیچ دست نبود
چنانکه گفت اِنَّ عِبَادِی لَیسَ لَکَ عَلَیهِم سُلطان وهر که او را کسل یا شهوت بران دارد که خلاف
فرمان حق کند وے شاگرد شیطان نست و نایب او فاتخذوه عدوا انما یدعو حزبه لیکونوا من اصحاب
السعیر واگر سعادت آخرت میخواهی فرمان حق تعالی پیش گیر و مپرس و مجوئی و تصرف مکن الا در فرمان
حقتعالی اگر دلت قرار نمیگیرد تا شمه از حقیقت کارها بشناسی از کتاب کیمیای سعادت طلب
کن و صحبت کسی اختیار کن که وے از دست شیطان برسته باشد تا ترا نیز برهاند والسلام

## نامه دویم

## که بفخر الملک نوشته است در معنی قضا و تحریص کرده او را
## بر تقلید قضا کسی را که در صلاحیت شایستگی آن دارد

بسم الله الرحمن الرحیم

مجلس عالی بتوفیق آراسته باد تا در میان مشغله دنیا نصیب خویش را فراموش نکند
قال الله تعالی ولا تنس نصیبک من الدنیا و نصیب هر کس از دنیا آنست که زاد آخرت برگیرد چه همه خلق
مسافرند بحضرت الهیت و دنیا منزلیست بر سر بادیه آن سفر نهاده و مثل غافلان نگرفته
زاد مثل حاجیانست که به بغداد رسند و بتماشا مشغول شوند پس یکے پای در بادیه نهد
بے زاد واشتر پندارد که روے بکعبه دارد و غلط پندارد که روی بهلاک خویش دارد و زاد آخرت

الا معیت جسم با جسم یا معیت عرض با عرض یا معیت عرض با جسم واین ہر سہ در قیوم محال
باشد این معیت فہم نتوان کرد و معیت قیومیت بجسمے را نیست بل کہ معیت بحقیقت این ست
واین ہست نیست نما ست کسانیکہ این معیت را شناسند قیوم را بجویند و می بازنیابند و
کسانیکہ این بشناختند خود را بجویند و مے بازنیابند بلکہ ہمہ حق را می بینند و میگویند لیس فی
الوجود الا القیوم و بسیار فرق بود میان کسی کہ خود را بجوید و مے بازنیابد و میان کسیکہ قیوم
را می جوید و مے بازنیابد و این سخن از اندازہ بکلیت بیرون است اما فرا سر قلم آمد ناساختہ
و ہمانا سبب آنست کہ او را کیاستے ہست زیادت از انکہ ابنای جنس وی را باشد زنہار
زنہار کہ بخدای تعالی استعاذت کند از قصور کیاست خویش کہ بیشتر خلق کہ ہلاک شدند از کیاست ناقص شدند
واکثر اھل الجنۃ البلہ واھل العلیین ذو الالباب وخلق سہ گروہ اند یکے عوام کہ بتقلید قناعت
کردہ اند و راہ فرا تصرف در کار خویش ندانند بلکہ از دیگرے آموزند واگرچہ بسبی رتبہ نیست
این قوم از اہل نجات اند و یکے ذوالالباب وایشان اہل علیین اند و در ہر عصری از ایشان یکے
باشد یا دو بسیار نبود و سیوم اہل تصرف اند بکیاست خویش واین قوم ہلاک شدگانند
طبیب بکمال شفا نزدیک است و مقلد وی چون تصرف در باقی نہ کند اما نیم طبیب در خون
و جان بیماران بود و ہر کہ او فرا تصرف آمد کہ بکیاست ناقص او تصرف میکند ہم نیم طبیب
است و سر چنین زیرکان ابلیس است کہ نوعے زیرکی و تصرف کہ او را مخالف داشت
و بقیاس و برہان گفتن مشغول شد و گفت انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین و حسن بصری
رضی اللہ عنہ را پرسیدند کہ ابلیس فقیہ و زیرک ہست گفت ہست و اگر نبودی زیرکان و

# نامۂ سویم

## که بصاحب شهید فخر الملک نوشته است

مشتمل بر زجر و ردع بلیغ از ارتکاب محذور وحث و تحریص تمام بر انصاف و معدلت و تخفف مؤن از اہل طوس و حمل بر اقتدا به پدر خویش نظام الملک بر سر نامه نوشته بود شربت تلخ با منفعت فرستاده آمد بخلوت خالی تامل کند و بسمع وین بشنود که شربت تلخ با منفعت از دوستان حقیقی رود و شربت شیرین با مضرت از دست دوستان ظاہر و دشمنان حقیقی

بسم الله الرحمن الرحیم

قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انا و اتقیاء امتی براء من التکلف والقاب ہم باز نهادن راه تکلف و عادتست و سخنی که از سر دیانت رود باید که از عادت دور بود و در راه عادت نیز منصبی که بکمال رسید از پیوند القاب مستغنی بود و چون جمال بنهایت رسید مشاطه بیکار شود و اگر کسی گوید "خواجه امام شافعی" یا "خواجه امام ابو حنیفه" قدحی بود که کرده باشد و کاری بکمال را از جهته خویش پیوندی ساخته بود و الزیاده علی الکمال نقصان کار تو نیز در خواجگی دنیا بمحلی رسیده است که با تو گفتن که تو چنین و تو چنانی بخطاب ہیچ نقصان ندارد آمدیم بخواجگی کار دین که بهتر ازین بیاید بدانکه روز کار رفتر انست و آخر زمانست و کارہای دینی بآخر کشیده است اقترب للناس حسابهم وهم فی غفلة معرضون و ہر کسی را در وقت

تقویت است واساس تقوی دو چیز است التعظیم لامر الله والشفقة علی خلق الله وہر سلطان کہ ریاست وعمل وشحنگی بکسے ناشایستہ دہد دران چندان خطر نباشد کہ ولایت قضا بناشایستہ دہد چہ ریاست وعمل از دنیاست واگر با اہل دنیا دہند لایق باشد اما چار بالش قضا مقام نبوتست ومنصب مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ولیحکم بما انزل اللہ ہر کہ مصطفی را در دل او قدرے ہست در منصب او ننشاند الا کسے را کہ در قیامت از و خجل نباشد چون این نگاہ ندارد التعظیم لامر اللہ رفت کہ تعظیم او در تعظیم منصب نبوتست والشفقة علی خلق اللہ رفت کہ املاک ودماء وفروج در خطر نہاد کسیکہ چنین کند چہ پندارد کہ آخرت را چہ بگذاشتہ است چہ از یکے از خطرہای کار قضا مال ایتام است چون صاحب تقوی نباشد مال ایتام باقطاع دادہ باشد وقد قال اللہ تعالی ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا چون کسے ازین وعید باک ندارد دیگر کارہا ہم باک ندارد واین وعید در قرآن بدان مخصوص نیست کہ این میکند بلکہ دو شریک دارد یکے آن دستور مبارک کہ آنرا تمکین کند ودیگر از مسلمانان کسیکہ تواند کہ این باز نماید وتقصیر کند ہمہ شریک باشند وچون بکسی متدین تفویض کند دماء وفروج واملاک مسلمانان در حصن حصین کردہ باشد وامروز فلان کس در حسن سیرت ودیانت بے نظیر است وشایستگی وی این شغل را بر صدر وزارت پوشیدہ نیست چہ ناحیہ جرجان امروز بدو زندہ است ورائے عالی بدانچہ بیند صواب تر والخیر بصنع اللہ تعالی والسلام۔

از اسفراین و دامغان بود ہمہ می ترسیدند دہقانان از بیم غلہ سیفر ختند و ظالمان از مظلومان
عذر میخواستند اکنون کہ اینجا رسیدی ہمہ ہراس و خوف برخاست و دہقانان و خباران بند غلہ
دوکان نہادند و ظالمان دلیر گشتند و دست فرا دزدی و مکابرہ بشب چند دکان و سرائے
قصد کردند و تہمت کالائے عمید عمدہ خویش ساختند مردمان زاہد مصلح بیجرم را بہ تہمت
زدن گرفت اگر کسے کار این شہر بخلاف این حکایات میکند دشمن دین تست رعیت را
دریاب لاابل کار خویش را دریاب و بر سرے خویش رحمت کن و خلق خدا ضایع مگذار و از یارب
درویشان کہ شب و روز میکنند بترس اگر این کار بجہد تو باصلاح آید و اگر باز نیاید بدین ماتم
و معصیت بنشین کہ خدای تعالیٰ میگوید خلقت الخیر و خلقت لہ یدا فطوبیٰ لمن خلقتہ للخیر
و تشرت الخیر علی یدیہ و یل لمن خلقتہ للشر و نشرت الشر علی یدیہ علاج این چنین معصیت آب چشم بود
نہ آب انگور ہمہ دوستداران بدر اندامی بدین معصیت خویش بیجر باشند و بنشاط مشغول و
بدانکہ دعاے مردمان طوس بہ نیکی و بدی مجرب است و عمید را این نصیحت بسیار کردم نپذیرفت
تا حال وے عبرت ہمہ گشت مصرع

وما ظالم الا و یبلی بظالم ثم ینتقم اللہ منہما جمیعا

و بحقیقت بدانکہ ہیچ خداوند مال و ولایت نیست کہ نہ ویرا ہمین فرا پیش است قطعاً و یقیناً
کہ ہر کہ دل خویش در عشق مال و ولایت بسوخت بضرورت در فراق آن بسوزد لکن این
بر سہ درجہ بود یکے درجہ سعدا و این آن بود کہ مال و ولایت باختیار خویش بیفگند و
بامظالم دہد و بصدقہ دہد و این توبہ و تفرقہ اگرچہ باختیار بود دل ویرا بسوزد و لکن بسازد و

فترت بحصنی حصین حاجت بود وگروهی حصن خویش از خیل ولشکر وشمشیر وتبر ساختند
وگروهی از جمع نعمت ومال ودیوار بلند ودر آهنین ساختند وگروهی از درویشان ودعاء
مسلمانان ایزد سبحانه تعالی از حال وبر سبق داعین وقسیمین وغیر ایشان برهانی ساخت
برخطای فریق اول تا بدانند که خیل ولشکر بلای آسمان را دفع نکند واز حال عمید طوس
وغیر او برهانی ساخت برخطای فریق دیگر تا بدانند که دیوار بلند ودر آهنین وجمع نعمت دفع
بلا نکند بلکه سبب بلا گردد تا بذوق این معنی از آیتهای قرآن بدانند که گفت جمع مالا وعدده
یحسب ان ماله اخلده کلا الی آخر السورة وما اغنی مالیه هلک عنی سلطانیه وما یغنی عنه ماله
اذا تردی واز حال حمید خراسان برهانی ساخت بر صواب فریق سیم تا بدانند که کاسه شوربا وقرص جوین
که بدرویشی رسد آن کند که صد هزار دینار وصد هزار سوار نکند کار دزده وجراحت کرده را باطل
کند تا خلایق را معلوم شود که لشکر از سهام اللیل باید ساخت نه از سهام الخیل وبدین معجزه
صدق مصطفی صلی الله علیه وسلم بدانند که گفت الدعاء یرد البلاء وگفت الدعاء والبلاء یتعالجان
فرزند نجیب آن بود که چهار بالش دولت خویش بجای گر خویش تسلیم کند آن پدر شهید تو قدس سره
ووفقک للاقتداء به چون شنیدی که صاحب کرمان خیرات کند هفت اندام او بلرزه آمدی نه از آنکه
خیرات را کاره بودی لکن گفتی که نباید که از مشرق تا مغرب کسی بود که در خیرات او برین
سبقت گیرد وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون حسد در همه چیزهای حرامست مگر در دین که
واجبست قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا حسد الا فی اثنین رجل آتاه الله مالا فهو ینفقه فی
سبیل الله ورجل آتاه الله علما فهو یعمل ویدعو الخلق الیه بحقیقت بدانکه این شهر از قحط ظلم ویران بود وتا خیر تو

# نامهٔ چهارم

## که بفخر الملک نوشته در حق امام شهید ابراهیم مبارک

بسم الله الرحمن الرحیم

مجلس عالی نظامی بضیاء سعادت و سیادت اخروی آراسته باد و آن دل عزیز بضیاء
انوار الٰهی منور آن ضیای و نوری که سبب انشراح صدور بود چنانکه خدای تعالی گفت فمن
یرد الله ان یهدیه یشرح صدره للاسلام افمن شرح الله صدره للاسلام فهو علی نور من ربه
و آن نور و ضیا چون پیدا شد علامت آن بود که چون در دنیا نگه کند همه خلق از وے ظاهر
آراسته بیند و وی باطن آلوده بیند و چون در عمر نگه کند همه خلق از وطراوة هدایت بیند و وی خطر
و حسرت آخرت بیند و چون در مرگ نگه کند همه خلق آنرا وعده و نسیه دانند و وے آنرا نقد وقت بیند و
یعلم ان ما هو آت قریب و ان الموت اقرب الی کل احد من شراک نعله. و چون در امثال و اقران خویش نگاه
کند مسرح نظر همگنان انواع توقع و تمتع ایشان بود و مطمح نظر و همت وے انواع تفجع بود از
خوف خاتمت و با خویشتن میگوید افرایت ان متعناهم سنین ثم جاءهم ما کانوا یوعدون ما
اغنی عنهم ما کانوا یمتعون و اگر صدر وزارت را این نور و ضیا ارزانی دارند علامت آن بود که از دل
خود لوحے سازد و عاقبت و خاتمت کار وزراے که در عمر خود دیاد دارد در آن لوح نقش کند
و مطالعه آن بکند نظام الملک تاج الملک فخر الملک اولم یروکم اهلکنا قبلهم من القرون یمشون فی
مساکنهم ان فی ذلک لآیات لاولی النهی الم نهلک الاولین ثم نتبعهم الاخرین و قال

منهم سابق بالخیرات این بود و دوم درجه آن بود که کسی را بروے مسلط کنند تا بقهر از وی بستاند و این از وجهے نکال و عقوبت بود و از وجہے کفارت و طهارت و منهم مقتصد این بود و سوم درجه اشقیا است که مال در دنیا از وجدا نکنند نه بقهر نه باختیار و کار باخر بملک الموت فگنند و العیاذ بالله و این از همه عظیم تر بود و لعذاب الاخرة اکبر لو کانوا یعلمون فمنهم ظالم لنفسه این بود و من عجلت عقوبته فی الدنیا فهو سعید جهد کن تا از سابقان باشی بخیرات که آن دو درجه دیگر درجه شقاوتست و از سه شربت چشیدن یکے ضرورت است قطعاً و یقیناً بشنو این سخنهای تلخ با منفعت از کسیکه او طمع گاه خویش را بهمه سلاطین وداع کرده است تا این سخن می تواند گفت و قدر این سخن بشناس که نه همانا از کسے دیگر بشنوی بدانکه هر کس که جز این میگوید با تو طمع وی حجابست میان او و میان کلمة الحق و بحق خداے و بحق آن پدر شهید بر تو که امشب در میان آنکه خلق خفته باشند برخیز و جامه پاک در پوش و طهارتے کن و پاکیزه جای خالی طلب کن و دو رکعت نماز بکن و روے بر زمین نه پس از سلام بتضرع و زاری و گریستن از ایزد تعالی درخواه تا راه سعادت بر تو گشاده کند و در ان سجود بگو یا ملکا لا یزول ملکه ارحم ملکا قارب الزوال ملکه و ایقظه من غفلته و وفقه لاصلاح رعیته انگه پس ازین دعا یک ساعت اندیشه در کار رعیت کن درین قحط و ظلم تا به بینی که راه مصالح چون گشاده شود و مدد خیر آن چون پیوسته گردد و السلام۔

انتعاشے حاصل آمد و آن خواجہ قریب بست سال در صحبت من بودہ است بطوس و نیشاپور
و بغداد و در سفر شام و سفر حجاز و زیادہ از ہزار کس از طلبہ علم بر من گذر کردہ اند نظیر وے در جمع
میان و فور علم و صدق و ورع و تقوی کمتر دیدہ ام و در ہر شہر کہ چون او عالمے باشد آن شہر
آباد ان بود و ویرا از اعداء دین متعنتان پیدا آمدہ اند و ممکن باشد کہ بنوعے از حیلہ و تلبیس توسلے
سازند و التماس کنند کہ وہنے بکار او راہ یابد فرض دین صدر وزارت آنست کہ ویرا در کنف
حمایت و عنایت خود دارد و دعا روے ذخیرہ قیامت سازد و ہر چہ تمشیت و تربیت کار
او باز گردد مبذول دارد ایزد تعالی بدایت کار و نہایت کار وے بسعادت دینی و دنیوی آراستہ
دارد و آفات و نوائب روزگار از حواشی آن مجلس مصروف بمنہ و فضلہ والسلام۔

## نامۂ پنجم

### کہ بفخر الملک نوشتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان للہ عباداً اختصہم بالنعم لمنافع
العباد فاذّو ہا فہم وکلام الرحمن طوبی لہم وحسن مآب مطلوب ایزد عز و علی
از افاضہ نعمت بر اشقیاء مکر و استدراج ہست چنانکہ گفت سنستدرجہم من حیث لا یعلمون
و املی لہم ان کیدی متین و ہیچکس کا ئنامن کان از اہل نعمت ازین دو حال

علیه الصلوٰة والسلام ایها الناس کان الموت علی غیرنا کتب وکان الحق فیها علی غیرنا وجب وکان الذین نشیعهم من الاموات سفر عما قلیل الینا راجعون نبوئهم اجداثهم و ناکل تراثهم کانا مخلدون بعدهم قد نسینا کل واعظ واتهمنا کل صالحة هرکی از وزرا از خاتمت کار آن دیگر غافل بودند همه علت وولایت کار وی دیدند و اینقدر ندانستند که ضعیف کاری بود لکار وی تباه شود مثل الذین اتخذوا من دون الله اولیاء کمثل العنکبوت اتخذت بیتا الآیه ایزد سبحانه تعالی صدر وزارت را بضیاء این نور آراسته دارد تا از کارها سر حقیقت بیند نه ظاهر وصورت ومبداء ومنبع این نور دو خصلت است عدل وعدالت۔ عدالت آن بود که در بندگی خدا یتعالی چنان باشی که خواهد که بندگان وی باشند در خدمت او وعدل آن بود که با خلق آن کند که اگر او رعیت باشد دیگرے صاحب ولایت پسندد که با وی آن کند و این دو کلمه را قبله خویش سازد و در هر معامله که پیش آید با خلق وبا خالق با این دو اصل رجوع کند وسلطان عادل که مخدوم است بدین دو کلمه مختصر دعوت میکند و نگذارد که حال خرابی ولایتها از نظر میمون او پوشیده دارند که در قیامت بدین مداهنه ماخوذ باشد و هر چند که راه انقباض در مخالطت ومکاتبت پیش گرفته ام الا بقدر ضرورت این حرفها نوشته آمد بر سبیل تهنیت وزارت وانها و آسایش اهل دین بدین نعمت و بر چیزی دیگر نیز تنبیه کرده می آید تهنیت از تحف خالی نبود و انما تحفة العلماء بعد وظیفه الدعاء الارشاد الی مصالح العباد شهر گرگان مدتے بود تا از عالمے عامل خالی بود که وجود او اقتدا را شاید تا اکنون که ناصح المسلمین ابراهیم مبارک با وطن خویش معاودت کرد و آن ناحیه بعلم وورع وی زنده شد وفواید او در تذکیر وتدریس منتشر شد واهل سنت را بتازگی حیوتے و

بوده ماوی مثالی دیگر بآن ضم کند و نزدیک حجة الاسلام فرستند در معنی تدریس بغداد تا وی بزودی
بدین مهم دین را منتهض شود و از موافق تقدس نبوی مستظهری انار الله برهانه صدر الوزرا برین معنی
تحریص نموده بودند و حجة الاسلام را بدین مجد بزرگ که خلافت صاحب شرع است تخصیص
تعیین کرده چون مثالها به حجة الاسلام رسید مزین بانواع تبجیل و اکرام و نشر مناقب وی موشح
بتوقیعات وزرا و سلاطین مکرم بذکر انتظار و نهادن چشم ایمه عراق و بغداد و لشکر عراق امام مقدس نبوی مستظهری
قدوم وی را هر ساعت حجة الاسلام گفت ما را وقت سفر فراقست نه سفر عراق و جواب نامه
باز نوشت و عذر امتناع از قبول باز نمود نامه غریب مشتمل بر انواع وعظ و تذکیر و انذار و تحذیر

کانه در یتیم اذا الخاطر بمثله عقیم

## نامهٔ وزیر عراق بوزیر خراسان

بسم الله الرحمن الرحیم

زندگانی خواجه اجل سید صدر الدین نظام الاسلام ظهر الدولت نصیر الملة و بهاء الامة قوام الملک
شمس الوزرا در عز و نعمت و سعادت و رفعت و بسطت و رضاء ایزد تعالی دراز باد معلوم
رای کریم است که نیکوترین توفیقی و بزرگ ترین غنیمتی که یافته شود تازه گردانیدن آثار
اسلاف رضوان الله علیهم اجمعین است و احیاء معالم خیرات ایشان و رفتن
بر سورتهاء نیکو که نهاده باشند از احکام و دواعی دین و صلاح که جمله مسلمانان را شامل بود
خاصه این مکرمت که بتمهید قواعد دین و تشیید ارکان اسلام و طراوت علم شرع باز گردد و
غایت منقبت آن دو جهان را حاصل و مدخر شود و پوشیده نیست که مدرسه نظامی قدس الله

روحه

بیرون نه اند انا هدیناه السبیل اما شاکرا واما کفورا اما شکر نعمت وولایت وتایید
ازونصرت دنیا وآخرت افاضه عدل است واقامت حق واماتت ظلم واظهار عطیت ورحمت وشفقت
بر رعیت وبدین فرمودند انبیا را علیه الصلوٰة والسلام یاداؤد انا جعلناک خلیفة فی الارض
الایة وعلامة کسیکه مقصود از نعمت دنیا درحق او شقاوتست آنست که هرچند رفعت
ونصرت ودولت ونعمت بیشتر بیند تمادی بر بی شفقتی وبی رحمی برخلق بیشتر بود وقرآن مجید
فراوی میگوید الم نهلک الاولین ثم نتبعهم الاخرین کذلک نفعل بالمجرمین
چندانی غفلت وکفران نعمت درسینه او مترا کم شده باشد که باخویشتن میگوید وما اظن ان
تبید هذه ابدا ونشان کسیکه مقصود از نعمت دنیا درحق وی سعادت بود آنست که او را توفیق
در احسان با خلق خدایتعالی وچندانی کمال عقل ورزانت دین ودیانت دهند ویراکه هرکجا ادعیه
فاسده واطماع کاذبه بود وماده ظلم وغبار حوادث همه بدست شفقت ورحمت از مرکز عالم بردارد
وشوایب بدعت از اکناف دین ودنیا دفع کند هرچند درجه او مترقی تر میشود او برخلق خدای رحیم تر
ومشفق تر میگردد تا اینجا رسد که عزت این سرای بسعادت آن سرای پیوندد واین خلعت یابد که عطاء غیر مجذوذ
این مثوبت وعطیت مدخر است مجلس سامی اجل را لازال سامیاً والسلام

## نامهای وزرا

ونامه حجة السلام که نوشته است درجواب صدر ابو نزار احمد بن نظام الملک وزیر عراق رحمهم الله
که وی در آخر عهد حجة السلام اکرمه الله برضوانه مثالی فرستاده بود بر انواع تبجیل واعزاز واکرام
ومبالغها کرده چنانکه نوشته آید انشاء الله تعالی بوزیر خراسان صدر الدین محمد بن فخر الملک ویرا

و در عراق کسے نمانده است که بجاے آن سعید رحمه الله بتواند نشست و بران منوال
درس گفتن و افاضه علم کردن و بحکم آنکه ما را بر خاطر هیچ مهمے نبود برابر آنکه تدارک این کرده شود
و نیز از سراے عزیز مقدس نبوی ظاهر الله انواره ذریعت نمودند و تدبیر آن را مبالغها
فرمودند و این خطاب صادر شد تا صدر الدین اطال الله بقایه به تحفظ این خیر جز بخواجه
امام اجل زین الدین حجة الاسلام فرید الزمان ابو حامد محمد بن محمد الغزالی ادام الله تمکنه
اهتمام نگیرد از آنچه او یگانه جهان و قدوه عالم و انگشت نمای روزگار است و در زمره ایمه
دین تقدم و زعامت او را مسلم است و همه زبانها بدین اوصاف که از وے نشر افتاد
منفق است و از موافق مقدس نبوی امامی ظاهر الله جلالها این منصب بدو مفوض شده
و بروے تنصیص کرده آمد و بروے محظور و محرم گردانیده آمد که از مبادرت بدین صوب
و تصدی این شغل و اعتناق خیر هیچ امتناع نماید یا عذرے پیش گیر و توقع چنانست از
جانب کریم صدری ادام الله علوه که هیچ مهم را بدین تقویم ندارند و در حال حجة الاسلام را
حاضر آرند و این شرح معلوم او کنند تا ساز آمدن کند بے هیچ توقفے چه این بقعه مبارک
که معطل مانده است و مستفیدان منتظر استدرار فواید او اند و فقها و اصحاب مدرسه
وفقهم الله جز متابعت او را تن نمید هند و فرمان اشرف نبوی لا زال جلاله که امتثال آن فرض
واجب و حتم لازم است باستدعا او متواتر شده است و وقت تانی نمی دهد و اگر چنان باشد
که حجة الاسلام ادام تمکینه عذرے آرد یا امتناعی نماید از وے قبول نکنند و بدان هم داستان
نشوند و او را تکلیف کنند و عذرات او ازاحت فرمایند از خویشتن از وجهے که در نامه موید الدین

ایاها ببغداد محمدی بزرگ است که خداوند شهید قدس الله روحه آنرا ابتنا فرموده است در
مقر خلافت منتظم وجوار زعامت مقدس چنان جاے است که معدن علم دین ومنبع فضل و
موضع تدریس وماوای ایمه وعلما ومقصد مستفیدان وطلبه علم است واگرچه آثار خداوند شهید
برد الله ضریحه در جهان منتشر است اما هیچ ماثرے بموضع تر ازان نیست بحکم مجاورت سراے عزیز
مقدس نبوی ضاعف الله جلاله وتا جهان باشد این خیر مخلد خواهد بود واین منقبت موبد برما وجمله
اهل البیت فریضه است در تاسیس مبانی این مجد مبالغه نمودن و در نظر کار و حفظ نظام آن
بهر غایتے رسیدن - و بر صدر الدین اید نا الله ببقائه متعین تر است در بداد ن بهرچه این
بقعه مقدسه پیوندد و اهتزاز صادق نمودن ازانچه ادرار این خاندان را قرة العین است
وازد و این وجه فرخنده شاخی تولیت و دربث خیرات و نیل مکرمات بسلف صالح مقتدی و
معلوم است که مقدم ترین اسبابے که مدرسه را بدان حاجت است مدرس با علم و فضل و
استعداد آلات افاده و اضافه علمست - و هرچه هست از دیگر اسباب فرع باشد و مدرس اصل
وطراوت علم و تیزی بازار درس بدوست وچون مدرسه از مدرس خالی ماند در فواید دربسته شود
وهر عدتے و آلاتے واسبابے که بمدرسه بود اگرچه بسیار بود عاطل گردد و تا این غایت
ازبودن کیا امام هراسی وطبری رحمته الله کار این مدرسه بانظام تمام بود و درسی متواتر میرفت
چنانکه بسیار مستفیدان از وے بدرجه افاده رسیده اند و فقهار مناظر فرا خاسته و علم را
بازاری روان و رونقے وافر پدید آمده و درمیان چشم زدگی افتاد چنانکه شخصے ناگاه ربوده
باشد و برحمت ایزد عز ذکره رسیده و آن قاعده واهی گشت و بازار افاده و استفاده شکست

نسخة الکتاب الذی کتبه نظام الدین احمد بن الصاحب الشهید نظام الملک اسحق ابن علی
بن اسحق الی الامام حجة الاسلام یدعوه فیه الی التدریس بالنظامیه ببغداد وذلک بعد وفاة الامام کیا هراسی رحمه

بسم الله الرحمن الرحیم

واجب امام حجة الاسلام اطال الله تعالی بقاه بداند که عرفان قدر نعمتهای ایزدی عز ذکره و ادای
رسم روزگار واجب است و استدامت فیض آن جز بشکر نتوان کردن چنانکه ایزد تعالی در محکم تنزیل
یاد کرده است لئن شکرتم لازیدنکم وچون از نعمتها که حق تعالی در حق بندگان خویش ک
واز موهبتها که ارزانی دارد هیچ چیز شریفتر و بزرگوارتر از علم نیست چنانکه ایزد تعالی می گوید
یؤتی الحکمة من یشاء الآیة آنکس را که بدین کرامت مخصوص گردانیده باشند و به پیرایه علم آراسته گ
متعین بود بر او شکر گزاردن و شکر آن نیست مگر افاده مستفیدان و افاضه علم بر سر مسلمانان
ایزد تعالی حجة الاسلام را بهره وافرترین داده است و بمزیت این فضل موسوم گردانیده و او را
که بزرگترین منقبتها است بدرجه رسانیده است که قدوه جهان و یگانه وقت و قایم روزگا
شده است و هم چنانکه بدین ماثر عدیم المثل منقطع النظیر است بر وی متعین باشد اوقات خویش
مقصور گردانیدن بر تزکیه آن و آن زکوة جز نشر علم و ارشاد متعلمان نیست و هر چند ایام
بدین خیر آراسته بوده است و هر کجا که او باشد مسلمانان از فواید و برکات انفاس او خالی نه
اما معلوم هست که همچنانکه او فرید زمانه است مقام و ماوی و مسکن وی مقدم ترین
بزرگترین دیار اسلام باید که باشد که تا مقصود جمله متعلمان روی زمین گردد و در واسطه
مسلمانان قرار گیرد و آن بغداد است و این اندیشه مدتها است تا کرده شده است و بعد

معین الملک ادام اللہ تائیدہ تعین افتادہ است واسباب آمدن او راست کنند و ہرچہ زودتر او را گسیل کنند یعنی روانہ سازند با صحبت مامون چہ انتظار رسیدن او را ساعت شمردہ می آید تا این بے رونقی کہ پدید آمدہ است از فقد مدرس برخیزد بمکان حجۃ الاسلام ادام اللہ تائیدہ و آن رونق تازہ گردد و این منقبت طراوت تمام پذیرد و ہیچ امری کہ نمایند و را احیا سنتہ سلف صالح و سپردن طریق ایشان و ربط ایشان بخیر برآید ترتیب این کار بدین جملہ کہ یاد کردہ آمد بشناسند و بزودے از کنہ حال اعلام فرمایند تا بدان اعتماد افتد و رای الشیخ الاجل السید صدر الدین نظام الاسلام شمس الوزراء ادام اللہ تمکینہ یرمی و یحقق ھذہ الحمد و بلہا امضی انشاء اللہ تعالیٰ جدہ

## توقیع وزیر عراق

احوال مدرسہ بغداد و رنجی کہ خداوند شہید قدس اللہ روحہ در آن بردہ است پوشیدہ نباشد و دل عزیز او مصروف بودے در ترتیب آن فرمودن از جہت آنکہ در جوار سرای عزیز نبوی امامی است و تا این غایتہ رونقے داشت بمکان متوفی نور اللہ ضریحہ اکنون خلل راہ یافتست بفقد وے و برما جملہ متعین است این اندیشہ داشتن و مجدے را کہ آن خداوند شہید انار اللہ برہانہ فرمودہ است ترتیب آن کردن و جملہ ایمہ عراق و فقہا چشم نہادہ اند و طمع میدارند کہ زین الدین حجۃ الاسلام حرکتے کند و این مدرسہ را بمکان خویش بیاراید باید کہ از جہت صدر الدین اہتزازے باشد و مبالغہ رود و این بزرگ را نزدیک خویش حاضر فرماید کردن و الزام کردن در آمدن و رضا ندادن کہ تقصیر کند از جملہ مہمات باید دانستن۔ والسلام

تعس ولا انتعش واذا شیک فلا انتقش پس خواص اہل کیاست دنیا را با آخرت نسبت کردند و ترجیح آخرت را متفطن شدند و این آیۃ ایشان را مشکوف شد والاخرۃ خیر و ابقی وبس کیاستے تبایدتا کسے بداند کہ ابدے از منقضی فانی بہتر پس روے از دنیا بتافتند و آخرت را قبلہ خود ساختند و این قوم نیز بہتر مطلق طلب نکردند ولکن بہ بہتر از دنیا چیزے قناعت کردند اما خواص کہ اہل بصیرت بودند بشناختند کہ ہر چہ ورا ازا ے آن چیز نیست آن چیز مطلق نیست و ہر چہ فوق آن ہست از جملہ آفلانست والعاقل لا یحب الآفلین پس بدیدند کہ دنیا و آخرت ہر دو آفریدہ است و مطعم و منکح است کہ بہایم را دران شرکت است و بادشاہ و آفریدگار دنیا و آخرت از ہر دو بہتر است و این کلمہ ایشان را مکشوف شد کہ واللہ خیر و ابقے و آن مقام کہ فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر اختیار کردند بران مقام کہ ان اصحاب الجنۃ الیوم فی شغل فاکھون۔ بل این قوم را حقیقت لا الہ الا اللہ مکشوف شد و بدانستند کہ ہر چہ آدمی در بند آنست بندہ آنست و آن چیز الہ و معبود ویست و ازین گفت سید صلی اللہ و سلم تعس عبد الدرھم پس ہر کرا جز حق تعالی مقصود ویست توحید وے تمام نیست و از شرک خفی خالی نیست پس این قوم ہر چہ در وجود بود دو قسم متقابل نہادند اللہ و ما سواہ و ازین دو کفہ متعادل ساختند کلفتی المیزان و از دل خود لسان المیزان ساختند چون دل خود را بطبع وے بکفہ بہترین مایل دیدند حکم کردند کہ قد ثقلت کفۃ الحسنات وچون از وے مایل ویدند حکم کردند کہ قد ثقلت کفۃ السیات و دانستند کہ ہر کہ برین ترازو برنیاید ترازوے قیامت برنیاید

مقرون وموصول اگر این التماس باجابت مشفوع گردانند برون ازانکه در فضیلت و مزید مثوبت کوشیده باشند خوشنودی و مراضی این جانب نیز جسته باشند واین نهضت و حرکت موجب ثواب جزیل و محامد و ثنا جمیل گردد انشا اللہ تعالیٰ ۔

نامه بنام صدر الوزرا

# جواب عن الامام حجۃ الاسلام روح اللہ روحہ فی دار السلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ ولکل وجھۃ ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات حق تعالیٰ میگوید ہیچ آدمی نیست مگر روی بکارے دارد کہ آن مقصد و قبلہ ویست فاستبقوا الخیرات شمارو بدان آورید کہ بہترین است واندران مسارعت و مسابقت نمائید پس خلق در خیرے کہ قبلہ خویش ساختند سہ قسم شدند یکے عوام کہ اہل غفلت بودند دیگر خواص کہ اہل کیاست بودند ۔ سیوم خواص خواص کہ اہل بصیرت بودند اما اہل غفلت نظر ایشان بر خیرات عاجل مقصور بود چنان پنداشتند کہ نعیم بزرگترین نعیم دنیا است کہ ثمرہ آن منبع جاہ و مالست و روے بدین دو منبع آوردند و بہر دو را قرۃ العیون پنداشتند و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چنین گفت ما ذئبان ضاریان ارسلا فی زریبۃ غنم باکثر فسادا فیھا من حب الشرف والمال فی دین المرء المسلم پس آن غافل گرگ را از صید باز نداشتند و قرۃ العین از سخنۃ العین باز نشناختند و راہ نگونساری اختیار کردند و رفعت پنداشتند و از نگونساری ایشان بود کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدین عبارت گفت تعس عبد الدینار تعس عبد الدرھم

حرکت وطلب دارد وشک نیست که افاضه علم آنجا میسرتر و اسباب [illegible] بیشتر وزحمت طلبه
آنجا بیشتر لکن در مقابله این زیادت اعذار است هم دینی که بخلل میشود [illegible] زیادت این نقصان
را جبر نکند یکے آنکه اینجا قریب صد وپنجاه مرد محصل ومتورع حاضر اند وبه استفادهٔ من مشغول نقل
ایشان وساختن اسباب متعذر وفروگذاشتن ورنجانیدن برامید زیادهٔ عدد جاے دیگر
رخصت نیست ومثال این چنان بود که ده یتیم در تعهد وکفالت کسے بود ایشانرا ضایع گذارد
برامید آنکه بیست یتیم را جاے دیگر تعهد کند عذر دوم آنست که در انوقت که صدر شهید
نظام الملک قدس الله روحه وورث المجلس العالی الاعمار مرا ببغداد خواند تنها بودم بے علایق
و بے نسل وفرزند امروز علایق وفرزندان پیدا آمده است نقل این جماعت متعذر است
ودر فروگذاشتن ودلها مجروح کردن رخصت نیست عذر سیوم آنست که چون بتربت
خلیل صلوات الله وسلامه علیه رسیدم در سنه تسع واربعمائة که امروز قریب پانزده سال
است سه نذر کردم وتا امروز بدان وفا کردم یکے آنکه پیش هیچ سلطان نشوم دوم آنکه
مال هیچ سلطان نگیرم سیوم آنکه مناظره نکنم واگر نقض عهد کنم دل و وقت بشولیده شود و
هیچکار دینی میسر نشود ودر بغداد از مناظره چاره نبود واز سلام دار خلافت امتناع نتوان کرد
ودر مدتے که از شام ببغداد باز رسیدم این سلام نکردم ومسلم بودم بحکم آنکه در شغلے نبودم
وبر تروے بودم چون درمیان کارے باشم یا نباشم یا باطن از انکار برنتر آید وخالی نبود
وآن باطن را نتایج بود معظم عذر عذر معیشت است که مال سلطان نستانم وببغداد ملکے ندارم
راه تعیش بسته شود این مقدار ضیعتے مختصر که بطوس هست بکفایت این اطفال وفا کند

وچنانکه طبقه اول درحق طبقه دوم عوام بودند طبقه دوم درحق طبقه سوم عوام بودند سخن ایشان فهم نکردند ونداستند که النظرالی وجه الله بحقیقت خود چه باشد اگرچه بزبان همی گفتند چون صدر الوزرا بلغه الله اعلی المقامات مرا از جاے نازل تر بجاے رفیع تر میخواند من اورا نیز از اسفل السافلین باعلی علیین میخوانم و اسفل السافلین مقام گروه اولست و اعلی العلیین مقام گروه سیوم وقد قال الرسول علیه الصلوة والسلام من احسن الیکم فکافئوه چون از انجانب عاجز آمدم ازین مکافاة ومجازات چاره نیافتم بسیج آن کند تا بزودی از درجه عام بفاع درجه خواص انتقال کند که راه از طوس و بغداد و از جمله عالم بحق تعالی یکے است بعضی نزدیکتر نیست و بعضے دورتر وراه ازین مقام بحق تعالی برابر هست و بحقیقت بداند که اگر یک فرض از فرایض دین بگذارد یا یک کبیره از محظورات شرع ارتکاب کند یا یک شب آسوده بخسپد یا در همه ولایت او یک مظلوم رنجور ماند درجه حضیض مقام اونیست واز جمله اهل غفلت است اولیک هم الغافلون لاجرم انهم فی الاخره هم الخاسرون اسأل الله ان یوقظه من نوم الغفلة لینظر فی یومه لغده قبل ان یخرج الامر من یده آمدیم بحدیث مدرسه بغداد و عذر تقاعد از امتثال اشارت صدر وزارت و عذر آنست که از عاج وطن میسر نشود الا در طلب زیادت دین یا زیادت دنیا اما زیادت دنیا و اقبال طلب آن الحمد لله از پیش برخاسته است که اگر بغداد بطوس آورند بے حرکتے ازینجانب و بملک و ملک مهنا و صافی دارند اگر دل بدان التفات کند مصیبت ضعف بود که آن التفات نتیجه آن بود که وقت را منقضے کند و پرواے همه کارها ببرد اما زیادت دینی لعمری استحقاق

با آنکه مخطرتر است غالب تر است چه مریض از میان قوالب از هزار یکی است وسلیم از میان
قلوب از هزار یکی نیست ولا ینجو الا من اتی الله بقلب سلیم وچنانکه علامت مرض قالب
سقوط شهوت غذاء ویست من المشروب والمطعوم - علامت مرض قلب سقوط شهوت غذای ویست
وهو ذکر الحی القیوم - وچنانکه قالب را ثبات وحیوة نیست الا بقوت غذا وی قلب را حیوة نیست الا بمحبت
حق تعالی الا بذکر الله تطمئن القلوب وهرچه نه بذکر حق تعالی زنده است دل وی مرده است ان فی ذلک لذکری
لمن کان له قلب ونه هرکسی از دل خبر دارد و یا غذاء وسم وی بشناسد وان الله یحول بین المرء وقلبه
قال النبی صلی الله علیه وسلم لا تجالسوا الموتی قیل ومن هم یا رسول الله قال الاغنیاء
ونه غنی عبارتست از کسیکه مال دارد بلکه از کسیکه دل وی همه مال دارد وآن کسی بود
که خود از مداورة مرض قلب خود دریغ دارد واز مقصود مداوات بصدقه مال نه عین مال هست
بلکه بدان وسیلت در حمایت طبیبی شود که علاج دل شناسد ومریض نباشد وچنین طبیب
درچنین عصر عزیز شده است وفلانکس از اطباء ویست واز جمله ارباب القلوب است واعلی
مقامات دل درجه توحید است نه بزبان لکن بمعرفت وحالت وی اندرین معنی
صاحب معرفت وصاحب حالت است والکامل الذی لا یطفی نور معرفته نور ورعه وی بدین
صفت است وسبب ضرورت حال وکثرت عیال حرکتی کرده است ووی را بران مجلس
بزرگ دلالت کرده ام ویکی از اسرار حق تعالی در تسلیط حاجت وفقر بر اولیاء خویش
آنست تا ایشان را بزمام حاجت نزدیک اغنیا کشد واغنیا را ببرکت مشاهده در فرائض
ایشان بدرجات سعادت برساند والله لطیف بعباده از عین فقر بوته ساز

بعد المبالغه فی القناعة والاقتصاد و در غیبت ازین جا قاصر شود واین همه اعذار دینی است و
بنزدیک من بزرگ است اگرچه بیشتر خلق این کارها آسان دانند و در جمله چون عمر دور در کشید
وقت وداع و فراقست نه وقت سفر عراقست منتظر است ازان مکارم اخلاق که این اعذار
قبول کند و تقدیر کند که غزالی به بغداد رسید و فرمان حق در رسید تدبیر مدرسی دیگر باید کرد امروز
همان تقدیر باید کرد والسلام ایزد سبحانه تعالی صدران صدر جهان را بحقیقت ایمانی که ورای
صورت ایمانست آراسته کناد تا عالم بدان ایمان آبادان گردد تمت الرساله۔

## نامهای دیگر

نامهاے که بشهاب الاسلام نوشته است وارشاد کرده وبراے معالجت دل واحتراز
ازمرض آن وسعی کردن درطلب این شفا از اطبار دل وارباب قلوب۔

## نامۂ اول

### که بشهاب الاسلام نوشته

بسم الله الرحمن الرحیم

مجلس سامی بسعادت دینی و دنیوی محفوف باد و نوایب حدثان و دواعی خذلان و مخادعات
شیطان ازان ساحت بزرگ و دل عزیز مصروف باد قال النبی صلی الله علیه وسلم
داوو امرضاکم بالصدقة سابق با فهام عوام ازین مداوات قالب است و با فهام خواص مداوة قلوب
واین مرض القوالب من مرض القلوب قال الله تعالی فی قلوبهم مرض و مرض قلوب

باء كنقص القادر بز على التمام — وعن عمر بن عبد العزيز رحمه الله انه كان
كما يشتري له الثوب قبل الخلافة بالف فيقول ما احسنه لولا خشونة فيه
يكان يشتري له الثوب بعد الخلافة بخمسة فيقول ما احسنه لولا
لين فيه فقيل له في ذلك فقال ان لي نفسا تواقة ذواقة ما ذاقت
شيا الا تاقت الى ما فوقها حتى ذاقت الخلافة وهي اجل المراتب
فتاقت الى ما عند الله وقد اذاق الله سبحانه وتعالى المجلس السامي اعلى
المناصب في الدنيا وحان الآن ان يتشوق الى ما فوقها مغتنما
خمسا قبل خمس كما ورد في الخبر ولا غرو من فضل الله تعالى
ان يجمع له بين نعيم الدنيا ونعيم الاخرة انه جواد كريم
سبب انقباض از نوشتن الا بقدر التماس مستحق ايثار تخفيف است وملتمس اين نوشته
شيخ است که پيرے عزيز است وعمر دراز يافته است وخدمت پيران بزرگوار کرده واز
برکات صحبت ايشان نصيبے يافته ودر آخر عمر احوال مختل شده وعجز وضعف دريافته واز کسب
باز مانده وديگر شيخ ابوبکر عبدالله که از جمله اوتاد الارض است وهمگنان را باتباع اشارت وے
به برکت ارشاد کرده است او را که از ان مجلس بزرگ استمدادے کند واز من درخواست که
درحق اين پير تعريفے کنم تيمن را باشارت وے تقرب را بدان مجلس بزرگ در تنبيه برين مکرمت
ومثوبت اين ايراد داده شد اسال الله تعالى ان يصغر في عينه الدنيا وان يفتح له ابواب
ملکوت السما ليرى الارض وما عليها مدرة بالاضافة اليها ويرى کل ولاية على ظهرها غيرة تدوجر اليها والسلام

تا اولیاء خویش را آتش بذات بسوزد و از ہمہ آلایشہا پاک کند و از سوال ایشان لطیف سازد تا اغنیا را بدان تلطف بحمایت ایشان کشد و در کنف شفاعت ایشان بسعادت رساند لایق باقبال مجلس سامی آنست کہ بفراغ دل او قیام کند و در خلوت سخن وی بشنود کہ نفع این بزرگ بود و برکات آن وافر والسلام۔

## نامہ دویم

### کہ شہاب الاسلام نوشتہ در حق کسی بعنایت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسأل اللہ تعالی ان یخص المجلس السامی بتمام النعمت و دوام النعمۃ والشکر علی النعمۃ ومعرفہ حقیقۃ النعمہ وتمام النعمۃ ان یکون ھو بعد ھذہ الحیوۃ فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر فان استمرت ھذہ الحالۃ فھو دوام النعمۃ فان لم یرد ذلک الا من اللہ تعالی فھو معرفہ حقیقۃ النعمۃ والمقاعد قسمان مقعد صدق ومقعد زور فمن قصر المخاطبۃ علی الحضرۃ الالھیۃ فھو فی مقعد صدق ومن اقام مع ماسوای اللہ فھو فی مقعد زور قال اللہ تعالی انا جلیس من ذکرنی وقال تعالی ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض لہ شیطانا فھو لہ قرین وفی حق جلساء اللہ تعالی قیل واذا رایت ثم رایت نعیما وملکا کبیرا وفی حق المغرین بغیرہ کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمان ماء حتی اذا جاءہ لم یجدہ شیأ الآیتہ ولا یلیق بعلو الھمۃ استبدال الذی ھو ادنی بالذی ھو خیر قال الشاعر ولم ار فی عیوب الناس

وهذا که اقبال واعراض دران حقیر ومختصر شود وبالله التوفیق وانه ولی الاحسان بمنه وبفضله وسعته وجوده

# نامهای دیگر

## که بمجیر الدین نوشته است اول در تهنیت وزارت وحث بر تخفیف مونت

## نامه اوّل

### که بمجیر الدین نوشته

قال الله تعالی وابتغ فیما اتاک الله الدار الاخرة ولا تنس نصیبک من الدنیا واحسن
کما احسن الله الیک متعین بر رای مجیر و معنی این سر کلمه الهی تامل کردن که
هر یکی بحریست و مضمون آن فواید بی نهایت است و به بصیرت دین درین بحار غواصی مقد
است و هر کرا همت بعاجله دنیا مستغرقست یا عاجلت دنیا اغلب همت اوست از سرای
کلمه محروم است و گفت وابتغ فیما اتیک الله الدار الاخرة و در حق او گفت من کان
یرید الحیوة الدنیا و زینتها نوف الیهم اعمالهم فیها وهم فیها لا یبخسون اولئک
الذین لیس لهم فی الاخرة الا النار وحبط الایته و هر که به کنز و ادخار و استظهار و استک
مشغولست از سر این کلمه محجوبست که گفت ولا تنس نصیبک من الدنیا که در شرح نصیب مصطفی
علیه الصلوة والسلام چنین گفته است که لیس لک من مالک الا ما اکلت فافنیت
او تصدقت فابقیت و هر کرا چیزی جز حق تعالی در پیش همت بایستاد اگر همه فردوس اعلی

# نامۂ سویم

## که بشهاب الاسلام نوشته

بسم الله الرحمن الرحیم

قدوم عزیز رکاب رفیع امامی اجل شهاب الاسلامی بیمن نصرت و اقبال و دولت و توفیق اکیاب
بر اخلاص در عبادت بکنه همت مقرون باد و آفات روزگار و مکاید بدسگال ازان ساحت عزیز
مصروف باد و بیرون آمدن از کدورت زمان و باز رسیدن با میان اتباع و اقارب مبارک
باد و آنچه رفت از حوادث وقت آخر باد و انحلال از ظلمات بزیادت و دوام پیوسته باد و وثوق
تمام است دلها را بدان که آن همتها و عزیزان دین که ویرا مدد کرد تا بدان خطرگاه نگاه داشت
و اکنون در کنف حفظ و کلائت حق تعالی با قرارگاه عز رسانید که در مستقبل نیز مدد کند تا بمنصبے
رسد که دست نوائب روزگار بر قراران منصب نرسد و آن نیست الا بآنکه بکلیت از مراسم
دنیا اعراض کند و شغلش همه عبادت و حرفت همه نشر علم و اتکال باطن همه بر فضل خدا تعالی
قل بفضل الله و برحمته الآیه چه نتیجه اعتماد بر حمایت خلق ظاهر شد مثل الذین اتخذوا من دون الله
اولیاء الآیه اگر این حالت در اخلاص و اقبال در حق تعالی پدید آید در حمایت لا اله الا الله
افتاد و خلایق مقهور شدند و اگر اعتماد بر حمایت عمرو و زید باشد بنائی باشد که بر موج دریا کرده باشد که انقلاب
و تغیر جبلت دل آدمی است خصوصاً درین روزگار که آن مقدار ثباتی که دل صدور را اعتقاد بود
اکنون نیز برخاسته است ایزد تعالی آن محتشم و بزرگ را بخلق و حمایت خلق باز نگذارد و منصبی

اعتماد گفتند اگر دنیا مثلاً مهنی و مصفی از آفات مسلم باشد هم نخواهیم که حجابست از مملکت آخرت
و آن بکمال تراست و به ناقص قناعت کردن عین نقصان است و سر این آیت ایشان را
مکشوف شد که گفت والاخرة خیر و ابقی و ازین معنی عبارت کردند و گفتند لو کانت الدنیا
من ذهب لا یبقی والاخرة من خزف یبقی لوجب علی العاقل ان یوثر خزفاً یبقی علی ذهب
لا یبقی فکیف والدنیا من خزف لا یبقی والاخرة من ذهب یبقی
و گروهی دیگر ازین درجه درگذشتند و دنیا و آخرت هر دو را از پیش همت برداشتند و این آیة ایشانرا
مکشوف شد که و الله خیر و ابقی و جلال این منصب بدیدند که گفت فی مقعد صدق عند ملیک
مقتدر و ازین عبارت کردند و گفتند هرچه در بهشت موصوف است همه حظ حواس است و از
مطعوم و مشموم و منظور و ملموس و مسموع خالی نیست و بهایم را درین همه شرکت تواند بود و رضا
دادن بدانچه بهایم را ممکن بود نوعی از بهیمیت است روی از حضیض درجه بهایم بافق مملکت
ملایکه آوردند که ملازمت حضرت جلال خاصیت رتبت ایشان است یسبحون اللیل والنهار
لا یفترون اینست نهایت کار وان الی ربک المنتهی واینست کار بی نهایت که درجات
ترقی را در مشاهده حضرت ربوبیت نهایت نیست و وراء این اسرار هست که قلم و زبان را
رخصت شرح آن نیست ایزد سبحانه تعالی رای ثاقب مجیری را بتوفیق موید دارد تا جز به درجه
اقصی از جمله آن قناعت نکند و این کلمات را تامل فرماید و از جمله سخنان ملفق عادتی نشناسد
که هر فصلی ازین قاعده و اساس سریست از اسرار دین که چشم علما و عادتی از ملاحظ
مبادی آن بر دوخته بود و فضلاً عن افاضته این داعی ازان مدت باز که از مشاهده مشاهد کرم

ازین آیه محروم است که گفت واحسن کما احسن الله الیک مصطفی علیه الصلوات والسلام شرح
احسان چنین کرده کما قال جبریل علیه السلام ما الاحسان قال ان تعبد الله کانک تراه
هرکرا ایزد سبحانه تعالی آن نعم بروے افاضه کرد که بران شخص کریم کرده است شکر نعمت گذاردن
واجب بود و شکر آن بود که درجات نعیم بشناسد و هر نعمتے که ورای آن نعمتے دیگر ممکن بود
بدان قناعت نکند و تشوق همت وے بدرجه اقصی نعمتها بود و هر روز معرفت و وسیلت وے
در زیادت بود تا کار در ترقی بود این حقیقت شکر بود که هرچه از راه ادراک زیادت است نه
شکر است که در مصحف مجید رقم شکر چنین زده اند که لئن شکرتم لازیدنکم و چنین شکر
بحقیقت عمر بن عبد العزیز کرد رضی الله عنه کان یشتری له الثوب قبل الخلافة بالف ویقول ما
احسنه لولا خشونة فیه وکان یشتری له الثوب بعد الخلافة بخمس فیقول ما احسنه لولا لین فیه
فقیل له فی ذلک فقال ان لی نفسا تواقة ذواقة ما ذاقت الاشیاء الا تاقت
الی ما فوقها حتی ذاقت الخلافة وهی اعلی مراتب الدنیا تاقت الی ما
عند الله تعالی واذا رایت ثم رایت نعیما وملکا کبیرا
و شکر نعمت دنیا نگذارد بحقیقت الا کسے که دنیا را باکسے بشناخت که در دنیا هیچ منصب نیست
الا که ترفع و استغنا ازان بزرگتر از انست ولکن معرضان از دنیا بر سه درجه اند گروهے اند
که چشم ایشان جز بر آفات و عیوب دنیا نیفتاد آن قوم گفتند ترکنا الدنیا لسرعة فنائها ولکثرة
عنائها وخسة شرکائها و این هرچند نازلترین درجاتست ولیکن باضافه باکسانیکه ازین غافل اند
درجه کمالست گروهے دیگر را بصیرت ازین ناقدتر بود که چشم ایشان بر کمال مملکت آخرت

وچون منصب ریاست رابنایی باکفایت و حصانت حاجت بود درین مدت قریب برفلان اعتماد کردند که او در نسب و علم وکفایت و دیانت درمیان ابناء جنس بے نظیر بود و بے استدعاء وے بروے حکم کردند و وے درقبول آن توقف نمود که روزگار مضطرب بود و این داعی ویرا ترغیب بسیار کرد برای مصلحت رعیت را واوی برسر توقف می بود و بملاتتے تمام می کرد آن کار را واکنون امید است که ہمه کارہا منتظم شود و موافقتے تمام میان اکابر بدید آید۔ متعین است برراے عالی فرمانے دادن درین معنی تا توقف وتردد ازان راه برگردد وچون ازانجانب بزرگ اشارتے بود دلہا را بدان طمانیت و اعتماد حاصل آید۔ ودرجمله درکار طوس اندیشه خاص منتظر است که شہر سیت باہل دین وورع آراسته ودعای ایشان حصنے حصین یا شہد وآفت ناحیه آنست که سخنہا بغرض ومتفاوت براعیان ناحیه غالب بود بحکم حسدے بغضے که سجیه اکثر خلق است ودرہر چه درراه دین توقفے وتلبثے تمام نمایند وتفصیل این احوال فلان بگوید که بمحل اعتماد است ازمجلس فلان واز دیگر جوانب چشمہای اہل ناحیه براہست تا بزود وے ویرا بازگرداند مضمون بفرمانہاے میمون تا فراغت دل اہل ناحیه را حاصل آید ومدد دعای پیوسته گردد والله تعالیٰ یجیب ادعیة المسلمین فی الجناب العالی المجیری الذی ہو کہف الدنیا والدین والسلام

## نامه دویم

### که بمجیر الدین نوشته

بسم الله الرحمن الرحیم

قال الله استجیبوا لربکم من قبل ان یاتی یوم لا مرد له من الله ما لکم من ملجاء یومئذ و

مستفید گشته بود در بغداد و هر کجا رسید در سفر شام و حجاز و عراق از دعا و ثنا و افاضه شکر ایادی که
آن جناب رفیع را بوده است خالی نبوده است و مدتیست تا زاویه اختیار کرده است و از
راه مخالطت و مکاتبت سلاطین برخاسته و بند بر سر قلم و زبان نهاده الا ماشاالله و باعث
بر مخالفت عادت درین معالجه دو چیز بود یکی آنکه هیجان شوق بسبب قرب مزار و استبشار برین
فتح میمون و فرح بعادتے که اہل این اقلیم را میسر شد باشراف انوار نظر مجیرے حرکتے در قلم
و زبان پدید آورد بطبعی نه اختیاری و دیگر آنکه خلل بسیار درینوقت فترت بدین ناحیه راه یافته بود
هر کسے را از اکابر سبب استبشاری که در چنین وقت غالب شود قصد جاے می بود و فلان
سبب اخلاصی و اختصاصی که داشت در موالان آن جناب بزرگ قصد آن کرد که بدان
حضرت شتابد و خویشتن عرضه کند و رسم تهنیت اقامت کند و بیرون آمدن وے سبب زیادتی
و اضطراری بود که شهر خالی می نماید و با این داعی مشاورت کرد که صواب چنان نمود که درینوقت
توقف کند و منتظر فرمان عالی می باشد و این داعی بحکم اعتمادے که داشت بر راے ثاقب و دین
متین و کرم عهد ضمان کرد که این مجلس اعتماد افتد چه رعایت مصالح رعیت بران مجلس بزرگ
مقدم تر بود بر اقامت مراسم و چون بحکم اختصاصی که ویرا بود از جمله اتراب وے از بیت نظامی
بغزارت فضل و حسن سیرت و کوتاه دستی و شفقت بر زیدن بر رعیت و ورع کردن در حدت
شباب که آن بدایت تجارب کارها بود و با وقار و سکون و حسن تدبیر که نتیجه ممارست و تجربت
بود در ریاست این ناحیه از درگاه اعلی بروے اعتماد کردند متوقعست از مجلس عالی بتقریر و
تائید آن مددها پیوند دو فرمان ها رسد و اثر اختصاصے که او راهست در اخلاص ظاهر شود

عموم واجب ست که کار ظلم از حد درگذشته و بعد از انکه من مشاهد این حال می بودم قریب یکسال
است که از طوس هجرت کرده ام تا باشد که از مشاهده ظالمان بے رحمت و بے حرمت خلاص یابد
چون بحکم ضروری معاودت افتاد ظلم همچنان متواتر است و رنج خلق متضاعف بماند آن دیگر وجه
که خود را خلاص از صفات بشری که آن سبب مذلت دنیا و عذاب آخرتست و ذالک هو الجهاد
الاکبر و علامت ظفر درین جهاد آن بود که هر که را این فتح برآید بادشاهی گردد که از استخدام
ملوک عالم ترفع کند بل بدان رسد که خدمت ترکی کند که حقیقت آن ترک سبعی باشد در قالب
مردے و هر که خدمت ترکی کند اگر بدان کند تا ممکن شود از لباس نکو و جامه زیبا اسیر رعونت
بود و بحقیقت زنے بود در صورت مردے و اگر بدان کند تا عوامان و سوقیه وی را خدمت کنند
اسیر کبر بود و بحقیقت جاہلے بود در صورت عاقلے چه این مقدار نداند که در خدمت آن ترک
وی را صد هزار مضرت و نقصان است در دین و دنیا و در خدمت عوامان سوقیه وی را هیچ شرف و
فضیلت نبود و اگر تامل کند بشناسد که هیچکس از ایشان خدمت وے نمی کند بلکه خدمت و سجود
که میکند طمع و شهوت خویش را میکند و آن مالے را که از وی بدست آرد اما وی را عشوه و غرور میدهد
بروی ثنا میگوید و اظهار دوستی میکند و بحقیقت دوستی ایشان بآن درمے چند خسیس باشد
که از وے بدست آرند و وی را سخره و واسطه شره خویش ساخته باشند بدین مخادعت که
ما دوستان و خدمتگاران تو ایم و اگر بشنوند که مخدوم وی را اندیشه عزل وے باشد و تولیت
دیگری همه از وی اعراض کنند و اضعاف آن خدمت دشمن وی را فرا کردن گیرند چون تامل کند فرح
وی بتعذیر و برخندیدن مردمان بود و بناء شرف وے بر اندیشه ترکے باشد که اگر از آن اندیشه

مالکم من الله نکیر فان اعرضوا فما ارسلناک علیهم حفیظا ان علیک الا البلاغ یوم لا امر لله روز
مرگست که تحسر وندامت سود ندارد فلم ینفعهم ایمانهم لما رأوا باسنا و بلاغ آنست که گفت
الکیس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت والاحمق من اتبع نفسه هواها وتمنی علی الله
واستجابت آنست که بتدبیر زاد آخرت مشغول شود ولا یاخذ من الدنیا الا قدر زاد الراکب
وزاد آخرت آنست که اولا خود را فریاد رسد وسپس خلق خدا سے را خلق خدا در دست ظالمان
اسیر شدند هر که ایشانرا فریاد رسد لقب وے در آسمان مجیر الدوله است والالقاب تنزل
من السماء کما قال عیسی علیه السلام من علم وعمل وعلم فذالک یدعی عظیما فی
ملکوت السماء و هر کسی را در آسمان لقبے است بر وفق حال وے ـ فریاد رسیدن خود آن بود که
خویشتن را از شر هوا و غضب و شهوت و شره و کبر و رعونت خلاص دهد که ظالمان جنود شیطان اند
وعقل که آن حزب خدای تعالی واز جنود اوست در دست این ظالمان اسیر شده است و کمر
خدمت ایشان بربسته وسعی و اندیشه خویش بآن آورده تا استنباط حیلت قضای شهوت
وغضب چون کند و هر عقلی را که از رق و بندگی آن خلاص داد ند شایسته مطالعه حضرت ربوبیت
گشت قال علیه السلام لولا ان الشیاطین یحومون علی قلوب بنی آدم لنظروا
الی ملکوت السماء و هر که عقل خود را ازین صفات خلاص داد و شایسته حضرت ربوبیت گردانید
لقب وے در آسمان مجیر الحضره بود ـ منتظر است از کمال عقل صدر سے که ممیز ترین و بصیر ترین
صدور روزگار است که خویشتن را بدان معانی عرضه کند و تحقیق لقب خود از خود طلب کند قیل
ان یاتی یوم لا مرد له فان ما هو آت قریب والبعید ما لیس بآت اما فریاد رسیدن خلق بر

فلا ارهنی له الا ان یتقرب الی الله بعقله لیلحق بذوی الالباب ولا ینخدع
بلامع السراب وخلق که بر دنیا مقبل اند و از آخرت معرض بسبب غفلت و قلت عقل است
که شهوات چنان مجس الشیان گرفته است که خود را فراغت تفکر درین معانی نمے یابند اما کسی را که عقل
صارف اوست از سلوک راه آخرت سببش دو چیز بیش نباشد یکے آنکه اسیر صفتے باشد از
صفات نفس که بترک مال و خواجگی و شماتت اعدا نتواند گفت ولا علاج له الا عزمته
من عزمات الرجال والنظر الی النفر العاجزة بعین الاستحقار والترفع بعلو الهمة عن
مضاهاة الارذال ویکفی صارفا عن الدنیا کثرة عنائها وسرعة فنائها و خسته شرکائها
و دیگر صارف آن بود که بحکم شبهتی یا قصور بصیرتے در کار آخرت متوقف بود و نه عجب اگر کسی آخرت
را بر قیاس محسوسات و متخیلات راست کند راست نیاید که متوقف باشد که گروہے نیز در مدبر عالم
متوقف بودند و علاج آنکس آنست که خویشتن را متهم دارد و گمان نبرد که بصیرت وی ہمه
غوامض محیطست و بسوال و استکشاف مشغول شود فاسألوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون
و ہمچنانکه طبیبی را ببرهان معلوم شود که روح آدمی را بدرقی بقا باشد و اطعمه غذاے ویست و سموم
ہلاک وے ہمچنین ما را محقق شده است به برهان نه بطریق تقلید اخبار و آثار که حقیقت آدمی را
بقاست ابدی که عدم را بوے راه نیست اصلاً و نجاة وے در حریت است از صفات
بشری و سعادت و معرفت حقیقیست بحضرت ربوبیت علی ما هی علیها من الجلال والعظمة و نجات
دیگر است و سعادت دیگر و شرح کردن میسر شده است نه بطریق طاماتی که اکثر آن تخیلی بود
شاعروار که طعمه عوام را شاید یا اقناعی واعظ وار که قوت خواص و عوام را شاید بل به برهان

بگرد جہان بروے تنگ وتاریک شود چون دوزخ وقلب الانسان اشد تغلیا من القدر فی غلیانہ
وضعیف شرفے باشد کہ بناء آن بر میل دل مخدوم باشد وانہ اصل اوھن من بیت العنکبوت و
مثل الذین اتخذوا من اللہ اولیاء کمثل العنکبوت اتخذت بیتا الایہ بلکہ ثابت شرفے بود کہ بناء وی معرفت
وحریت بود وھی الباقیات الصالحات ومعرفت آن بود کہ غور غرور دنیا وشرف آخرت بہ بیند و
حریت آن بود کہ از رق صفات خود خلاص یابد بحیثیتکہ اگر ہمہ بادشاہان دنیا خدمت وی کنند
ازان ترفع کند واگر در باطن خود بدان اعتدادے والتفاتے بیند بمصیبت وماتم خویش بہ نشیند
کہ ہنوز بندہ است وبیچارہ ومستمند کہ شادی واندوہ وی بدیگری تعلق دارد کہ بروے اعتماد
نبود کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام علی را کرم اللہ وجہہ بگفت اذا تقرب الناس علی اللہ
تعالی باعمال البشر فتقرب انت اللہ بعقلک براے این گفت کہ مثل متقرب بعقل مثل کسے
بود کہ وی کیمیا دارد ومثل تقرب باعمال ہمچون کسے بود کہ درمی چند معدود دارد کہ عنایت آن
صدقہ روزے چند باشد زیراکہ متقرب بعقل نیک تفکر کند در حقیقت کار تا حقارت دنیا ویرا
نیک مکشوف گردد وقدر آن از دل وی بیفتد ویقول طلقت الدنیا ثلثا کما قال علی کرم اللہ وجھہ
وتا این عقل پدید نیاید حقیقت دنیا مکشوف نشود وعلاقہ بندگی دنیا گستہ نگردد وتا بندگی دنیا
باشد جمال حضرت ربوبیت نہ بیند کہ عبارت ازان در زبان شرع رویت باشد وہرکہ سعی وی
براے بہشت وحور وقصور بود وی از جملہ اولیا خداے تعالی نبود کہ تقرب وی تقرب
عوامان مانند ملوک ووزرا راکہ محبوب ومطلوب ایشان غرضے بود کہ از ایشان حاصل کند ومن شیئا
لغیرہ فانما محبوبہ ذلک الغیر فقط وچون ایزد تعالی آن بزرگ را عقل کامل ارزانی داشت

نسب مستحق این منصب نبودند بریشان ازان زوال آمد بزودی و مرآن سورث و مستحق است
واین منصب ورنصاب خویش دانم روزگار بزودی از حال وی برهانی ظاهر بساخت که آن همه
غرور است اکنون نوبت رسید بجیر الدوله که در اقالیم جزوے وزیر نماند واز حضرت ربوبیت
ندا میکنند باوی اولم یهد لکم کم اهلکنا قبلهم من القرون یمشون فی مساکنهم ان فی ذلک
لآیات لاولی النهی ومیگویند اے آنکه عاقل ترین وزرائے زینهار که نسب خویش از اولوالنهی
قطع نکنی کران فی ذلک لآیات لکن لاولی النهی که این طبقه که گذشتند این نسب قطع کردند
تا ملے تمام کن درحال ایشان وانظر کم ترکوا من جنات وعیون الآیه باخود این حساب بکن که اگر
روزگاری نیز بمراد بگذارد مثل وهیهات آخر چه خواهد بود افرایت ان متعناهم سنین ثم جاءهم ما
کانوا یوعدون ما اغنی عنهم ما کانوا یمتعون وبحقیقت بشناسد که هیچ وزیر بدین بلا مبتلے نبود که وسیت
در روزگار هیچ وزیر آن ظلم وخرابی نرفت که اکنون میرود واگرچه وی کاره است ولکن در خبر
چنین است که چون ظالمان را روز قیامت مواخذه کنند هم متعلقان را وهم ایشان را بدان ظلم
بگیرند تا بدان کس که قلم ایشان تراشیده باشد یا دوات ایشان راست کرده وبحقیقت بشناسد
که هیچکس را اندوه وی نخواهد بود خود تدبیر خویش کند وسعادت دین ودنیا خود با نقطاع ازین
حاصل کند واگر این میسر نیست امروز سلامت دنیا فوت شد همه همت خود در تدبیر زاد آخرت
صرف کند وهیچ زاد دنیا بدنافع تر از منع ظلم ایشان چندانکه تواند دفع کند خصوصاً ازین اهل ناحیه
که مسلمان را کار دباستخوان رسید ومستاصل گشتند وهر دینارے که قسمت کردند اضعاف
آن از رعیت بشد وبسلطان نرسید ودرمیانه ارذال عوانان وضعفا ظالمان ببرونده هر که

حقیقی عقلی کہ شربت خواص محققان را شاید واجب است برصدر عقلی کہ
تا صارف وی چیست وبعلاج آن مشغول شود تا باری خود را فریادرس
نمی رسد والسلام۔

## نامۂ سویم

## کہ بمجیر الدین نوشتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال علیہ الصلواۃ والسلام من احسن الیکم فکافؤہ الحدیث صبر کردن بر ساع
وبدین سبب مجلس عالی مستوجب دعاست وانا اسال اللہ تعالیٰ ان یرز
السعادۃ وان یخصہ بہا واقول الا ان السعید من وعظ بغیرہ واول کسیکہ ازین سر
بود کہ خاتمۂ حال نظام الملک بزبان حال با وی میگفت کہ ان امر ھذا آخر
اولـــہ بدین اعتبار نگرفت وآمال دراز فرا پیش گرفت وباخویشتن گف
بود و مہلتے دراز یافت ومارا از عمر فراپیش است پس تقدیر آسمان فی اسہ
کشف کرد پس بایستے کہ مجد الملک عبرت گرفتی ومتعظ بودے۔ باخوی
غلامان نظامی خصم بودند کہ وی بخیانتی ومخالفتی منسوب بود ما ازین فارغیم داد
وولایت بمراد خویش برانیم پس روزگار بمدتے قریب غرور ویرا نیز کشف
اولم نعمرکم ما یتذکر فیہ من تذکر الایہ پس بایستی کہ سوید الملک عادت ر
چیزی کہ مگر گشت وسہ بار تمام شد بغایت رسید لکن وی نیز با خویشتن گف

باکرام بهم است گویست که می گوید ان الابرار لفی نعیم و ان الفجار لفی جحیم و یا می گوید که فردا توبه کنم و
میداند که چند سال است که شیطان او را بعشوه فردا از توبه باز میدارد و لابد چند سال دیگر
درین وعده شود مگر قباله دارد بر عمر مقدر و یا میداند که اجل بدستی بمانده است و یا از ملک الموت
عهدی و میثاقی بستده است و نشناخته است که شیطان بعشوه تسویف چند خرمن سوخته
است هیهات قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما ام اهل النار من سوف در آخر عمر درچنین
خطری بودن هیچ سبب ندارد مگر امن و غفلت که مایه همه شقا و تبها است افامن اهل القری
ان یاتیهم باسنا ضحی وهم یلعبون افامنوا مکر الله فلا یامن مکر الله الا القوم الخاسرون
ایزد سبحانه و تعالی ما را و همگنان را از خواب غفلت بیدار گرداناد و آن دل عزیز موید الدین را بلطائف
تنبیه تخصیص کناد که یکی از اولیا راد ام الله ایامه درین ایام چنانی حکایت کرد در حق وی که مشعر
بود بخطری عظیم در کار آخرت و بغایت دل مشغول شدم و بدست من چیزی نیست الا
دعای بدل و تنبیه بزبان و نصیحت بقلم و اگر آن مرا مسلم دارد که برا وی شفقتی کنم که او بر خود
آن شفقت نمی کند یک حکم بروی می بکنم که دست از سکر بدارد و اگر نمی تواند که دست از عمل
ظالمان بدارد که رشته فسق با ظلم چون دوتا شود و برهم افتد نادر بود که پیش از مرگ گسسته
شیبت سفید و شربت نبید سخت نالایق بود نظام الملک رحمهم الله چون پیر شد از کبایر توبه
کرد که از فسق و فساد و سر بازی می در نخورد - بران توبه اثبات کرد تا آخر عمر - همانا گوید که ملک
خراسان نمی گذارد - این عذر بنزدیک ملک زمین و آسمان مقبول نیست ع لو صح منک الهوی
ارشدت للحیل چون وی عزمی صادق بکند امید وار بود که ملک مشرق بواسطه توبه وی تو

تبعرف وتدارک بیاید طمع ظلم وے ازگذشتگان درگذرد امید از تلافی گذشته منقطع است اما
امید از شفقت و عاطفت مجبری منقطع نیست که جدے تمام نماید در حسم این ماده در مستقبل
وارشادی که اہل ناحیه را بر طریق استعانت ممکن شود از ترتیب و تمشیت ذخیرتی سازد و حصنے
از آفات روزگار خود را از دعا این مسلمانان دالله تعالےٰ ینصرہ و یدہ و یرشدہ الی طلب
سعادۃ الدین بالدنیا و یُسدّدہ بمنه وفضله۔

## باب سوم

## در نامهای که بمشایخ وارکان دولت نوشته است

## نامه اول

### که بمعین الملک نوشته است

بسم الله الرحمٰن الرحیم

قال الله تعالیٰ تلک الدار الآخرة نجعلها الایه نجات آخرة بدو شرط بسته است طلب علو کردن واز
فساد دور بودن ہر که طلب ولایت دوست دارد و طلب علو وی معلوم است وہر که بلهو ونشاط
چو نادانان و بیخردان مشغول بود بفساد موسوم است وبے شرط نجات امید نجات داشتن
عین غرور است وانکار کردن که این شرط نجات است تکذیب قران است ودل از آخرة
برداشتن وبشقاوت رضا دادن نه کار عاقلانست اما کسیکه میان ہر دو جمع کند وطمع نجات
بر و بلهو ونشاط چه می اندیشد ہمانا گوید خداوند رحیم است وکریم این سخن درست است ولکن

که رسول علیه الصلوٰة السلام در ترقی درین مقامات چنین گفت که اعوذ بعفوك من عقابك پس ترقی کرد و گفت اعوذ برضاك من سخطك پس ترقی کرد و گفت اعوذ بك منك پس خواست که ترقی کند راه بحجاب عزت بسته دید گفت لا احصی ثناء علیك انت کما اثنیت علی نفسك و تا بدین مقام که اعوذ برضاك من سخطك علما را راه بود آمد و بدین مقام که اعوذ بك منك جز انبیا را راه نیست و ورا این عالمے است که نه انبیا را بدان راه هست نه علما را همه صدیقان و انبیا چون بدان مقام رسند جز دهشت و حیرت نصیب ایشان نباشد همه در ذل عجز میگدازند و در آتش عشق و شوق میسوزند و سبوح قدوس می زنند و سید الانبیا علیه الصلوٰة والسلام نوحه عجز خویش بدین عبارت میکند لا احصی ثناء علیك انت کما اثنیت علی نفسك و سید الصدیق اندوه عجز و شادی دولت بهم بر می آمیزد و منادی دولت و ماتم خویش بدین لفظ کنند که العجز عن درك الادراك ادراك گهه در ماتم عجز میگدازد و گاه بدین شادی که این عجز تمام ادراک است می افروزد - حال خزاین ملك الملوك و نظارگیان خزاین اینست اما زر و سیم که در خزاین ملوك دنیا بود کلید دوزخ است تعس عبد الدینار تعس عبد الدرهم روز قیامت چون منادی براید که جریده خزانه کلید دوزخ باز کنید ایشانرا ورزمین صعید سیاست حاضر کنید اگر در صدر آن جریده نام سعادت[1] برآید بیچاره سعادت که ویرانه ملك مشرق فریادرسد نه وزیر مشرق دست گیرد که ایشانرا خود بهزاران دستگیر حاجت بود۔

---

[1] نام مکتوب الیه۔

والا او را مسلم دارد از توبه - آنچه شرط دوستی بود گفته آمد الاخلاء یومئذ بعضهم لبعض عدو الا المتقین وصلی الله علی محمد و آله واجمعین -

## نامهٔ دوم
## که بسعادت خان نوشته است

بسم الله الرحمن الرحیم

قال الله تعالی وان من شیء الا عندنا خزائنه وما ننزله الا بقدر معلوم خزاین ہمہ ملوک متناہی است وخزاین ملک الملوک را نہایت نیست یکے از خزاین ملک الملوک سعادت است ویکی شقاوتست واین ہر دو در غیب پوشیده است واین ہر دو را دو کلید است یکی را طاعت گویند ویکی را معصیت واین دو کلید در دو خزانه است از خزاین غیب الغیب که یکی را توفیق گویند و یکی را خذلان وجوہر توفیق وخذلان دو دو خزانه دیگر است از ہمه غیب تر یکی را رضا گویند و دیگری را سخط واین جوہر رضا وسخط در دو خزانه است که اوہام عوام وافہام خواص الا الصدیقون والعلماء الراسخون از ان قاصر است وعبارت را بوی راه نیست و استنباط علما و صدیقان را مجال نیست چه عبارت ایشان نیز قاصر است وعبارت از یکی چنین آید که ان الذین سبقت لهم منا الحسنی وعبارت از ان خزانه دیگر چنین آید که لقد حق القول علی اکثرهم و در سر این معنی که این دو آیت عبارت از انست اعجوبه قضا وقدر تعبیه است وہر که معراج وے چنین گویند که گنگ ولال باش وزبان نگاہدار که القدر سر الله فلا تفشوه و ورا این سر الاسرار وخزانة الخزاین است که مصدر ومنبع این ہمه خزاین است وعبارت از ان نیک تنگ آمد

روحانیات ملایکه باشد بر افاضه هدایت سبب آن مناسبتی است که میان ارواح و روحانیات
است که استمداد آن ازین بحر است که ویسألونك عن الروح قل الروح من امر ربی واین غوری دارد عمیق
و رخصت نیست در کشف این سر الا این قدر بشناسند که ارواح و روحانیات متناسب اندازان که همه امور ربانی
اند چنانکه گفت قل الروح من امر ربی ولله الخلق والامر وعالم امر از عالم خلق جداست و نمانده است
در عصر هیچ غواص که این نمط از علم طلب کند یا داند که این طلب کردنیست و مقصود آنست که ارتباط
شفا بدعا بواسطه صدقه معلوم شود برای این گفت الدعاء یرد البلاء والدعاء والبلاء یعتلجان
و دعوات و همم چون از جمعی باشد غالبا بود که منجح بود و سر نماز استسقاء و اجتماع صلوات انیست
وانچه طبیعی گفت که علتی که از حرارت برخیزد برودت باید که آنرا ترمیت کند و صدقه بان چه مناسبت
دارد راست گفت یک نیمه۔ و بدین سبب است که طبیعت حقست ولکن بصر تیز طبیعی بر طبیعت مقصورست
و قاصر است از انچه طبیعت و مستعمل طبیعت مسخر آنست و مثال وی چون مورچه ایست که
بر کاغذ می بیند که خطی حاصل میشود از حرکت قلم پندارد که موجب خط قلم است که بصر وی قاصر بود
از انکه دست کاتب بیند بصیرت وی از ان قاصر بود که دل کاتب که محرک دست است بیند
وی هیچ حال نداند که دل کاتب را چون صید باید کرد تا کار فرماید۔ طبیعت چون قلم است
و ملائکه چون اصابع و ملک اعظم که همه ملایک متابع وی اند چون دست و صاحب الید و
القلم والاصابع وراء الکل هو متفرد بالجبروت وانما قلوب المومنین بین اصبعین من اصابع الرحمن
صورت کنایت آدم مثال صورت حضرت ربوبیت است فان الله تعالی خلق ادم علی صورته ومن
عرف نفسه فقد عرف ربه چنانکه دل و دست و اصابع فوق قلم است همه اسباب آفرینش فوق طبیعت و تحت طبیعت

## نامۂ سوم

### کہ نوشتہ است الی واحد من الاکابر در معنی صدقہ دادن و طریق آن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دل را مشغولی تمام است بسبب این عارضے و رنجی کہ می باشد از جہت قصور و حیرت اطبا و بحقیقت باید دانست کہ الذی انزل الداء انزل الدواء ولکن خلق چنین دانند کہ چون دار و از دکان صیدلانی بیاورید و طبیب بکار داشت کفایت افتاد و این خطا است کہ بیشتر باید کہ مریض را الہام دہند در اختیار طبیب آنگہ طبیب را الہام دہند در اختیار دارد کہ خاطر وی در جنس دارو و مقدار آن و وقت استعمال آن بجانب صواب متصرف شود کہ درین ہر سہ معنی خطا بصواب مشتبہ بود بغایت - پس کار الہام مریض است و الہام طبیب و این دوا ہا در دوکان ہیچ صیدلانی نیابد کہ کلید آن در ملکوت آسمان نہادہ اند در خزانہ ملائکہ کہ ہر ہدایت کہ خلق را باشد بصواب کارہا از خزانہ ملائکہ رود دما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب الایہ و ہیچ ممکن نیست خرید این الہام را الا بہمت و دعاء عزیزان اہل دین کہ ہر چہ ہمم ایشان بدان متصرف شود اسباب آن از جہت ملائکہ مبذول بود و ان من شئی الا عندنا خزائنہ و ما ننزلہ الا بقدر معلوم و ہمم اہل دین تحریک نتوان کرد الا باحسان و صدقہ پس صدقات سبب حرکت ہمم بود و حرکت ہمم سبب فیضان ہدایت از خزاین ملکوت بر دل مریض و طبیب بود و ہدایت ایشان سبب استعمال دوا بود بر قانون صواب - و استعمال دوا سبب شفا بود و سر این کہ داووا مرضاکم بالصدقۃ این بود و اما آنکہ بچہ سبب بود کہ حرکت ہمم و ارواح عزیزان باعث

منع نبود الا که گنج سعادتست که می نهد یا تخم شقاوتست که می پراگند و وی ازان غافل و موکلان
ملائکه ذره ذره را اثبات میکنند و ایشان نگهه میدارند احصاه الله ونسوه چون ازین عالم بیرون
شود و جریده عمر او از اول تا آخر دریک لحظه بروی عرضه کنند یوم تجد کل نفس ما عملت من خیر محضرا الآیة
پس ذرات خیر را دریک کفه نهند و ذرات شر را دریک دیگر فذلک حساب بوی نماند و درین وقت
از هول آن خطر همه عقلها مدهوش شود و جانها در خطر افتد تا کدام کفه راجح خواهد بود فاما
من ثقلت موازینه فهو فی عیشة راضیه واما من خفت موازینه فامه هاویه حال ارباب اموال در خرج و انفاق
همین خواهد بود که هرچه در متابعت هوا و موافقت او خرج کنند در کفه شر در باشد و هرچه
در طاعات خدای تعالی و موافقت او کنند در کفه خیرات بینند اگر بیشتر مال خویش در خیرات
صرف کرده باشد نجات یافت وگرنه رفت بهاویه فامه هاویه وما ادراک ماهیه وازین خطر ابوبکر صدیق
رضی الله عنه خلاص یافت که جمله مال نزدیک رسول علیه السلام آورد رسول علیه السلام گفت
زن و فرزند را چه بگذاشتی گفت الله و رسوله که وی را این خطر بود که رسول را صلی الله
علیه وسلم گفت هلاک شدند توانگران الا کسی که مال خویش می فشاند در خیرات از پس و
پیش و از چپ و راست که هلک الاکثرون الا من قال بالمال هکذا و هکذا و هکذا چون طبع آدمی بر شح و
بخل مجبولست مسامحه صرف نکند باری باید که آنچه بدهد اول بمحل استحقاق نهند تا صواب آن
مضاعف باشد۔ باشد که یکدرم بر هزار سبقت گیرد در قیامت و آن آن بود که به اهل
دین و زمره علم رسد۔ از وجه حلال بود۔ بخوشدلی بود و بے منت قال الله تعالی لا
تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی والسلام۔

در اسفل السافلین و بصیرتی ناقد بایدتا اسفل بعلو رسد و نظر ہمہ خلق بر طبیعیات و جسمانیات مقصور است اگرچہ در اصل
انسان را از عالم روحانیات آوردہ اند و برا ے این گفت لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم
رددناہ اسفل سافلین پس تائید در ہمہ علاجہا از عالم روحانیات باید خواست و آن عالم علو است
و مال و جاہ را جناح صعود نبود بدان عالم بلکہ ہمت و دعا را باشد این صعود الیہ یصعد الکلم الطیب
بود - و رافع و حمال این ادعیہ عمل باخلاص بود والعمل الصالح یرفعہ بی نمازان و گدایان را بر در سرای
جمع کردن و نان و گوشت تفرقہ کردن آن حمالے را نشاید کہ این دواعی اہل مصطبہ را جنبانند ہم
اہل دین را چیزی کہ بروے عزیز تر است کہ در دل دارد کہ ہرگز از خود جدا نیفگند از دست ہوا
و شیطان برون کند و بفرو شد در وجہ خویش صرف کند و بعضے بکسانے دہند کہ قدر ایشانرا
در دین شناختہ باشند و بعضے بفرمایند پنج کس را از اہل صلاح تا بدرویشان پوشیدہ متعفف
معیل رسانند و ازین ہمتہا مدد خواہد تا از راہ صواب در علاج صورت و معنی ظاہرا و باطنا تیسر
کنند طبیب بالہام و تائیدات آسمانی کہ علت مشکل و طبیب متحیر را جز این علاج نیست و
بر قول طبیبان جاہل اعتماد کردن روا نبود بلکہ بر قول طبیبے حاذق روا بود کہ بمناسبت علت و
علاج اشارت کند انگہ اعتماد والسلام

## نامۂ چہارم

### کہ علی اطلاق نوشتہ بجملہ بزرگان و ارکان دولت در حق بعضے از مختلفہ خویش

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ و من یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ ہر آدمی ہیچ گفت و کرد و سکوت و عطا و

فیہا وہم فیہا لا یبخسون اولٰئک الذین لیس لہم فی الاخرۃ الا النار وحبط ما صنعوا فیہا و
باطل ما کانوا یعملون" وانی احب ان یصرف الی ہذا ہمہ وان یحاسب نفسہ قبل ان یحاسب
ویراقب سریرتہ وعلانیتہ وقصدہ وان یطالع اقوالہ وافعالہ واصدارہ وایرادہ اھی
مقصورۃ علی ما یقربہ الی اللہ تعالٰی ویوصلہ الی سعادۃ الابد اوھی مصروفۃ الی ما
یعمر دنیاہ ویصلحہا لہ اصلاحا منغصا مشوبا بالکدورات مشحونا بالہموم والغموم ثم
یستتبع الشقاوۃ والعیاذ باللہ فلیفتح عین بصیرتہ ولتنظر نفسہ ما قدمت لغد ولیعلم انہ
لا مشفق ولا ناظر لنفسہ سواہ ولیتدبر ما ہو بصددہ فان کان مشغولا بعمارۃ ضیعۃ
فلینظر کم من قریۃ اہلکہا اللہ وہی ظالمۃ فہی خاویۃ علی عروشہا بعد عمارہا وان
کان مقبلا علی استخراج ماء وعمارۃ نہر فلیتفکر کم بئر معطلۃ بعد اعمالہا وان کان
مہما تا سیس بناء فلیتامل کم من قصور مشیدۃ البنیان محکمۃ القواعد والارکان
اظلمت بعد سکانہا وان کان مفتتنا بعمارۃ الحدائق والبساتین فکم ترکوا من جنات
وعیون وزروع ومقام کریم ونعمۃ کانوا فیہا فاکہین وکذلک واورثناہا قوما اخرین فما
بکت علیہم السماء والارض وما کانوا منظرین ولیقرء قولہ افرایت ان متعناہم سنین ثم جاءہم
ما کانوا یوعدون ما اغنی عنہم ما کانوا یمتعون وان کان مشغوفا والعیاذ باللہ بخدمۃ
سلطان فلیقرء ما ورد فی الخبر ان الامراء والروساء تحشرون یوم القیامۃ فی صور الذر تحت
اقدام الناس یطؤہم باقدامہم ولیقرء ما قال اللہ تعالٰی فی کل متکبر جبار وقال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بکثیۃ الرجال حیا ولا یملک اہل بیۃ ای اذا طلب الریاسۃ بینہم وتکبر

# نامۂ پنجم

## کہ بہ قضاۃ مغرب نوشتہ است بتازی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین ولا عدوان الا علی الظالمین والصلوٰۃ علی سید
المرسلین والہ اجمعین **اما بعد** فقد اسحکم بینی وبین الشیخ الاجل السید السدید معتمد
الملک وامین الدولہ حرسہ اللہ تائیدہ بواسطۃ القاضی الجلیل الامام مردان زادہ اللہ
توفیقا من الوداد وحسن الاعتقاد ما یجری مجری القرابۃ ویقتضی دوام المکاتبۃ والمواصلۃ و
انی لا اواصلہ بصلۃ افضل من نصیحۃ ھی ھدیۃ العلماء وانہ لن یھدی الی تحفۃ اکرم من قبولہ و
اصغائہ بقلب فارغ عن ظلمات الدنیا الیھا والی الاخرۃ اذا میزت عند ارباب القلوب احزاب
الناس ان یکون الا فی زمرۃ الکرام الاکیاس وقد قیل لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من
اکرم الناس فقال اتقاھم فقیل من اکیس الناس فقال اکثرھم للموت ذکرا واشدھم لہ
استعدادا وقال علیہ الصلاۃ والسلام الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت والاحمق
من اتبع نفسہ ھواھا وتمنی علی اللہ واشد الناس غباوۃ وجھلا من یھمہ امور دنیاہ التی
تحقرھا عند الموت ولا یھمہ ان یعرف انہ من اھل الجنۃ او من اھل النار وقد عرف اللہ
تعالی ذلک حیث قال ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم وقال اللہ تعالی فاما من طغی وآثر
الحیوۃ الدنیا فان الجحیم ھی الماوی واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھوی فان
الجنۃ ھی الماوی وقال اللہ تعالی من کان یرید الحیواۃ الدنیا وزینتھا نوف الیھم اعمالھم

تعالى ففيه شفاء ورحمة للعالمين وقد اوصى رسول الله صلى الله عليه وسلم بملازمة هذا الواعظين فقال
تركت فيكم واعظين صامتا وناطقا القرآن وقد اصبح اكثر الناس اموات عن كتاب الله وان كانوا احياء في معايشهم
وبكما عن كتاب الله تعالى وان كانوا يتلونه بالسنتهم وصما عن سماعه وان كانوا يسمعون باذانهم وعميا عن
عجائبه وان كانوا ينظرون اليه في مصاحفهم واميين في اسراره ومعانيه وان كانوا يسرحون في تفاسيرهم
فاحذر ان تكون منهم وتدبر امرك وامر من لم يتدبر امر نفسه كيف ندم وتحسر وانظر في امرك وامر من لم ينظر
في امر نفسه كيف خاب عند الموت وحضر وتفطن بآية واحدة في كتاب الله تعالى ففيها مقنع وبلاغ لكل ذي
بصيرة لا تلهكم اموالكم ولا اولادكم عن ذكر الله ومن يفعل ذلك فاولئك هم الخاسرون فاياك ثم اياك ان تشتغل بجمع
المال فان فرحك به ينسيكم امر الآخرة وينزع حلاوة الايمان من قلبك قال عليه الصلوة والسلام لا تنظروا الى اموال
اهل الدنيا فان بريق اموالهم يذهب حلاوة ايمانكم هذه ثمرة مجرد النظر فكيف عاقبة الجمع والطغيان
والبطر واما القاضي الجليل الامام مردان كثر الله في اهل العلم مثله فهو قرة العين وقد جمع بين الفضلين
العلم والتقوى ولكن لا اتمام بالدوام ولا يتم له الدوام الا بمساعدة من جهته ومعاونة له عليه
بما يزيد في رغبته ومن انعم عليه بمثل هذا الولد النجيب فينبغي ان يتخذه ذخر الآخرته ووسيلة
عند الله تعالى وان يسعى في فراغه لعبادة الله تعالى فلا يقطع عليه الطريق الى الله تعالى وان الطريق الى الله تعالى
طلب الحلال والقناعة بقدر القوة من المال والنزوع عن عموما اهل الدنيا التي هي مصايد الشيطان هذا مع
الذب عن مخالطة الامراء والسلاطين ففي الخبر ان الفقهاء امناء الله تعالى ما لم يدخلوا في الدنيا فاذا دخلوا
فيها فاتهموهم على دينكم وهذا امر قد هداه الله تعالى اليها ويسرها عليه فينبغي ان يمد بركة الرضا ويمد بالدعاء
فدعاء الوالد اعظم ذخر وعدة في الدنيا والآخرة وينبغي ان يقتدى به فيما يوثره من النزوع عن الدنيا قال الله

عليهم وقال عليه الصلوٰة والسلام ما ذئبان ضاريان ارسلا في زريبة غنم باكثر فسادا من حب الشرف والمال

في دين الرجل المسلم وان كان في طلب المال وجمعه فليتامل قول عيسى عليه الصلوٰة والسلام يا معشر الحواريين

الغنى مسرة في الدنيا مضرة في الآخرة بحق اقول لا يدخل الاغنياء ملكوت السماء وقال نبينا صلى الله عليه وسلم يحشر

الاغنياء يوم القيامة اربع فرق رجل جمع مالا من حلال وانفقه في حلال فيقال قفوا هذا واسألوه لعله ضيع بسبب غناه

شيئا مما فرضنا عليه او قصر في الصلوٰة او في وضوءها او ركوعها او سجودها او خشوعها او ضيع شيئا من الزكوٰة والحج فيقول

الرجل جمعت المال من حلال وما ضيعت شيئا من حدود الفرائض بل اتيت بها بتمامها فيقال لعلك ما هنئت بمالك واختلف

في شأني فيقال لعلك فرطت فيما امرناك به من صلة الرحم وحق الجيران والمساكين وقصرت في التقديم والتاخير والتفضيل والتعديل و

يحيط هؤلاء فيقولون ربنا اغنيته بين اظهرنا واحوجتنا اليه فقصر في حقنا فان ظهر تقصيره ذهب به الى النار والا قيل له قف هات

الآن شكر كل لقمة وكل شربة وكل اكلة وكل لذة فلا يزال يسأل فهذا حال الاغنياء الصالحين المصلحين القائمين

بحقوق قال الله تعالى اذ يطول وقوفهم للحساب في عرصات القيمة فكيف حال المفرطين المنهمكين في الآثام والشبهات المتكاثرين

به المشغلين بشهواتهم الذين قيل فيهم الهكم التكاثر حتى زرتم المقابر كلا سوف تعلمون فهذه المطالب الفاسدة هي التي استولت

على قلوب الخلق فسخرها للشيطان وجعلها ضحكة له عليه وعلى كل متشمر في عداوة نفسه ان يتعلم علاج هذا المرض

الذي حل بالقلوب فعلاج مرض القلوب اهم من علاج مرض الابدان ولا ينجو الا من اتى الله بقلب سليم ولدواءن احدهما ملازمة ذكر

الموت وطول التأمل فيه مع الاعتبار بخاتمة الملوك وارباب الدنيا انهم كيف جمعوا كثيرا وبنوا قصورا وفرحوا بالدنيا

بطرا وغرورا فصارت قصورهم قبورا واصبح جمعهم هباء منثورا وكان امر الله قدرا مقدورا اولم يهد لهم كم اهلكنا من قبلهم من

القرون يمشون في مساكنهم ان في ذلك لآيات افلا يسمعون فقصورهم واملاكهم ومساكنهم صوامت ناطقة

بلسان حالها على غرور عمالها فانظر الآن جميعهم هل تحس منهم من احد او تسمع لهم ركزا والدواء الثاني التدبر في كتاب الله

# باب چهارم

## درانچه بفقها وایمه دین نوشته است

### بخواجه امام احمد از عباسی که از مختلفه حجة الاسلام بود نوشته است

بسم الله الرحمن الرحیم

اصل همه وصیتها در دو کلمه جمع کرد رسول الله صلی الله علیه وسلم کسی را که از وی وصیت درخواست گفت قل ربی الله ثم استقم حقیقت ربی الله آنست که نیستی که خود به بیند و هستی حق تعالی غالب شود پس نیستی هر چه جزویست بیند تا هستی بروی مقصور بود و کلیت وجود وی را باشد هر چند التفات وی از اغیار منقطع تر میشود وجود حق را مسلم تر میشود تا خود جز وی را نه بیند و دل وی بر هیچ چیز اعتماد نکند و ثم استقم این استقامت در سه اصل است در دل و در اخلاق و صفات دل و در جوارح استقامت در جوارح آن است که حرکات و سکنات همه بر وفق سنت بود و استقامت در اخلاق آنست که انبعاث شهوات به نفس خود نبود بلکه باشارت دین بود و قوت وی باید که از آن قاصر بود که جوارح بجنباند الا بفرمان و منتظر باشد تا پیشتر انچه مشتهی وییست عقل آنرا بسنجد و مقدار و وقت کیفیت آن بداند که صواب آن چیست چون مقرر شد و دستوری یافت ابنعاث وی بدان قدر بود و طبع شهوت آنست که چون مشتهی پیش آید حیلت کند گوید این یک فرا گیرم تا بار دیگر امتناع کنم و علاج وی آنست که گوید این یکبار بادب باش و آرام گیر تا دیگر بار فرا گذارم چون بدیگر بار رسد همین عشوه بدهد ویرا چنانکه وی هر بار عشوه دهد که مرا فرو گذار

وان کان نوع آخر بما صار یمتزید العمل اصلاولذلک قال ابراهیم علیه الصلوٰة والسلام یا ابت انی قد جاءنی

من العلم مالم یاتک فاتبعنی اهدک صراطا سویا ولیجتهد ان یحبه بوصیه فی القیمه بتوفیر لذه الذی هو فلذة لبدہ

فاعظم حسرة اهل الدنیا فی الاخرة ان یجد حمیما یشفع لهم قال الله تعالی فلیس له الیوم ههنا حمیم اسال

الله تعالی ان یصغر فی عینه الدنیا التی هی صغیرة عندالله وان یعظم فی عینه الدین الذی هو عظیم عنده وان

یوفقنا وایاه لمرضاته ویحله الفردوس الاعلی وجناته بفضله انشاالله تعالی ۔

چنین شنیدم که قاضی مروان بدارالسلام آمده بود تا منشوری از دارالخلافت حاصل کند بتولیت

قضا از جهت پدر خویش و بحشمت حجة الاسلام توسل کرده در عهدی که وی مدرس بغداد بود

مگر حجة الاسلام بروی ثنا گفته بود والتماس کرده تا قضا باوی دهند رای اشرف

امامی نبوی چنان تقاضا عزیز کرد که گفت تا کسی را که ندانیم و بر حال وصفات وی مطلع

نباشیم قضا بوی ندهیم اما بحکم التماس حجة الاسلام قضا به پدر وی دهیم که حاضر است

قاضی مروان از آن ادا کرد حق پدر را و التماس کرد از حجة الاسلام تا شرح حال به پدر وی

نویسد حجة الاسلام گفت اگر حقیقت حال نویسیم غمزی نمایند در دارالخلافة لکن نامه

علی الاطلاق بنویسم و تعرض این معنی بکنم پس این نوشت و بوی فرستاد و مکتوب الیه

چون نامه بوی رسیده بود و بر حقیقت حال مطلع گشته گفته بود که خدایرا شکر میکنیم که قضا

بمن ندادند تا حجة الاسلام بمن این نه نوشت ۔

عاجزان باشد باید که بعلمی اعلی که درجات علوم مست ترقی کند و از فرض کفایت روی بفرض عین آورد و
از علمی که بیشتر روی در خلق دارد با علمی انتقال کند که جملگی آن روی در آخرت دارد بدانکه حاصل علم
مذهب فی ما وراء ربع العبادات قانون وقسطاس است میان رسامیان وعوام چون بحکم
شهوات وجهالت وتنازع وتجاذب حظوظ دنیوی مشغول شوند وآن چه مناسبت دارد با علمی که
ثمرہ آن معرفت اسرار ربوبیت باشد۔ وحاصل علم خلافی رجم ظنی ست و طلب صواب در کاری که
خطای آنرا یک اجر بود وصواب آنرا دو اجر در حق کسی بود که بدرجه اجتهاد رسد فان اخطاء فله اجر
واحد وان اصاب فله اجران علمی که مصارفت میان صواب وخطای او پیش ازین نبود چه
مناسبت دارد با علمی که مصارفت میان خطا وصواب وی سعادت ابد وشقاوت ابد بود واین معرفت
اسرار جوهر آدمیست که بشناسد که صفات مهلکات وی چیست وانچه منجیات ومسعدات ویست چیست وآن کیمیا
است اگر بر جوهر دل تابد ویرا از اسفل السافلین بحضرت الهیت رساند که آنرا اعلی العلیین گویند و
آن چه راهست که سلوک آن راه بدین درجه رساند جوهر آدمی را وزاد آن راه وعقبات آن
راه چیست واگر ویرا راه دهند تا شمه ازین علم بیابد علوم دیگر همه در چشم وی حقیر ومختصر
شود ولیکن تا نچشد نداند شعر

| مرغی که خبر ندارد از آب زلال | منقار در آب شور دارد همه حال |
|---|---|

وبحکم آنکه اعتقادی هست درکیاست وی و وصف جوهر وی که دانسته ام که قابل باشد
هر علم را که با سرار دین تعلق دارند تنبیه کرده آمد والسلام۔

این بار که دیگر بار فروایستم واما استقامت دل آنست که قرارگاه ذکر حق تعالی بود و مراقب میباشد
تا هیچ چیز دیگر بر وی گذر نکند و اگر گذر کند و لابد باشد که گذر کند جهد آن کند تا گذر آن بر حواشی بود در صمیم دل تمکن
نشود بلکه صمیم دل ذکر اسلم بود و دیگر ضرورات بظاهر دل میگذرد و همگی دل هیچ چیز ند هد الا بذکر حق تعالی
و چون واقعه بیوفتد که لشکر حرار همه دل را غصب کند بزودی دل ازان باز بستاند و باسر ذکر شود و
واذکر ربک اذا نسیت و چون ذکر بر دل غالب شود فی اکثر الاحوال وے بر شهوت غالب
بود فی اکثر الامور و حرکات بوزن سنت باشد الا علی الندر فقد ترجحت کفة الحسنات
وحصل باستحقاق العفو والنجاة ان سلم فی دوامه عن هواجم الآفات -

## نامه دوم

### جواب ابوالحسن مسعود بن محمد بن غانم که بحجة الاسلام نوشته است

بسم الله الرحمن الرحیم

رسید عزیز نوشته فلان حرس الله تائیده وادام توفیقه وتسدیده معرب از کرم عهد وغزارت علم
ووفور فضل وسلی از لوعت اشتیاق چه عهد بمشاهده وبمکاتبه وی دراز گشته بود و در جمله اسفار دل
بجانب وی نگران بود بپیوسته تنسم اخبار وی میرفت وبه اکبابی که کرده بود بر تحصیل واقبالی که مشاهدت
میکرد در مواظبت اعتداد واستبشار تمام حاصل می آمد وخود بدانچه بمشاهده دیده بودم از عقل و
کیاست وی و تفرس کرده از متانت و دیانت وحسن عقیده وی واثق بودم که در جمله احوال جز
سمت استقامت را ملازم نباشد وجز کارهاے دینی را متشمر نبود چه اوایل و مبادی کارها بر اواخر
دلیل بود در خصال خیر واکنون در علم وفقه وادب درجه استقلال حاصل کرد وایستادن بر مدارج فضل کار

بصحابه تمام شدی وغایت کمال بودی ومن احسن قولا ممن دعا الی الله وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین اسأل الله تعالی ان لا یحرمنا عن برکات انفاسه وحرکاته۔

## نامه پنجم

## که نوشته است در جواب ابن العامل مشتمل بر

بسم الله الرحمن الرحیم

والصلوٰة علی رسوله محمد وآله اجمعین سلام الله تعالی علی الشیخ الامام ورحمة الله وبرکاته ورافته نوشته کریم وی محتشم سید مشتمل برانواع تفضل واکرام ومعرب از غزارت فضل ووفور علم وخلوص اعتقاد وبدان استظهار واعتداد حاصل شد واسأل الله تعالی ان یکثر فی اهل العلم وزمرة الفضل مثاله وان یعرفه عوالم العلم واغواره فکل علم وفضل اثمر شیئا سوی الله تعالی ومتابعة رسوله فهو وبال علی صاحبه وقد قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من ازداد علما ولم یزدد هدی لم یزدد من الله تعالی الا بعدا العلم الهادی هو الذی یدعو من الخلق الی الخالق ومن الدنیا الی الآخرة ومن التکبر الی التواضع ومن الحرص الی الزهد ومن الریاء الی الاخلاص ومن الشک الی الیقین ومن اسرة المفرطین الی اسبر المتقین وبیشتر خلق چنین دانند که هر که بعلم دین مشغول است سالک راه دین است وهیهات فقد روی فی المسند علی الصحیحین ان النبی علیه الصلوٰة والسلام قال من طلب علما مما یبتغی به وجه الله لینال به عرض الدنیا لم یجد عرف الجنة وبحقیقت اهل علم را این مصیبت بسنده است که خطر جمع فضل وعلم بیشتر از خطر مال است که مال از دنیاست وشاید که بدان دنیا طلب کند اما علم دین از دین است چون وسیله دنیا سازند از جمله کبایر بود یکے را از بزرگان می آرند که گفت من طلب الدین باقبح ما یطلب به الدنیا کان اعذر ممن طلب الدنیا باحسن ما یطلب به الآخرة

## نامه سوم

که در حق بعضی از مختلفه خویش نوشته در معنی عنایت و تیمارداشت علائی

## نعت الاطلاق والی کل من یصل

بسم الله الرحمن الرحیم

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الدنیا ملعونة ملعون ما فیها الا ما کان لله منها ارتفاع رتبت وجاه واتساع ثروة ومال همه تخم شقاوتست وسبب دمار الا آنچه زاد آخرت وذخیره قیامت سازند و در حق آن مال وصاحب آن مال چنین گفت صاحب شرع علیه السلام نعم المال الصالح للرجل الصالح ومبرورترین قربتی ومقبولترین برتی و بموضع ترین اکرامی آن بود که مصیب آن اهل علم و دین و ورع بود والسلام۔

## نامه چهارم

که نوشته است در معنی اخوانیات بخواجه عباس بخوارزم

بسم الله الرحمن الرحیم

سلام الله تعالی علیه اخوت دین و قرابت علم از همه وسایل راسخ تر است واگرچه بظاهر تعارفی نرفته است تعارف باطن موکد است والارواح جنود مجندة والنظر الی القلوب لا الی القوالب و تا اهت و سیرت وی بتفصیل شنیده ام دل قوتی و انتعاشی برگرفته است و شکر میگویم که الحمد لله که روی زمین هنوز خالی نیست از کسی که میان علوم شرع و سیرت تصوف و اقتدا بصحابه جمع کرده است که با حاد آن قیام نمودن غریبست و جمع کردن میان این همه عزیز واگر طریق دعوت خلق در دست گرفتی وایشان را برضا طریق سعادت خواندی و بگذاشتی تا مردمان وی را اسلام گفتندی اقتدا روی

# نامہ ششم

## کہ نوشتہ است در حق بعضے از مختلفہ خویش تا وی را بطلب علم و تحصیل رہا کند و قاطع راہ وی نیاید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بدانکہ ایزد سبحانہ تعالی تقدیر چنان کردہ است کہ طلاب سعادت بوسیلہ علم و تقوی عزیز باشند و بزرگ و از ہزاران عددی اندک بود کہ روی بتحصیل آورند و روی از اشغال و اعمال دنیوی بگردانند و ازان طبقہ کہ توفیق یابند کہ روی بعلم آورند اندکے باشند کہ قریحت و فہم ایشان مہیا بود ادراک غوامض علوم را و ازان قوم کہ ذکا و قریحت ایشان تمام بود اندکے باشند کہ اخلاق ایشان چنان باشد کہ علم ایشان آلت شوق جمع دنیا و طلب حطام نگردد تا میان علم و عمل جمع کنند و راہ آلت تقوی را ملازمت کنند و راہبری خلق را شایند و ازان قوم باشند کہ حق تعالی گفت وجعلنا ھم ایمۃ یھدون بامرنا لما صبروا وکانوا بایتنا یوقنون نہ ازان قوم کہ گفت واتل علیھم نبأ الذی اتینٰہ ایٰتنا فانسلخ منھا الایتہ و این قوم اندک کہ فطنت ایشان استعداد کمال علم دارد و فطرت ایشان استعداد قبول تقوی دارد تقدیر چنان رفتہ است کہ شیاطین را بر ایشان مسلط کنند تا عوائق می انگیزند تا بوجہے کہ ممکن بود این راہ را قبل الاستکمال بر ایشان قطع کنند و یکی از عوائق قرابت است و یکی مال و ضیعت است و یکی مناقشت و خصومت و اینہمہ از شیطان است در قطع طریق این طالب و فلان از جملہ این اندک است کہ بفطنت و فطرت استعداد کمال علم و تقوی دارد اگر تواند کہ اسباب فراغت وی ساختہ دارد تا بذروہ

چه دنیا را برای دین آفریده اند نه دین را از برای دنیا دنیا تبعست و خادم و دین مخدوم و متبوع هر که مخدوم را وسیله خادم سازد وضع الهی را معکوس و منکوس گردانیده بود و وضع الهی خود نگردد اما وی بصورت و عمل خویش منکوس بود بهدرین عالم لکن این چشمها ظاهر الکاس وی نه بیند چون این چشم فراشود و عالمے دیگر پدید آید که حقایق معانی را از غطا و کسوت صورت برهنه کنند و صورت تبع صفت شود و هر کسی را بصورتی که ملایم صفت وی بود بیرون آورند تا صاحب شره خویشتن را بر صورت خری بیند و صاحب کبر خویشتن را بر صورت پلنگے بیند و صاحب غضب خویشتن بر صورت گرگی بیند و صاحب دنیا بعلم دینی خویشتن را منکوس و معکوس بیند و با وے گویند فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید و لو تری اذ المجرمون ناکسوا رءوسهم عند ربهم ربنا ابصرنا وسمعنا فارجعنا نعمل صالحا انا موقنون جواب چنین آید که اولم نعمرکم ما یتذکر فیه من تذکر وجاءکم النذیر فذوقوا فما للظالمین من نصیر و این مصیبتی است جمله علما را و اهل علم دین بر سه قسم اند گروهی ازین مصیبت غافل اند و بیخبر و اسم علما بریشان مجاز محض است اولئک هم الغافلون لا جرم انهم فی الاخرة هم الخاسرون و گروہے دیگر درین ماتم نشسته اند و ازین مصیبت خلاص نیافته اند و این نیز در روزگار ما نادر است و گروہے دیگر ازین خاص و هم السابقون السابقون اولئک هم المقربون و طوبی لعین رأتهم او رأت من رآهم و لینا کنا من اکتحلت ابصارهم بلقیاهم فمنهم ظالم لنفسه و منهم مقتصد و منهم سابق بالخیرات باذن الله این سه گروه اند اسال الله تعالی ان یجعلنا و ایاه من المخلصین و ان یعیذنا من غرور العالمین بکرمه و سعة جوده والسلام -

حال فلان که از فاضلان و مبارزان اصحاب راے است و بانواع فضل آراسته است و
درین وقت قصد آن ناحیه کرد بفلان مهم از عنایت وی مستغنی نباشد انچه در حق وی تقدیم
کند از عنایت و اکرام و قضاء حق و فضل وی در احترام ثواب جزیل و دعاء صالح و شکر
وثناء فائح مقابل بود-

## نامهٔ ہشتم

### که نوشته است علی لغت الاطلاق الی کل من یفضل در حق بعضی از مفوضه خویش بر سبیل عنایت و شفقت

بسم الله الرحمن الرحیم

شعب و مقامات راه دین ہر چند که بسیار است لکن جملهٔ آن از دو ورق بیرون نیست اول ورق
معامله است دوم ورق معرفت و معامله مقدمهٔ معرفت ست و بدایت معامله لقمهٔ حلال است
و نهایت معامله اخلاص در جملهٔ اعمال چون ازین نهایت درگذرد بدایت ورق معرفت رسد و
اول خط این ورق حقیقت لا اله الا الله است که بصفتی پدیدار آید قال رسول الله
صلی الله علیه وسلم اول ما خط الله تعالی فی الکتاب الاول لا اله الا انا وسعت
رحمتی غضبی و در ورق معامله ہمین کلمه ہست لکن عقیده باشد و بدرجهٔ صفتی نرسیده باشد
چون آن کلمه بصفتی پدیدار آید که عقیدہاے دیگر ہمه توابع آن اصلست از قشور الفاظ بروان
آمدن گیرد و لباب از قشور مکشوف شدن گیرد در ورق معرفت سخن کوتاه او لترجه ہر کلمه
ازین ورق که سالک راه بدان رسید از شرح مستغنی شد و ہر که بدان نرسیده بود ہنوز

کمال رسد ثمره آن در دین و دنیا همگنان بهبینند واگر هر ساعتی تقاضا باز آمدن میکند و در اسباب
فراغت وی فتوری می نماید و در شفقت عین بی شفقتی می ورزد قاطع راه وی بوده باشد
وقال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تکونوا للشیطان علی اخیکم هما نا گوید باز آمدن روزی چند بر طریق
صله رحم قطع این طریق نبود بیشتر از طلب علم منقطع بدین شده اند که بدین قصد و اندیشه
با وطن شوند و عتبه خانه بلند بود و وطن آستانه علایق و عوائق بود تا کار ناساخته بعلایقی مقید
شود و از سر کار برخیزد انچه نصیحت بود گفته آمد و کل میسر لما خلق له فطوبی لمن خلق للخیر والاعانة علیه

## نامه هفتم

## که بقاضی امام سعید عماد الدین محمد وزان نوشته در حق کسی بر سبیل عنایت و تیمار داشت و شفقت

بسم الله الرحمن الرحیم

اعتداد بدانچه میرسد از اخبار و انتظام اهل وی وافر ست و بحکم شمول ایمان والمومنون کنفس واحدة
و قربت علم مساهمت در سرا و خر واجب است و هرچه از احوال علم مناسبت دارد سیرت علمای
سلف بود و زاد آخرت و ذخیره قیامت و اقتدا امت را شاید نعمتی بزرگ بود و همه را بدان
شاد باید بود و تهنیت باید کرد و هرچه بخلاف این بود مصیبتی بزرگ بود همه را در ماتم این مصیبت
شریک باید بود و بحکم آنکه مکاتبه بی فایده نوعی از تصنع و رسم باشد قلم نگاه میداریم مگر بوقت
حاجت قال الله تعالی لا خیر فی کثیر من نجواهم الا من امر بصدقة او معروف او اصلاح بین الناس
و مکاتبه و مراسله هم درین معنی مناجات و مشافهت بود و سبب تحریر این دلالتست بر شرح

از ورق معاملہ حلال و حرام خبر بود و در مقام فرود آمدند چنانکہ حق تعالیٰ گفت ثم اورثنا الکتاب
الذین اصطفینا من عبادنا الآیہ کسانیکہ بر درجہ ورع عدول اقتصار کردند از مقتصدانند
و گروہے کہ بدان وفا نکردند لکن بندہ رواز قیام بدان تقاعد نمودند ظالمانند و کسانیکہ بدان قناعت
نکردند لکن بدرجاتے کہ وراء آنست ترقی کردند سابقانند و کسانیکہ قصد علو درجہ چہارم کردند
سابقان سابقانند و درجہ سابقان در آخر زمان ممتنع است یا عزیز و متعذر لکن امید وار است
کہ کسانیکہ درین اقتصار بورع عدل قیام نمایند و شرط آن بجای آورند کہ ایشان را درجہ سابقان
دہند قال علیہ الصلوٰۃ والسلام سیاتی علی الناس زمان من تمسک بعشر ما انتم علیہ
نجا فقیل ولم ذالک قال لانکم تجدون علی الخیر اعوانا پس اگر کسی گمان ببرد کہ ہر کہ بمال
دہقانان و بازاریان قناعت کند از سابقانست و آنکہ مال سلطان قبول کند ہمہ احوال از ظالمانست خطا
پندارد بلکہ چنانکہ مال بازاریان آمیختہ است و تفصیل دارد مال سلاطین ہم چنین تفصیلی دارد و مال سلاطین بر سہ قسمست
یکی مالی کہ مغصوب و مصادرات است و قسمت و خراج از کسیکہ معروف و معین نیست و این حرام
محض است و ستانندہ این اگر با خداوند آن ندہد از ظالمانست دوم مالی کہ آن از ارتفاع
ایشان بود از مالکے کہ خریدہ باشد احیا کردہ و تخم خریدہ باشد یا از ان برزہ گر بود ستانندہ از
مقتصدانست نہ از ظالمان و اگر در بہای ملک شبہتے راہ یافتہ باشد بدین شبہت ورع
سابقان فوت شود نہ ورع عدول و مقتصدان و سوم آنکہ مغصوب حرامست لکن مالک را
نشناسند فتوی شرع درین مال آنست کہ از ایشان ستدن و بمصالح و بدرویشان رسانیدن
اولیتر از انکہ در دست ایشان بگذاشتن تا آلت ظلم و فساد سازند لکن ستانندہ باید کہ یا درویش

نزدیک وی منکر بود ثمرہ گفتار باوی خصومت کردن بود هنوز نزدیک وی نه هدایت اما ورق معامله
سخن دروی هرچند مشروح ترنافع تر وگفتیم که اول این ورق لقمه حلالست وورع درطلب حلال
برچهار وجه است اول ورع عدلست که بانعدام آن عدالت شهادت وروایت وقضا حاصل
نشود وهرچه از اموال دنیا در فتوی علماء شرع حرامست آن ورع را باطل کند دوم درجه ورع
صالحانست که نیکمردان از مواقع شبهات احتراز کنند اگرچه در ظاهر شرع حرام نباشد چنانکه
رسول گفت صلی الله علیه وسلم لبعضی از اصحاب را استفت قلبك وان افتوك المفتون وگفت
دع ما یریبك الی ما لا یریبك وآن از فضایلست نه از فرایض وسوم ورع متقیانست
قال النبی صلی الله علیه وسلم لا یکون المرء من المتقین حتی یدع ما لا باس به
مخافة ما به باس وازین بود که صدیق اکبر رضی الله عنه در دهان سنگی نهادی تا سخن مباح نیز نگوید
که نباید که درمیان انچه نشاید نیز گفته آید وعمر خطاب رضی الله عنه بوی مشک شنید از مقنعه
اهل خویش که مشک بیت المال سخته بود وانگشت در مقنعه مالیده عمر مقنعه می شست ودر خاک
می مالید تا بوی حیله از وی بشد هرچند آن در محل تسامح بود لکن ترسید که چون راه گشاده گردد
بزیادت این اداکند وچهارم درجه ورع صدیقانست که همه مباحات برخویشتن حرام کند الا انچه
برای حق تعالی بود وهولاء قوم لا یاکلون الا لله ولا یشربون الا لله ولا ینطقون
الا لله ولا یسکنون الا لله طعام برای قوت طاعت خورند وقیلوله برای تهجد کنند وخواب
اول شب برای صفای وقت سحر کنند نطق ایشان ذکر بود وسکوت ایشان فکر بود ونظر
ایشان عبرت بود واغماض ایشان هیبت وحرمت بود وهمه احوال هم چنین پس کسانیکه ایشان زا

مستغنی است وحاجت وی بیشتر ست که حجت بر وی موکدتر است واشد الناس عذابا یوم القیمه عالم لا ینفعه الله بعلمه پس اگر سعادت آخرت میخواهی ونمی باید که علم بر تو حجت گردد از چهار کار حذر کن اول آنکه مناظره مکن که فایده بیش از ریاضتی وکسب قوتی در طبع نیست وآفات او بسیار است فاثمه اکبر من نفعه چه وی منبع اخلاق ذمیمه است چون ریا وحسد و مباهات وغیر آن پس اگر چیزی مشکل شود ومحتاج شود بدانکه آنچه حق است بداند بدین نیت روا بود۔ این را دو علامتست یکی آنکه فرق نکند میان آنکه حق بر زبان او مکشوف شود یا بر زبان خصم ودیگر آنکه این مباحثه در خلوت دوست دارد از آنکه در ملا دوم آنکه تذکیر مکن واز بن سخن بیندیش که با عیسی علیه السلام گفتند یا ابن مریم عظ نفسك فان اتعظت فعظ الناس والا فاستحی منی پس اگر برای مراعاة اقارب بدین مبتلی شود از دو چیز احتراز کن یکی آنکه از تفاصح وعبارت بسیار واسجاع متوالی حذر کن که خدای تعالی متکلفان را دشمن دارد وتکلف سجع خاصه که از یکی در گذشته دلیل خرابی باطن وغفلت دل بود چه معنی تذکیر آنست که آتش مصیبت خطر آخرت در دل افتد ومرد را بے قرار کند جوش آن آتش ونوحه آن مصیبت را تذکیر گویند اگر سیلابی بدر سرای کسی رسد وفرزندان وی را هلاک کند منادی ندا در سرای در دهد که الحذر الحذر بگریزید که سیل آمد درین وقت وی را هیچ بسجع وتفاصح تکلف نباشد مثال بذکر با خلق همینست ودیگر آنکه دل بآن ندارد که تا خلق نعره زنند وحال کنند وشور در مجلس افگنند تا مردمان گویند که مجلس خوش بود که این هم دلیل غفلت وریا بود ولکن همت بآن دارد که قبله ایشان بگرداند از دنیا بآخرت واز حرص بزهد واز غفلت به بیداری چنانکه چون بیرون شوند چیزے

بود و بقدر حاجت ستاند یا توانگر بود و هیچ چیز در وجه خویشتن صرف نکند لکن بدرویشان و مصالح
رساند و هر که بضرورت عیال ازین مال از قدر حاجت بیش نستاند از مقتصد انست و ظالم نیست
و فلان مدتی بخانقاه ما مقام کرد و سیرت وی پسندیده بود و اگر برای ضرورت عیال از خیرات
موسع و اوقاف و مال سلطان چیزی طلب کرد اول بر فتوی شرع عرضه کرد و بر محل رخصت
اختصار کرد و عزیز باشد که کسی درین روزگار با اقلال و کثرۃ عیال احوال و اعمال بمیزان
فتوی شرع سخته دارد و چنین مردی درین روزگار مستحق دخار بود نه مستحق مهاجرت و انکار
تا فلان برادر و دیگر مشایخ کثرالله فی الدین امثالهم این معنی از احوال وی بشنوند
مقدم وبرا باقبال و قبول تلقی کنند والسلام علی سید المرسلین۔

# باب پنجم

## در فصول و مواعظ که بر وقت گفته است و نوشته

## فصل اوّل

از انشاء او در ذکر آفات علم و مناظره و تذکیر و بیان حظ نفس در وی و کیفیت استدراج و استغواء
ابلیس اہل علم را بواسطه مناظره و تذکیر بسخط حق تعالی و بشقاوت ابد و بیان جل ذی

بسم الله الرحمن الرحیم

نصیحت کردن و نصیحت خواستن هر دو آسان است و شوار قبول کردن است خاصه
برکسیکه بطلب علم و فضل علم مشغول بود که پندارد که علم مجرد وسیله وی خواهد بود و از عمل

عنداللہ واگر کسی را خبر دہند کہ بادشاہ اسلام بسلام تو خواہد آمدن درین ہفتہ بہیچ دیگر مشغول نشود
جز بدانکہ مطرح نظر بادشاہ بود وتن وجامہ وسرای خویش پاک بکند از مکارہ وبیار آید بمحاسن
وان اللہ تعالی لا ینظر الی صورکم ولا الی اعمالکم وانما ینظر الی قلوبکم وعلم احوال دل
از ربع مہلکات ومنجیات بتواند شناخت از کتاب احیا یا کیمیا یا جواہر قرآن - علم مہم تر وفرض عین
اینست بروی - باقی یا فضل است چون خلاف مذہب یا فضول چون شعر وترسل وچہارم آنکہ
مال دنیا چندان کسب کند کہ اگر بآسانی بدان عالم خواہد رفت بسندہ کند وذلک قدر
الکفاف لہ الذی ارتضاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاہل بیتہ اذ قال اللہم اجعل
قوت ال محمد کفافا وقال علیہ الصلوات والسلام من اخذ من الدنیا فوق ما یکفیہ اخذ
جیفۃ وہو لا یشعر -

## فصل دوم

درحق کسی گفت کہ بدایۃ الہدایۃ نوشتہ بود در معنی شرایطی واوصافی کہ می باید در متعلم تا اہلیت آن دارد
کہ بدایۃ الہدایۃ برخواند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انچہ درین کتاب نوشتی بدایت ہدایت است نہ نہایت ونشان ہدایت آنست کہ یکنفس باشی
ویکہمت ویک اندیشہ ویک دیدار یکنفس آنست کہ دل در گذشتہ ونہ آمدہ نہ بندد وویرانہ فردا
بودندوی نہ برگذشتہ تاسف خورد ونہ ناآمدہ راندبیر کند بلکہ جز یک نفس را کہ نقد ست مراعات
نکند کہ گذشتہ نیست ویقین است وآنکہ مستقبل است ممکن است کہ نیست بود ویقین

از صفات باطن ایشان بگردیده باشد و یا در معامله ظاهر پیدا گشته بود در طاعتی که فاتر بوده اند
راغب شوند و بر معصیتی که دلیر بوده اند از ان باز گردند تذکیر این بود و گرنه این همه وبال بود بر گوینده
و شنونده سوم آنکه هیچ سلطان سلام مکن و با ایشان البته مخالطه مکن که فتنهٔ مجالست سلاطین
بزرگست و کسیکه مبتلی شود بدیدار ایشان باید که قضای مداحی و اطناب در ثنا ایشان و رباقی کند
و چون از مجلس اید همچنین فان الله تعالی یغضب اذا مدح الفاسق ومن دعا لظالم بطول
البقا فقد احب ان یعصی الله فی الارض چهارم آنکه از سلطان هیچ چیز مستان واگرچه
مثلاً حلال بود طمع بمال و جاه ایشان سبب فساد دین بود و از ان مداهنة و مراعات و موافقت
بر ظلم و غیر آن لازم آید و این همه هلاکت بود و این چهار محظور است که ازین احتراز باید کرد که تا کردنیست
اما انچه کردنیست چهار اصل است در ان ملازمت کند اول آنکه هر معامله که میان او و میان خلق
ست چنان کند که اگر با وی کنند پسندد روا دارد فلا یکمل ایمان عبد حتی یحب لسائر الناس
ما یحب لنفسه دوم آنکه هر معامله که میان او و خالق است تعالی و تقدس چنان کند که اگر بنده
وی در حق وی کند پسندد و هر چه از بنده خویش در حق خود نه پسندد و با آنکه ویرا بحقیقت بنده نباشد
از خویشتن در بندگی حق تعالی نه پسندد و سوم آنکه چون بتر بیت علم مشغول شود بدان علم مشغول
شود که اگر بدانستی که تا یک هفته دیگر وفات وی خواهد بود با همان مشغول شدی و این نه شعر
بود و نه ترسل و نه خلاف و نه مذهب و نه اصول و نه کلام آنکس که بدانست که تا یک هفته دیگر
بخواهد مرد اگر موفق بود جز بمراقبه دل و معرفت صفات وی مشغول نشود تا ویرا پاک گرداند از
علائق دنیا و هر علاقه که جز حق تعالی ـ و آراسته گرداند بمحبت حق تعالی و صفاتی که مرضی بود

خلق پس هر قسمی بست وچهار قسم گشتند بدانکه با یکدیگر بیامیختند وجمله هفتاد و دو فریق شدند و
سبب زیادت این قسمها آن بود که شیطان حسد کرد صوفیان را که بهترین خلق بودند وهیچ معصیت
وشهوت آلوده نبودند وحسد کرد فاسقانرا وگفت اگرچه ایشان بدترین امت اند لکن امید آنست
که رسوائی خویش بدانند وبچشم نقصان درخویشتن نگرند وتوبه کنند وچون ایزد سبحانه تعالی
بپذیرد که گفته است وانی لغفار لمن تاب پس طریقی باید ساخت تا این پاکان آلوده گردند
وملوث گردند بمعاصی واین فاسقان ناپاکان کور گردند تا آلودگی ورسوائی خویش نه بینند پس
خواست که از میان صوفیان وفاسقان ترکیبی سازد وبیامد وصوفیانرا گفت شما آرا امید و
خویشتن را مرنجانید بیفایده - وخدای را به طاعت شما چه حاجت واز معصیت شما چه زیان و
وخدای رحیم وکریم است وآمرزنده ومقصود از تکالیف ضبط عوام خلق است تا بسبب اموال
دنیا خصومت نکند ومقصود از طاعت قربت است بخدای تعالی وشمارا این قربت هست پس نفس
را رنجانیدن واز شهوات دنیا دست بداشتن جز ابلهی نبود - این جماعت چون وسواس در
دل ایشان اثر کرد وطبیعت برای طلب شهوت دنیا مدد فرستاد این راسخ ومستحکم گشت سر
در سر معاصی نهادند زن وفرزند را مباح کردند وبجامه ولباس صوفیان می بودند والفاظ بوزن
میگفتند وندانستند که خدای اگرچه کریم است شدید العقاب است وقربت ایشان
پیش از قربت ودرجه پیغمبران نباشد وجمله پیغمبران از طاعت وعبادت دست نداشتند و
بدین شبه مغرور نه شدند پس شیطان چون آن درخت در دل ایشان نشاند از کار ایشان فارغ
شد ودانست که بعد از ین نیز باصلاح نیایند وقابل علاج نباشند چه جمله شهوات دنیا را اسیر

جز بین یک نفس نیست و یکہمت آن بود کہ درین یکنفس ویرا ہیچ قبلہ و مقصد نبود جز حق تعالی۔
روی بوی آرد و لازم بود ذکر ویرا اہل شہود ویرا اہل دیدار ویرا و این ہمہ را یک درجہ دیگر است و یک
اندیشہ آن بود کہ خود را بآسانی کند تا ہر خاطر کہ جز حق تعالی است و جز کاری کہ بوی تعلق دارد
از دل نفی کند الدنیا ملعونة معلون ما فیہا الا ذکر اللہ وما والاہ و ہر چہ جز حق تعالی است
درین معنی است و یک دیدار آنست کہ در ہر چہ نگرد حق را بآن ہم بیند کہ در وجود خود بحقیقت
جزوی نیست دیگر آن ہمہ نیست ہست نمایست و این ہر یک را نیز درجہ ایست و ہم درجات
عند اللہ ہر کہ در درجہ باشد ازین درجات از بدایت ہدایت بہ نہایت ہدایت رسد والسلام

# فصل سوم

درحق اباحتیان زندیق و بیان غوایت ایشان و طریق استیلاء شیطان بر ایشان و بیان آنکہ
ایشان بدترین خلق اند۔۔۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ستفترق امتی بینف وسبعین فرقة الناجیة منہا واحدة گفت امت من ہفتاد و دو
فرقہ باشند و رستگاران از جملہ ایشان یک فریق باشد و دیگر ہمہ ہلاک شوند و سبب این افتراق
آن بود کہ امت بسہ گروہ شدہ اند در اصل۔ بہترین و بدترین و میانہ۔ بہترین امت صوفیان
بودند کہ ہمہ مراد و شہوت خویش در مراد حق بگذاشتند و بدترین فاسقان بودند و کسانی کہ ظلم
کنند و شراب خورند و زنا کنند و عنان شہوت فرا گذارند بدانچہ خواہند و توانند و خویش را
غرور دہند کہ خدای تعالی کریم و رحیم است و برین اعتماد کنند و میان اہل صلاح بوند از جملہ عوام

نیز مدار چواین سه اصل است که گفته آمد آبادان بود والسلام۔

## فصل پنجم

درحق شهاب الاسلام گفت ورمشافهه در وقتی که از قلعه ترمذ خلاص یافت و بطوس نزول کرد روز آدینه در مسجد جامع بود حجة الاسلام سلام نماز باز داد و فرا نزدیک وی رفت و ویرا پرسید و گفت قال الله تعالیٰ ولنذیقنهم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر لعلهم یرجعون الطاف حق تعالی درحق دوستان خویش بسیار است وانواع مکروی درحق دشمنان وی بسیار ومکروا مکرا ومکرنا مکرا وهم لایشعرون چهارصد سال فرعون را در دسر ندهد تا در غوایت بحدیش رساند که گوید انا ربکم الاعلی قلعه ترمذ و غیران از انواع تنبیه کند الطاف حضرت حق است که بندگان و دوستان را باخود میخواند لعلهم یرجعون تا باشد که بدین سبب از شقاوت ابد خلاص یابند و تنبیه شوند و چون درحق تو آن کند بنداخت و ظاهر گشت اثر تنبیه باید که ظاهر شود بر جمله اعضا و اثر آن تنبیه آن بود که چون بر چشم ظاهر شود همه عبرت بیند و آیت حق والعیت و توحید بیند و اگر بر زبان ظاهر شود همه ذکر حق شود و اگر بر دل مستولی شود همه در شهود حق بود و هرچه جز حق بود از ان اعراض کند و بدان التفات نکند و اگر بر قدم ظاهر شود همه در راه حق برگیرد پس اگر چیزی از جمله این آثار بر یکے از اعضا ظاهر شود آن تنبیه رخت افگنده باشد بغنیمت باید دانست واگر نه تن در باید داد و عقوبت اکبر را انتظار باید کرد دون العذاب الاکبر و آن نه عذاب است بآتش دوزخ بل عقوبت دل بود بآتش روحانی نار الله الموقدة التی تطلع علی الافئدة حجاب بود از حضرت الهیت کلا انهم

گشتند و بزی صوفیان زندگانی میکنند و خویشتن را از مقربان درگاه عزت میدانند پس بحقیقت باید دانست که این قوم بدترین خلق اند و بدترین امت اند و علاج ایشان مایوس شدنست و با ایشان مناظره کردن و نصیحت گفتن سود ندارند بلکه قمع و استیصال ایشان و ریختن خون ایشان واجبست وجز ازین طریق نیست در اصلاح یفعل الله بالسیف والسنان ما لا یفعل بالبرهان والقرآن۔

## فصل چهارم

### در نصیحت

چنین شنیده ام که کسی از دور بنزدیک حجة الاسلام آمده بود و از نصیحت خواسته حجة الاسلام این نصیحت کرد قال الله تعالی واذکر فان الذکری ینفع المؤمنین اگر طالب راه سعادتی بدانکه اصول سعادت سه است ملازمت و مخالفت و موافقت ۔ ملازمت ذکر حق تعالی در همه احوال چنانکه هیچ ازان خالی نباشی ناتوانی ۔ و مخالفت نفس و هوا تا شکسته شود و اسیر تو گردد و ترا از ملازمت ذکر باز ندارد و چه اگر غالب شود ترا اسیر گیرد و بدان مشغول دارد که هوای وی باشد و از حق تعالی حجاب کند و موافقت با حدود شرع و سنن و آداب در همه حرکات و سکنات ظاهر و در همه اندیشهای ظن چون توفیق هر سه دادند تا دل همه ذکر گشت و جوارح همه بصفت فرمان گشت وصفات نفس همه مقهور شد خلقت سعادت تمام شد و بزرگترین کرامات حاصل شد پس ازین اگر چیزی نماید و صورتی بینی یا نوری نمایشی کند در بدایت کند دل دران مبند و بدان التفات مکن و آنرا بس وزنی مدان و اگر نه بینی دل مشغول

عن ربهم یومئذ لمحجوبون ثم انهم لصالوا الجحیم ایزد تعالی همه بزبان و دل آن را نا دکه

سبب [illegible] شود [illegible] هر دو نوع عذاب و سبب سعادت ابدی بود و نزدیکی بحق تعالی و رضاء وی

## فصل ششم

در حث و تحریض بر اخلاص در [illegible] استسقا و نماز استسقا آفات متراکم است و بلاهای

آسمانی [illegible] هما بکار دنیا مشغول و اندیشها از راه حق مصروف و بر زخارف

دنیا و تحصیل آن مقصور ان الله لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسهم چون مردمان بکلی

بر طلب دنیا اقبال کردند و بران اکباب نمودند دنیا بیکبار پشت پریشان داشت کل یتبوع

ممنوع والحریص محروم طریق معالجه آنست که بر طاعت و عبادت مواظبت کنند و بدان

مشغول شوند و از دنیا و طلب آن اعراض کنند چون به طاعت مشغول شوند و از دنیا و طلب آن

اعراض کنند و طاعت بر اخلاص دنیا و ثناء مردمان و ثواب منتظر نکنند بلکه از برای حق تعالی

کنند و طاعت ایشان سمت اخلاص بود بر رضاء حق تعالی نزدیک کردند و شایسته حضرت

الهیت شوند و مناسبتی میان ارواح و روحانیات محقق شود آنگه اگر دعائی کنند

[illegible] چیزی در خواهند آنرا اجابت بزودی ظاهر شود وادعونی استجب لکم و حق

این قوم [illegible] بی این شرایط الدعائی بلا فایده بود والسلام —

تمت بالخیر